تحفۃ النعیم فی حل سوالات التنظیم
برائے طالبات
المعروف بہ
تنظیم گائیڈ
عالمیہ 2
حل شدہ
پرچہ جات
نعیمیہ بک سٹال
حافظ مقصود احمد نعیمی یوسفی جلالی
فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام لاہور

تحفۃ النعیم فی حلِّ سوالاتِ التنظیم

المعروف بہ

تنظیم گائیڈ

برائے طالبات

عالمیہ 2

حافظ مقصود احمد نعیمی یوسفی جلالی
فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام

نعیمیہ بک سٹال
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
0300-4986439

نام کتاب	:	تنظیم گائیڈ
مؤلف	:	حافظ محمد مقصود احمد یوسفی نعیمی جلالی
زیر سرپرستی	:	ڈاکٹر محمد راغب حسین نعیمی
تحریک	:	مولانا محمد نواز خان
پروف ریڈنگ	:	مولانا محمد نذر فرید القادری
باہتمام	:	محمد اکرم نعیمی
قیمت	:	220/-

کتاب کی دستیابی کے مراکز

نعیمیہ بک سٹال غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور۔ 0300-4986439

مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور۔
نظامیہ کتاب گھر اُردو بازار لاہور۔
مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور۔
علامہ فضل حق پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور۔
مکتبہ اہل سنت جامعہ نظامیہ، مکہ سنٹر اُردو بازار لاہور۔
مکتبہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور۔
مکتبہ شمس وقمر بھاٹی چوک لاہور۔
محبوب بک ڈپو ریل بازار عارف والا۔
مکتبہ نظامیہ، جامعہ نظامیہ شیخوپورہ۔
مکتبۃ الاحناف مردان۔
اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ۔
والضحیٰ پبلی کیشنز حادیہ حلیمہ سنٹر اُردو بازار لاہور
صبح نور پبلی کیشنز غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور۔
کرمانوالہ بک شاپ دربار مارکیٹ لاہور

پیش لفظ

دین اسلام ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو رہتی دنیا تک انسانیت کی راہنمائی کرتا رہے گا یہ دین آفاقی عالمگیر اور دائمی ہے زمانے کے تغیر وتبدل اور انسانی ضروریات کی شب وروز تبدیلی کی بنیاد پر جو مسائل پیدا ہوتے ہیں اسلام ان مسائل کا حل بتاتا ہے اور عالم انسانیت کو ہدایت فراہم کرتا ہے۔

پس تنظیم المدارس کے جدید نصاب کے مطابق طالبات کو پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے کی غرض سے بندۂ ناچیز نے تنظیم المدارس کے سابقہ پرچہ جات کو آسان انداز میں حل کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ پرچہ جات کا انداز بھی طالبات کے سامنے آجائے اور نصابی کتب پڑھنے کے بعد ان پرچہ جات سے راہنمائی لے کر طالبات امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہو سکیں۔

پس ان پرچہ جات کو تحفۃ النعیم فی حل سوالات التنظیم المعروف بہ ’’تنظیم گائیڈ‘‘ کے نام سے **نعیمیہ بک سٹال** سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اگر آپ اس میں کوئی کمی محسوس کریں یا کوئی مفید مشورہ دینا چاہیں تو ضرور رابطہ فرمائیں کیونکہ انسان جو سوچتا ہے وہ اکثر نہیں ہوتا اور جو نہیں سوچتا وہ اکثر ہو جاتا ہے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ ناشر اور اس کام کی تکمیل میں جن احباب نے تعاون کیا اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے اور اس کام کو طالبات کے لیے نفع بخش بنائے۔ آمین

حافظ محمد مقصود احمد یوسفی نعیمی جلالی
منچن آباد ضلع بہاولنگر
مدرس جامعہ یوسفیہ نعیمیہ کوٹ رادھا کشن (قصور)
0302-7058051

تقریظ

حضرت علامہ مولانا ابوالحماد محمد احمد برکاتی کوٹ رادھا کشن قصور

اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا تو انہیں فرشتوں کے سامنے خلیفہ کے طور پر متعارف کروایا اس موقع پر ان کو برتر ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں علم اسماء عطا فرمایا اور یوں آپ فرشتوں پر علم کے وصف کی بدولت ممتاز ہوئے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے علم کے حصول کے لیے بہت ہی پیارے انداز میں زور دیا ہے۔

حضور ﷺ جو کہ ساری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کا وافر ذخیرہ رکھتے ہیں انہیں حکم فرمایا "قل رب زدنی علما" یہ دراصل امت مسلمہ ہی کے لیے راہنمائی ہے کہ تمہاری زندگی کا امن صرف اور صرف تحصیل علم ہے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے دنیا بھر میں اصحاب صفہ کے صدقہ تعلیمی ادارے قائم ہوئے جو آج تک اپنے مقصد لازوال کو حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں اس سلسلہ میں ملک پاکستان کے دینی اور تعلیمی اداروں پر مشتمل بورڈ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے نام سے بھرپور طریقے سے خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ علم مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ساتھ عشق مصطفیٰ ﷺ نصابی طور پر بھی سکھایا جا رہا ہے اس ادارے کے سالانہ امتحانات باقاعدگی سے ہوتے ہیں مگر بعض دفع نو امور طالبات کو ہر درجہ کا پیٹرن سمجھنے اور سوالات کو صحیح طور پر حل کرنے میں بہت سی مشکلات پیش آتیں ہیں۔ خصوصاً بعض طالبات اچھی یاداشت اور قوت حافظہ کے باوجود سوالات کے مطلوبہ معیار پر جوابات پیش نہ کرنے پر اچھے نمبروں سے محروم رہ جاتے ہیں اس چیز کو محسوس کرتے ہوئے حضرت علامہ مولانا حافظ محمد مقصود احمد یوسفی نعیمی جلالی نے اپنے قلم کو جنبش دی اور ثانوی عامہ سے لے کر عالمیہ تک تمام پرچہ جات کو بڑے ہی پیارے آسان اور مفید انداز میں حل کر دیا تاکہ دینی طالبات کو واضح راہنمائی مل سکے اور وہ امتحان میں اعلیٰ نمبر لے کر محفوظ اور خوشگوار مستقبل بنا سکیں اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش جمیلہ کو شرف قبولیت فرما کر تمام طالبات کے لیے شجر ثمر بار ثابت فرمائے۔

ابوالحماد محمد احمد برکاتی کوٹ رادھا کشن قصور

فہرست

بسم الله الرحمن الرحيم

الاختبار السنوی النهائی تحت أشراف تنظيم المدارس اهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية (السنة الثانية للبنات)

الموافق سنة 1435ھ/ 2014ء

الوقت المحدود ثلاث ساعات — الورقة الاولی: صحيح البخاری — مجموع الأرقام:100

الملاحظة: السوال الاول اجباری ولک الخيار فی البواقی ان تجيبی عن الثلاثة

نوٹ: پہلاسوال لازمی ہے، باقیوں میں کوئی تین حل کریں۔

السوال الاول: (قال هرقل) وسألتک هل کان من آبائه من ملک فذکرت ان لا، فقلت فلو کان من آبائه من ملک قلت رجل يطلب ملک ابيه، وسألتک هل کنتم تتهمونه بالکذب قبل ان يقول ما قال فذکرت ان لا فقد اعرف انه لم يکن ليذر الکذب على الناس ويکذب على الله

ا) ترجمی واشرحی حتی يکون المطلوب واضحا مبينا

ترجمہ وتشریح ایسی کریں کہ مطلوب اچھی طرح واضح ہوجائے۔

جواب

ترجمہ: اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا اس شخص کے باپ دادا میں سے کوئی شخص بادشاہ تھا؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں، میں نے دل میں کہا: اگر اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص اپنے باپ کے مُلک کوطلب کررہا ہے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ آیا تم اس کے دعویٰ نبوت سے پہلے اس پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ تم نے بتایا کہ نہیں، پس میں نے پہچان لیا کہ جو شخص لوگوں پر جھوٹ نہیں باندھتا وہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھے گا۔

تشریح: اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب ہرقل ابوسفیان سے نبی ﷺ کے متعلق سوالات کر چکا تو اس نے کہا: اگر تم نے جو کچھ کہا وہ برحق ہے تو وہ نبی عنقریب اس جگہ کا مالک ہوجائے گا، جہاں میرے یہ دوقدم ہیں اور مجھے معلوم تھا کہ اس نبی کا ظہور ہونے والا ہے مگر میرا یہ گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا اور اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ میں اس تک پہنچ جاؤں گا تو میں ضرور اس سے ملاقات کرنے کیلئے مشقت اٹھاتا اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں کو دھوتا۔ (صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 159)

یہ گفتگو شاہ روم (ہرقل) نے ابوسفیان سے اس وقت کی جب وہ صلح حدیبیہ کے بعد اپنے قافلہ کی قیادت کرتے ہوئے بغرض تجارت سفر پر تھے۔ ہرقل نے ابوسفیان اور اُن کے ساتھیوں کو ایلیا شہر میں طلب کیا اور بطور نتیجہ گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ جب ان کے خاندان کا کوئی صاحب بادشاہ نہیں گزرا تو دعویٰ نبوت کرنے والی شخصیت اقتدار کی طالب نہیں ہوسکتی، جب تمہارے کہنے کے مطابق وہ جھوٹ نہیں بولتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نسبت کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں، لہٰذا جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ درست ہے۔

۲) متی تکلم هرقل هذا الکلام و بمن تکلم؟

ہرقل کی یہ گفتگو کس سے ہوئی اور کب ہوئی؟

جواب

ہرقل کی یہ گفتگو کس سے ہوئی؟

ہرقل کی یہ گفتگو ابوسفیان سے ہوئی۔

ہرقل کی گفتگو کب ہوئی:

ہرقل نے ان کو قریش کی جماعت کے ساتھ بلایا یہ لوگ اس مدت میں شام تجارت

کرنے گئے تھے جس مدت میں رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان اور قریش سے عارضی صلح کی ہوئی تھی۔

۳) این وقع هذا الحوار؟ فی مكة، او المدينة او الشام

یہ گفتگو کہاں ہوئی؟ مکہ شریف، مدینہ شریف یا ملک شام میں؟

جواب

گفتگو کی جگہ: یہ گفتگو ملک شام میں ہوئی۔

۴) عرفی شخصية هرقل! وما هو المأخذ لاجوبته؟ هل اسلم هِرقل؟

ہرقل کون تھا؟ اس کے جوابات کا ماخذ کیا تھا؟ کیا وہ مسلمان ہو گیا تھا؟

جواب:

ہرقل کون تھا: ہرقل کا تلفظ دو طرح سے ہے: ہِرَقْل (''ہ'' کے نیچے زیر، ''ر'' کے اوپر زبر، ''ق'' پر جزم) اور ہِرْقِل (''ہ'' کے نیچے زیر، ''ر'' کے اوپر جزم اور ''ق'' کے نیچے زیر) اس نے 31 سال حکومت کی، اس کی حکومت کے دوران ہی نبی ﷺ کا وصال ہوا تھا اس کی حکومت روم کے شہروں میں تھی روم کے بادشاہوں کا لقب قیصر تھا، سو اس کا لقب بھی قیصر تھا۔

قیصر کا لغوی معنی ہے، کاٹنا۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کی ماں وضع حمل سے پہلے ہی مر گئی تھی تو اس کو ماں کا پیٹ کاٹ کر نکالا گیا تھا اور قیصر اس پر فخر کرتا تھا کہ اس کی پیدائش فرج کے راستہ سے نہیں ہوئی بلکہ اس کو پیٹ سے نکالا گیا ہے۔ ہرقل شاہان روم کا لقب تھا۔

جوابات کا ماخذ: اس حدیث میں ایسے متعدد جملے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص پر وحی کی جاتی ہے اس کو کیسی صفات کا حامل ہونا چاہیے مثلاً یہ کہ اس کا نسب اپنی قوم میں سب سے افضل ہو، اس قوم میں اس سے پہلے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہ کیا اس نے اس

سے پہلے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو، اور اس کے متبعین کبھی اس کے دین کو ناپسند کر کے اس سے نہ پھریں۔ ہرقل شاہ روم تھا اس کے جوابات کا ماخذ کفارِ مکہ بالخصوص ابوسفیان کی زبانی بیان کردہ حضور نبی ﷺ کے حوالہ سے حقائق تھے۔

ہرقل مسلمان نہیں ہوا تھا: کیونکہ ہرقل عیسائی سرداروں کے ایمان سے مایوس ہو گیا تو اس نے ان سے کہا: میں نے جو بھی تجویز پیش کی تھی اس سے میں دین میں تمہاری شدت کو آزما رہا تھا، سو مجھے معلوم ہو گیا۔ پھر ان سرداروں نے ہرقل کو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے اور یہ ہرقل کا آخر امر تھا اس کی شرح میں حافظ عسقلانی لکھتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ ہرقل کے ایمان لانے کے سلسلہ میں یہ آخری بات یا آخری واقعہ تھا، اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ہرقل کے واقعات کے سلسلہ میں یہ آخری واقعہ تھا کیونکہ اس کے بعد ہرقل نے موتہ میں اور تبوک میں مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کی تھی اور نبی ﷺ نے اس کو دوبارہ مکتوب بھیجا تھا اور امام ابن اسحاق نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ہرقل نے جب شام سے قسطنطنیہ جانے کا ارادہ کیا تو اس نے رومی سرداروں پر چند اُمور پیش کیے کہ یا تو وہ اسلام قبول کر لیں یا جزیہ دیں اور یا نبی ﷺ سے صلح کر لیں اور آپ ان کو عادت اور معمول سے کم چیز پر باقی رکھیں لیکن انہوں نے اس کا انکار کر دیا پھر وہ شام سے روانہ ہو گیا اور اس نے اہل شام کو الوداعی سلام کیا اور قسطنطنیہ میں داخل ہو گیا اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے کہ آیا یہ وہی ہرقل ہے جس سے مسلمانوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے زمانہ میں جنگ کی تھی یا وہ اس کا بیٹا تھا جب کہ اکثر لوگوں کے نزدیک ہرقل کے ایمان کا معاملہ غیر واضح تھا اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس نے جان کے خوف سے ایمان لانے کی تصریح نہ کی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آخر وقت تک شک میں رہا حتیٰ کہ کفر پر مر گیا۔

نوٹ: ہرقل نے ایمان لانے پر اپنی حکومت کو ترجیح دی اس پر قوی دلیل یہ ہے کہ ۸ھ

میں غزوہ موتہ میں اس نے مسلمانوں سے جنگ کی اور یہ اس قصہ کے دو سال بعد کا واقعہ ہے اور "مغازی ابن اسحاق" میں ہے کہ جب مسلمان سرزمین شام میں گئے تو ان کو یہ خبر پہنچی کہ ہرقل ایک لاکھ مشرکین کے ساتھ ان کے مقابلہ پر آرہا ہے۔ اسی طرح "مسند احمد" میں یہ حدیث ہے کہ اس نے تبوک سے نبی ﷺ کو یہ مکتوب بھیجا کہ میں مسلمان ہوں نبی ﷺ نے فرمایا: اس نے جھوٹ بولا وہ اپنی نصرانیت پر قائم ہے۔

السوال الثانی عن عائشة رضی الله عنها قالت كان رسول الله ﷺ يقبل الهدية و يثيب عليها

ترجمی و اشرحی حتی یکون المطلوب واضحا مبینا .

(۱) ترجمہ وتشریح کریں مطلب اچھی طرح واضح کریں

جواب

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کا معاوضہ عطا فرماتے تھے۔

تشریح:

ہدیہ کا معاوضہ دینے کا شرعی حکم:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ہدیہ کے معاوضہ میں ہدیہ دینا شرعاً مطلوب ہے کیونکہ اس میں شارع علیہ السلام کی اقتداء ہے صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک ہدیہ کے معاوضہ میں ہدیہ دینا مطلقاً واجب نہیں ہے خواہ اعلیٰ ادنیٰ کو ہدیہ دے یا ادنیٰ اعلیٰ کو ہدیہ دے یا مساوی، مساوی کو ہدیہ دے۔ (عمدۃ القاری جلد نمبر 13، صفحہ 201)

ہدیہ کی دو قسمیں:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: علامہ المہلب المتوفی 435ھ نے کہا ہے کہ ہدیہ کی دو قسمیں ہیں، ایک ہدیہ معاوضہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور دوسرا ہدیہ نیکی کرنے اور قرب اور محبت کی وجہ سے ہوتا ہے پس جو ہدیہ معاوضہ لینے کی وجہ سے ہوتا ہے وہ بیع کی مثل ہوتا ہے اس میں عوض واجب ہوتا ہے اور جس کو ہدیہ دیا جاتا ہے اس کو معاوضہ دینے پر مجبور کیا جاتا ہے اور جو ہدیہ محض نیکی کرنے اور اللہ کی رضا اور جس کو ہدیہ دینا ہو اس کی محبت کی وجہ سے دیا جائے، اس میں ہدیہ لینے والے پر اس کا معاوضہ دینا واجب نہیں ہے اور اگر اس نے جواباً ہدیہ دے دیا تو یہ مستحسن ہے۔

متی یثبت الملک فی الهدیة و الهبة؟ هل یجوز طلب البدل فی الهدیة، اکتبی اختلاف الائمة فی المسئلة

(۲) ہدیہ اور ہبہ میں ملکیت کب ثابت ہوگی؟ کیا ہدیہ دینے کے بعد اس پر بدلہ مانگنا جائز ہے؟ اختلاف ائمہ لکھیں؟

جواب

ہدیہ اور ہبہ میں ملکیت کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مسلک:

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک ہبہ میں قبضہ شرط ہے۔

ہدیہ اور ہبہ میں ملکیت کے بارے میں امام احمد کا مذہب:

امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جس چیز کو ہبہ کیا ہے اگر وہ ٹھوس چیز ہے جو بغیر قبضہ کے سالم رہ سکتی ہے تو بغیر قبضہ کے بھی اس کا ہبہ مکمل ہو جاتا ہے اور جو چیز ناپی جاتی ہے اور تولی جاتی ہے اس کا بغیر قبضہ کے ہبہ صحیح نہیں ہے۔

اور امام مالک کے نزدیک بغیر قبضہ کے بھی ہبہ صحیح ہو جاتا ہے وہ ہبہ کو بیع پر قیاس کرتے

ہیں۔

کیا ہدیہ دینے کے بعد اس پر بدلہ مانگنا جائز ہے؟

ہدیہ کا عوض دینے میں مذاہب فقہاء:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص نے کسی کو کوئی چیز ہبہ کی پھر اس کا معاوضہ طلب کیا اور کہا کہ میں نے تو معاوضہ کیلئے ہدیہ دیا تھا امام مالک نے کہا کہ اس صورت میں دیکھا جائے گا اگر وہ ہدیہ ایسا ہے کہ جس کو ہدیہ دیا جائے اس سے اس کا معاوضہ طلب کیا جاتا ہے تو وہ اس کا معاوضہ طلب کر سکتا ہے جیسے فقیر غنی کو ہبہ کرے یا غلام اپنے مالک کو ہبہ کرے یا کوئی ماتحت اپنے سربراہ کو ہبہ کرے یہ امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے ہبہ کرتے وقت عوض لینے کی شرط نہیں لگائی تھی تو اس کو عوض نہیں ملے گا اور یہ امام شافعی کا دوسرا قول ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ معاوضہ لینے کیلئے ہبہ کرنا باطل ہے اس سے ہبہ منعقد نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ یہ مجہول قیمت کے عوض بیع ہے۔

(صحیح البخاری جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 360)

السوال الثالث **كان فرغ بالمدينة فاستعار النبي ﷺ فرسا من ابی طلحة يقال له المندوب فركب فلما رجع قال مارأينا من شئ وان وجدناه لبحرا**

سوال: ترجمی واشرحی حتی یکون المطلوب واضحا مبینا

(ا) ترجمہ وتشریح کریں مطلب اچھی طرح واضح کریں

جواب:

ترجمہ: مدینہ منورہ میں دہشت پھیلی ہوئی تھی تو نبی ﷺ نے حضرت ابوطلحہ سے عاریۃً گھوڑا لیا جس کو المندوب کہا جاتا تھا آپ اس سوار ہوئے (اور مدینہ کے گرد چکر لگایا) جب

آپ واپس آئے تو آپ نے فرمایا: ہمیں تو خطرہ کی (کوئی چیز) نظر نہیں آئی اور ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رفتار) پایا۔

تشریح:

جو چیز عاریۃً لی جائے، اس کے نقصان میں مذاہب فقہاء:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: حیوان اور زمین کی عاریت میں اختلاف ہے۔ ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جس نے کسی ایسے حیوان یا غیر حیوان کو عاریۃً لیا جس میں کوئی عیب نہیں تھا پھر وہ اس کے پاس ضائع ہو گیا اور وہ اس کے ضائع ہونے کا مصداق ہو تو وہ اس کا صرف اس وقت ضامن ہو گا جب اس نے اس میں کوئی تجاوز یا نقصان کیا ہو یہ فقہاء احناف اور اوزاعی کا قول ہے۔

عطاء نے کہا جو چیز عاریۃً لی گئی ہو اس کے نقصان کا ہر حال میں تاوان بھرنا ہو گا خواہ اس میں عیب ہو یا نہ ہو اور خواہ اس نے اس میں حد سے تجاوز کیا ہو یا نہ۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی قول ہے اور ان کی دلیل یہ ہے: حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سنا آپ حجۃ الوداع میں فرما رہے تھے جو چیز عاریۃ لی جاتی ہے وہ واپس کی جائے گی اور جو ضامن ہے وہ تاوان بھرے گا۔

(سنن ابوداؤد: 3555، سنن ترمذی: 1265)

اور فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ عاریت امانت کی طرح ہے اور جس طرح امانت میں تاوان نہیں دیا جاتا اسی طرح عاریت میں بھی تاوان نہیں دیا جاتا اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ امین پر تاوان نہیں ہے۔

حسن بصری اور ابراہیم نخعی بھی عاریۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں ڈالتے تھے۔ قاضی شریح نے کہا، جو شخص کوئی چیز عاریۃً لے اور اس کے پاس اس میں کوئی نقصان ہو جائے تو اس

سے تاوان نہیں لیا جائے گا اسی طرح جس کے پاس امانت رکھی جائے اور وہ اس میں تعدی اور تجاوز نہ کرے تو اس میں سے بھی تاوان نہیں لیا جائے گا۔

(شرح ابن بطال جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 117، 116، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ)

سوال: اکتبی مقالا علی شجاعۃ النبی ﷺ و بطولتہ

(۲) نبی پاک ﷺ کی شجاعت و بہادری پر جامع نوٹ لکھیں:

جواب

نبی پاک ﷺ کی شجاعت و بہادری پر نوٹ:

☆ نبی پاک ﷺ ان اوصاف میں بھی سب پر فائق تھے ایک رات مدینہ منورہ کے لوگ ڈر گئے اور شور و غل برپا ہوا۔ گویا کوئی چور یا دشمن آیا ہے آپ نے حضرت ابوطلحہ کا گھوڑا لیا جو سست رفتار اور سرکش تھا آپ اس کی پیٹھ پر بغیر زین کے سوار ہو گئے اور تلوار آڑے لٹکاء ہوئے جنگل کی طرف اکیلے ہی تشریف لے گئے جب لوگ اس آواز کی طرف گئے تو رسول اللہ ﷺ کو راستے میں واپس آتے ہوئے ملے آپ نے ان کو تسلی دی کہ ڈرومت، ڈرومت، اور گھوڑے کی نسبت فرمایا کہ ہم نے اسے دریا کی مانند تیز رفتار پایا۔

☆ ہجرت سے پہلے قریش نے مسلمانوں کو اس قدر ستایا کہ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تنگ آ کر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ان پر بددعا فرمائیں۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا: "تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں جس سے گوشت پوست سب علیحدہ ہو جاتا اور ان کے سروں پر آرے رکھے جاتے اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے مگر یہ اذیتیں ان کو دین سے برگشتہ نہ کر سکتی تھیں اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کو کمال تک پہنچائے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گا اور اسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا"۔ (صحیح البخاری)

☆ آپ ﷺ کی قوت بدنی بھی سب سے زیادہ تھی۔ غزوۂ احزاب میں جب صحابۂ کرام خندق کھود رہے تھے تو ایک جگہ ایسی سخت زمین ظاہر ہوئی کہ سب عاجز آ گئے آپ سے عرض کیا گیا تو آپ بذاتِ شریف خندق میں اُترے اور ایک کدال ایسا مارا کہ وہ سخت زمین ریگ رواں کا ڈھیر بن گئی۔

(۳) خط کشیدہ کا لغوی و اصطلاحی معنی کیا ہے؟ مندوب نام کیوں رکھا گیا؟ (وجہ تسمیہ لکھیں)

جواب:

فاستعار کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

جو چیز عاریۃً لی جائے۔ ضرورت کو پورا کرنے کیلئے کسی سے کوئی چیز عاریۃً یعنی مانگ کر لی جائے اور ضرورت پوری کرنے کے بعد اس کو واپس کر دینا اس کو فاستعار کہتے ہیں۔

نوٹ: عاریۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں ہے جب تک اس میں خیانت کرنے والا نہ ہو۔ وہ عرف و رواج کے مطابق ہے۔

وان وجدنا لبحرا کی وضاحت:

وان وجدنا لبحرا فی روایۃ المستملی وان وجدنا بحذف الضمیر قال ان ھی النافیۃ واللام فی البحر بمعنی الا ای ما وجدناہ الا بحرا قال ابن المتین ھذا مذھب الکوفیین وعند البصریین ان مخففۃ من المثقلۃ واللام زائدۃ قال الاصمعی یقال للفرس بحرا اذا کان واسع الجری او لان جریہ لا ینفد کما لا ینفد البحر

المندوب کی وضاحت:

"یقالہ المندوب" وھو الرھن عند السباق: والندب کان فی جسمہ وھو

اثر الجرح زاد فی الجهاد من طریق سعید عن قتادہ کان یقطف او کان فیه قطاف والمراد انه کان بطئی المشی

السوال الرابع عن النبی ﷺ سموا باسمی ولا تکتنوا بکنیتی

الف: ترجمی واشرحی حتی یکون المطلوب واضحا مبینا

(ا) ترجمہ وتشریح کریں مطلب اچھی طرح واضح کریں۔

جواب

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھا کرو اور میری کنیت نہ رکھا کرو۔

تشریح:

کنیت کا لفظ کنایہ سے ماخوذ ہے یعنی کسی شخص کو اس کے صریح اسم کے بجائے کنایہ کے ساتھ تعبیر کرنا۔ عربوں میں کنیت کا بہت زیادہ رواج تھا اور بعض اوقات کنیت نام سے زیادہ مشہور اور نام پر غالب ہوتی ہے جیسے ابوطالب اور ابولہب وغیرہ۔ کنیت میں اَب یا اُم کے لفظ کی کسی اسم کی طرف اضافت کی جاتی ہے جو کبھی مدح کی خبر دیتا ہے اور کبھی مذمت کی۔ مدح کی مثال ہے: جیسے ابوبکر اور مذمت کی مثال جیسے: ابوجہل۔ اور کبھی اس اسم کی طرف اضافت کی جاتی ہے جس چیز کے اسم کے ساتھ وہ زیادہ مشغول ہوتا ہے جیسے ابوہریرہ اور ابوتراب۔

حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے یا ابا القاسم کہا، اس مرد کا نام مذکور نہیں ہے یہ مرد یہودی تھا جب آپ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا تو اس نے کہا: میری مراد آپ نہیں تھے۔ تو اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھو یعنی محمد اور احمد نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو یعنی ابوالقاسم کنیت نہ رکھو۔

(صحیح البخاری، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 605)

ب: سجلی اسم النبی ﷺ و کنیته ولقبه، ووضحی معنی کنیته المشهورة ﷺ

(۲) آپ ﷺ کی کنیت، لقب اور نام لکھیں نیز بتائیں کہ آپ کی مشہور کنیت کا معنی کیا ہے؟

جواب

نبی کریم ﷺ کی کنیت: آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔

نبی کریم ﷺ کا لقب: آپ ﷺ کا لقب سید المرسلین اور خاتم النبیین ہے۔

نبی کریم ﷺ کا نام: آپ ﷺ کا نام محمد ہے۔

نبی کریم ﷺ کی مشہور کنیت: نبی ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ قاسم آپ کے سب سے بڑے بیٹے کا نام ہے۔ ابن دحیہ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کی کنیت ابوالقاسم اس وجہ سے ہے کہ آپ قیامت کے دن لوگوں کے درمیان جنت کو تقسیم فرمائیں گے، آپ کی کنیت ابوابراہیم بھی ہے۔ ابراہیم آپ کے اس صاحبزادہ کا نام ہے جو حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کے پاس آکر کہا: "السلام علیک ابا ابراہیم" توضیح میں مذکور ہے: آپ کی تیسری کنیت ابوالارامل ہے۔ (عمدۃ القاری جلد نمبر 16، صفحہ 139)

ج: اکتبی حکم جمع اسم النبی ﷺ و کنیته فی شخص واحد! هل هو جائز ام مکروه؟ المطلوب منک الدلیل علی موفقک

(۳) آنجناب ﷺ کے نام اور کنیت کو جمع کرنا جائز ہے یا مکروہ؟ حکم بیان کرتے ہوئے دلیل دیں؟

جواب

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ اور علامہ ابی مالکی متوفی 828ھ اور علامہ

سنوسی مالکی متوفی 895ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو اہلِ ظاہر نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ کی کنیت رکھنی مطلقاً جائز نہیں ہے۔ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ ربیع نے کہا: امام شافعی نے یہ کہا کہ کسی کے لئے ابوالقاسم کنیت رکھنی جائز نہیں ہے، خواہ اس کا نام محمد ہو یا نہ ہو۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اپنے بیٹے کا نام قاسم رکھنا بھی منع ہے تا کہ وہ ابوالقاسم کنیت رکھنے کا سبب نہ بن جائے حتیٰ کہ پہلے مروان کے بیٹے کا نام قاسم تھا جب اس کو یہ حدیث پہنچی تو اس نے اپنے بیٹے کا نام بدل کر عبدالملک رکھ دیا۔

دوسرے متقدمین نے یہ کہا ہے کہ صرف ابوالقاسم کنیت رکھنا، اس وقت ناجائز ہے جب اس کا نام محمد یا احمد ہو حدیث میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے میرا نام (محمد) رکھا وہ میری کنیت (ابوالقاسم) نہ رکھے اور جس نے میری کنیت رکھی ہے وہ میرا نام نہ رکھے۔

(سنن ابوداؤد: 4966، سنن ترمذی: 2842، مسند احمد جلد نمبر 3، صفحہ 313)

دوسرے علماء نے کہا کہ یہ ممانعت اب منسوخ ہوگئی اور اب آپ کا نام اور آپ کی کنیت رکھنے کی رخصت ہے اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ کی وفات کے بعد میرا بیٹا ہو تو میں اس کا نام آپ کے نام پر اور اس کی کنیت آپ کی کنیت پر رکھ لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(سنن ابوداؤد: 4967، سنن ترمذی: 2843)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: یارسول اللہ! میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے، پس میں نے اس کا نام محمد رکھا

ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم رکھی ہے۔ پھر مجھے بتایا گیا کہ آپ اس کو ناپسند کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: کس نے میرے نام کو حلال کہا ہے اور میری کنیت کو حرام کہا ہے یا فرمایا: کس نے میری کنیت کو حرام کہا ہے اور میرے نام کو حلال کہا ہے۔

علامہ مارزی نے کہا کہ آپ کی کنیت ابوالقاسم رکھنا آپ کی حیات میں ناجائز تھا جب کہ اب جائز ہے۔ حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ ایک شخص بازار میں نداء کر رہا تھا: "یا اباالقاسم" نبی ﷺ نے مڑ کر دیکھا تو اس نے کہا: میں نے آپ کا ارادہ نہیں کیا تھا، تب ہی نبی ﷺ نے فرمایا: تم میری کنیت نہ رکھو۔ طبری کی رائے یہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کے نام اور آپ کی کنیت کو جمع کرنے کی ممانعت منسوخ نہیں ہوئی ہے پہلے یہ ممانعت واجب تھی اب مستحب ہے اور نام اور کنیت کو جمع کرنا مباح ہے۔

(صحیح البخاری، جلد نمبر 1، صفحہ 434)

السوال الخامس اتی جبریل النبی ﷺ فقال یا رسول الله هذه خديجة قد اتت معها اناء فيه ادام او طعام او شراب فاذا هي اتتک فاقرء عليها السلام من ربها ومنى و بشرها ببيت فى الجنة من قصب صخب فيه ولا نصب

الف: ترجمي واشرحي حتى يكون المطلوب واضحا مبينا

(ا) ترجمہ وتشریح کریں مطلب اچھی طرح واضح کریں۔

جواب

ترجمہ: نبی ﷺ کے پاس حضرت جبریل آئے اور کہا: یارسول اللہ! یہ حضرت خدیجہ آپ کے پاس برتن میں سالن یا طعام یا پانی لے کر آئی ہیں پس جب یہ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پیش کریں اور ان کو جنت

میں کھوکھلے موتیوں کے ایسے گھر کی بشارت دیں جس میں شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی۔

تشریح:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت جبرائیل آئے امام طبرانی کی روایت میں ہے: اس وقت وہ غارِ حرا سے آئے تھے اس میں مذکور ہے آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پیش کریں اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام طبرانی کی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ خود سلام ہے اور اسی کی طرف سلام ہے اور حضرت جبرئیل پر سلام ہو اور سنن نسائی میں حضرت انس کی روایت ہے کہ حضرت جبریل نے نبی ﷺ سے کہا: بے شک اللہ حضرت خدیجہ پر سلام نازل فرما رہا ہے یعنی آپ ان کو بتا دیں تو حضرت خدیجہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ خود سلام ہے اور حضرت جبرئیل پر سلام ہو اور یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت خدیجہ نے یہ کیوں کہا کہ اللہ تعالیٰ خود سلام ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے پس لوگوں کی طرح اس کو سلام کا جواب نہیں دیا جاتا، کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ جب بعض صحابہ نے تشہد میں کہا: اللہ پر سلام ہو تو نبی ﷺ نے ان کو اس سے منع کیا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ خود سلام ہے، تم کہو "التحیات للہ" اور اس لئے کہ سلام ایک دعا ہے جس کو سلام کیا جاتا ہے اس کو ضرر سے سلامت رہنے کی دعا دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اُس کو دعا دی جائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس جواب سے اُن کی فہم و فراست اور قوت ادراک اور ذہانت اور فطانت کا پتہ چلتا ہے۔

(عمدۃ القاری جلد نمبر 16، صحہ نمبر 387، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ)

ب: وضحی ثلاثة من خصوصيات خديجة رضي الله عنها

(۲) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کم از کم تین خصوصیات بیان کریں؟

جواب

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات:

۱۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی، یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قصی میں جمع ہو جاتی ہیں اور تمام ازواج میں رسول اللہ ﷺ کے نسب سے ان کا نسب سب سے زیادہ قریب ہے۔

۲۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی شخصیت ہیں جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں۔

۳۔ حضور نبی کریم ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہوئی سوائے ابراہیم کے، جو کہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

۴۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حیات مبارکہ میں آپ ﷺ کے نکاح میں اور کوئی نہیں آئی یعنی آپ نے کسی اور سے نکاح نہیں فرمایا۔

۵۔ نبی ﷺ نے جتنی تعریف اور تحسین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کی ہے اور کسی زوجہ کی اتنی تعریف نہیں کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تک حضرت خدیجہ کی تعریف اور تحسین نہیں کرتے تھے گھر سے نہیں نکلتے تھے۔

(صحیح البخاری، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 949)

هل سلم الله و جبريل على امرء ة اخرى؟

(۳) رب تعالیٰ اور جبریل نے کسی اور خاتون کو بھی سلام بھیجا؟ تفصیلاً لکھیں

جواب

اللہ تعالیٰ عزوجل اور جبرئیل علیہ السلام کا سلام بھیجنا:

- حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ عزوجل اور جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے سلام کا پیغام آیا ہے جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کا سلام آیا ہے۔

کم رجلا نکح مع خدیجة قبل تزویج النبی؟

۴) مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا آنجناب ﷺ کے حریم ناز میں آنے سے پہلے کتنے آدمیوں سے نکاح ہوا تھا؟

جواب:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے نکاح کرنے سے پہلے دو آدمیوں سے شادی کی تھی جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کنواری تھیں تو انہوں نے پہلے عتیق بن عابد سے نکاح کیا پھر ان کی وفات کے بعد ابوہالہ النباش بن زادہ سے نکاح کیا۔

(صحیح البخاری، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 950)

الاختباری السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس اهل السنة باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية (السنة الثانية للبنات)

الموافق سنة 1435هجری، 2014ء، الوقت المحدود: ثلاث ساعات

الورقة الثانية: صحيح المسلم، مجموع الارقام، 100

الملاحظه: السؤال الأول اجباری ولک الخيار فی البواقی أن تجيبی عن الاثنين فقط

السؤال الاول: عن ابن عمر رضی الله عنهما قال لاعن رسول الله ﷺ بين رجل من الانصار وامرأته و فرق بينهما

الف: ترجمہ تشریح کریں، مطلب اچھی طرح واضح کریں۔

نوٹ: اس کا جواب پرچہ 2015ء میں ملاحظہ کیجئے۔

(ب) لعان کی تعریف کریں اور بتائیں کہ اس کی ضرورت کب پڑتی ہے؟

جواب

لعان کی تعریف:

لعان، مفاعلت کا مصدر ہے، لغوی معنی ہے دھتکارنا اور رحمت سے دور کرنا اور شریعت میں لعان ان چار شہادتوں اور لعن اور غضب کو کہتے ہیں جو میاں بیوی کے درمیان جاری ہوں اور مجموعہ کا نام لعان اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس میں لعن مذکور ہوتا ہے جیسے رکوع پر مشتمل ہونے کی وجہ سے نماز کا نام رکوع رکھ دیا گیا اور تشہد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے التحیات کا نام تشہد رکھا دیا گیا ہے۔ پس لعان کا نام رکھنا تسمیۃ الکل باسم الجز کے قبیل سے ہوگا۔

لعان کی ضرورت کب پڑتی ہے؟

جب مرد نے اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائی مثلاً کہا: تو زانیہ ہے یا میں نے تجھ کو زنا

کرتے ہوئے دیکھا یا کہا: اے زانیہ! یہ جمہور کا مذہب ہے اور اسی کے قائم امام شافعی، امام محمد رحمۃ اللہ علیہما اور ایک روایت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور میاں بیوی دونوں ادائے شہادت کی لیاقت بھی رکھتے ہیں اور عورت ایسی ہے کہ اس کے تہمت لگانے والے کو حد ماری جاتی ہے یا شوہر نے اپنی بیوی کے بچہ کے نسب کی نفی کی مثلاً کہا کہ یہ بچہ زنا سے ہے یا کہا یہ بچہ میرا نہیں ہے اور عورت نے اپنے شوہر سے موجب قذف کا مطالبہ کیا تو شوہر پر لعان واجب ہوگا۔

ہمارے نزدیک لعان میں اصل یہ ہے کہ گواہیاں قسموں کے ساتھ مؤکد کی گئی ہوں اور لفظ لعان کے ساتھ مقترن ہوں اور امام شافعی کے نزدیک لعان وہ قسمیں ہیں جو لفظ شہادت کے ساتھ مؤکد ہوں پس ہمارے نزدیک لعان کا اہل وہ شخص ہوگا جو شہادت کا اہل ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لعان کا وہ اہل ہے جو یمین کا اہل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ لعان شوہر کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہے اور اس کی بیوی کے حق میں حدِ زنا کے قائم مقام ہے۔

(ج) لعان کے بعد ملاعنین میں خود بخود فرقت ہو جائے گی یا قاضی تفریق کرے گا؟ آپ کا مذہب کیا ہے؟ حدیث سے کس کی تائید ہوتی ہے؟

جواب

لعان کے بعد ملاعنین کے درمیان فرقت (جدائی) کا معاملہ

احناف کا مؤقف:

جب میاں بیوی دونوں لعان کر لیتے ہیں تو محض ان کے لعان کرنے کی وجہ سے علیحدگی نہیں ہوگی، بلکہ قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کرے گا۔

امام زفر اور امام مالک کا مؤقف:

امام زفر اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما یہ فرماتے ہیں، میاں بیوی کے لعان کرنے کے نتیجہ میں خود بخود علیحدگی واقع ہو جائے گی۔

امام زفر اور امام مالک کی دلیل:

ان کی دلیل حدیث موقوف: المتلاعنان لا یجتمعان ابدا ہے یعنی لعان کرنے والے میاں بیوی کبھی اکٹھا نہیں ہو سکتے۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ محض تلاعن سے فرقت واقع ہوگئی۔

احناف کی دلیل (ہمارا مذہب):

ہماری دلیل یہ ہے کہ لعان کی وجہ سے حرمت کا ثابت ہونا امساک بالمعروف کو فوت کر دیتا ہے پس شوہر پر تسریح بالاحسان واجب ہوگا مگر جب شوہر تسریح بالاحسان سے رک گیا تو قاضی عورت سے ظلم دور کرنے کی خاطر شوہر کے قائم مقام ہو کر تسریح بالاحسان (تفریق) کر دے گا پس ثابت ہو گیا کہ تفریق قاضی ضروری ہے۔ اور ہمارے مذہب کی تائید عویمر عجلانی کے قول سے بھی ہوتی ہے واقعہ یہ ہے کہ عویمر اور ان کی بیوی نے لعان کیا پھر لعان سے فراغت کے بعد مدنی آقا ﷺ کے دربار میں آکر عویمر کہنے لگے: اللہ کے رسول ﷺ اس نے اپنی بیوی کے بارے میں جو کچھ کہا سب جھوٹ ہے حضور ﷺ نے فرمایا: کہ تو پھر اس کو روک لو یعنی نکاح میں باقی رکھو۔ یہ سن کر عویمر نے کہا اگر میں اس کو روکوں تو اس کو تین طلاقیں ہیں یہ باتیں لعان کے بعد ہوئیں اور حضور ﷺ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

اگر محض لعان کرنے سے فرقت واقع ہو جاتی تو حضور ﷺ نکیر فرماتے اور فرماتے کہ اب جھٹلانے سے کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ محض لعان کرنے سے تفریق واقع ہوگئی ہے پس

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ محض لعان سے تفریق واقع نہیں ہوتی۔

حدیث سے تائید:

مذکورہ حدیث بھی احناف کے مذہب کی تائید کرتی ہے کیونکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت درج کی جس میں پہلے لعان کا واقعہ درج ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہمانے لعان کی کاروائی بیان کرنے کے بعد فرمایا: **ثم فرق بينهما** پھر رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی۔

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو سعید بن جبیر سے بھی روایت کیا ہے اور نافع سے بھی۔ نافع سے دو روایات ذکر کی ہیں ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

عن نافع ان ابن عمر اخبره ان رسول الله ﷺ فرق بين رجل و امراته قذفها و احلفها

''نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہمانے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والے مرد اور عورت کے درمیان تفریق کر دی۔

نوٹ: اس حدیث صحیحہ اور عویمر والی حدیث سے واضح ہو گیا کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی ورنہ عویمر اس کو تین طلاقیں نہ دیتے یا رسول اللہ ﷺ فرماتے: اب تین طلاقوں کی کیا ضرورت ہے تفریق تو ہو گئی۔

(د) لعان کے دوران مرد وعورت میں پانچویں مرتبہ کہے جانے والے الفاظ میں کیا فرق ہے؟

جواب:

پانچویں مرتبہ کہے جانے والے الفاظ میں فرق:

لعان کے دوران مرد وعورت میں پانچویں مرتبہ کہے جانے والے الفاظ میں فرق یہ ہے

کہ مرد پانچویں بار کہے کہ اگر وہ زنا کی اس تہمت میں جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو، اور عورت پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر یہ سچوں میں سے ہو تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو۔

السؤال الثانی **ان النبی ﷺ دخل مكة عام الفتح وعلى رأسه مغفر فلما نزعه جاءه رجل فقال ابن خطل متعلق باستار الكعبة فقال اقتلوه فقال نعم**

جواب:

(ا) ترجمہ وتشریح کریں، مطلب اچھی طرح واضح کریں

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے درآں حالیکہ آپ کے سر پر خود تھا جب آپ نے خود اتارا تو ایک شخص نے آ کر کہا کہ ابن خطل کعبہ کے پردے کو پکڑے ہوئے ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو۔

تشریح:

''مغفر'' یہ ٹوپی کے برابر زرہ کی قسم ہے جس کو ٹوپی کے نیچے پہنا جاتا ہے (اس کو اردو میں خود کہتے ہیں) یہ لوہے کا بنا ہوا ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے تم میں سے جو بھی ابن خطل کو دیکھے وہ اس کو قتل کر دے اس کے قاتل میں اختلاف ہے امام ابن اسحاق نے وثوق سے کہا ہے کہ حضرت سعید بن حریث اور حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہما دونوں اس کو قتل کرنے میں شریک تھے اور ابو واقدے سے منقول ہے کہ اس کے قاتل حضرت شریک بن عبدة العجلانی تھے اور راجح یہ ہے کہ وہ حضرت ابو برزہ تھے التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس کا قتل واجب ہو اس کو حرم پناہ نہیں دیتا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ ابن خطل کا قتل اس ساعت پر ہوا تھا جس ساعت کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہا ساعت میں میرے لئے مکہ میں قتال کو مباح

کردیا گیا ہے اور اس ساعت کے بعد مکہ کی حرمت پھر لوٹ آئی ہے اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ یہ ساعت فتح مکہ کے دن کی صبح سے عصر تک تھی۔

(ب) **من دخله كان امنا**، کے باوجود ابن خطل کو مارنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب:

ابن خطل کو قتل کرنے کی تحقیق:

من دخله كان امنا کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ وہ اسلام سے مرتد ہو چکا تھا اور اس نے اپنے مسلمان خادم کو قتل کر دیا تھا اور وہ نبی ﷺ کی ہجو کرتا تھا اور آپ کو گالیاں دیتا تھا اور اس کی دو لونڈیاں تھیں جو نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو گالیاں دیتی تھیں۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں امام مالک اور امام شافعی کی دلیل ہے کہ حرم میں اقامت حدود جائز ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اولاً تو وہ مرتد تھا ثانیاً اس کو اس ساعت میں قتل کیا گیا ہے جس میں آپ کیلئے اس کو مکہ میں قتل کرنا جائز تھا۔

(۳) ابن خطل کون تھا؟ اس نے کونسا جرم شنیع کیا تھا؟

جواب:

ابن خطل کون تھا؟ بعض نے کہا ہے کہ ابن خطل کا اصل نام عبداللہ بن خطل تھا اور بعض نے کہا عبدالعزیٰ بن خطل تھا یہ پہلے مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا لوگ اس کو ذوقلبین کہا کرتے تھے۔

ابن خطل کا جرم شنیع: (۱) ابن خطل پہلے مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا اس نے چند روز وحی کی کتابت بھی کی تھی مگر بعد میں مرتد ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے لگا

تھا اور کہتا تھا کہ محمد ﷺ جو وحی لکھاتے ہیں وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتی بلکہ خود ان کی طرف سے ہوتی ہے۔

(۲) حضور ﷺ نے اسے بطور زکوۃ جانور وصول کرنے کے لئے روانہ کیا اور ایک دوسرے صحابی کو بھی بطور معاون اس کے ساتھ روانہ کیا۔ کسی بات میں دونوں میں جھگڑا ہو گیا تو ابن خطل نے اپنے ساتھ والے کو قتل کر دیا یعنی اس نے ناحق قتل کیا تھا اور قصاص سے بچنے کے لئے تمام جانوروں کو مکہ میں لے گیا اور اسلام سے مرتد ہو گیا۔ علاوہ ازیں فتح مکہ کے دن بھی وہ ہتھیار لے کر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے نکلا تھا لیکن مسلمانوں کی فوج کا جلال و دبدبہ دیکھ کر کانپ گیا اور ہتھیار پھینک کر کعبہ شریف کے پردوں میں جا چھپا۔

السؤال الثالث عن ابن عباس رضي الله عنهما ان النبي ﷺ اريد على ابنة حمزة فقال انها لا تحل لي انها ابنة اخي من الرضاعة و يحرم من الرضاعة ما يحرم من الرحم

(۱) ترجمہ وتشریح کریں مخطوطہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب:

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے نکاح کر لیجئے! فرمایا وہ میرے لئے حلال نہیں ہے وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے اور رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

تشریح:

اس کا جواب پرچہ 2015ء میں ملاحظہ کیجئے۔

مخطوطہ عبارت کی وضاحت:

ارید علی ابنۃ حمزۃ

آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے نکاح کر لیجئے! فرمایا: وہ میرے لئے حلال نہیں وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور مجھے (یعنی حضور ﷺ) حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا ہے اور رشتے میں میری بھتیجی لگتی ہے۔

(۲) کتنا دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوگی، اختلاف ائمہ لکھیں۔

جواب: اس کا جواب پرچہ 2015ء میں ملاحظہ کیجئے۔

(۳) حدیث مذکورہ کس امام کے مذہب کی مؤید ہے؟

جواب: یہ حدیث احناف کے مذہب کی مؤید ہے کیونکہ اس میں دودھ کتنا پلایا جائے کوئی قید نہیں۔

السؤال الرابع **قال رسول اللہ ﷺ علی انقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلھا الطاعون ولا الدجال**

(۱) ترجمہ وتشریح کریں تاکہ مطلب اچھی طرح واضح ہو جائے۔

جواب:

ترجمہ: ’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں اس میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتا‘‘۔

تشریح:

’’انقاب‘‘ نقب، کی جمع ہے ابن وہب نے کہا ہے کہ انقاب داخل ہونے کے راستے ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے دروازے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے وہ راستے جس پر لوگ چلتے ہیں قرآن مجید میں ہے: **فنقبوا فی البلاد (ق:۳۶)** ’’انہوں نے

بہت سے شہروں کو کھنگال ڈالا‘‘۔

ابوالمعانی نے کہا ہے کہ نقب کا معنی ہے پہاڑ میں سوراخ کرنا، ابن سیدہ نے کہا ہے کہ جس چیز میں بھی سوراخ کیا جائے وہ نقب ہے۔ طاعون ایک وباء کا نام ہے جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ طاعون کی بیماری کی اصل وجہ ایک خوردبینی جرثومہ ہے جو ایک پسو نما کیڑے میں پرورش پاتا ہے یہ پسو زیادہ تر چوہوں اور چوہوں کی اقسام کے جانوروں میں پائے جاتے ہیں اور چوہے کی کھال کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ چمٹے ہوتے ہیں جب چوہے طاعون زدہ پسو کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں تو پسو دوسرے جانوروں یا انسانوں میں منتقل ہو جاتے ہیں یہ بیماری زیادہ تر ان ہی پسوؤں کے کاٹنے سے جنم لیتی ہے۔ طاعون دراصل جسم میں نکلنے والی گلٹیاں ہیں جو کہنیوں، بغلوں، ہاتھوں کی انگلیوں اور سارے بدن میں نکلتی ہیں۔ اس کے ساتھ سوجن ہوتی ہے اور سخت درد ہوتا ہے۔

(۲) مدینہ منورہ کے علاوہ کن شہروں میں دجال نہیں جا سکے گا؟

جواب: مدینہ منورہ کے علاوہ دجال مکہ معظمہ میں بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔

(۳) مدینہ منورہ کے فضائل اور عظمتیں تحریر کریں۔

جواب

مدینہ منورہ کے فضائل وعظمتیں:

پیارے اسلامی بھائیو، بہنو! آپ سے اگر کوئی پوچھے کہ دنیا میں بڑے بڑے شہر آباد ہیں لیکن ان میں سے خوبصورت، پر رونق اور پیارا کون سا شہر ہے؟ عام لوگ تو جو چاہیں اس کا جواب دیں مگر عشاق کا جواب یہی ہوگا کہ تمام شہروں سے پیارا خوبصورت وہ شہر ہے جہاں پیارے محبوب ﷺ آرام فرما ہیں یعنی مدینہ طیبہ۔

یہ شہر صرف مسلمانوں کو ہی پیارا نہیں بلکہ دونوں جہان کے خالق و مالک جل جلالہ کو بھی پیارا ہے اس لئے کہ ربّ العالمین اس شہر کی قسم کھاتا ہے اور قسم پیاری چیز کے نام پر کھائی جاتی ہے جیسا کہ اللہ عزوجل ہم کو پیارا ہے تو ہم اس کے نام پر قسم کھاتے ہیں۔ اللہ عزوجل کو مدینہ منورہ پیارا ہے اس لئے وہ اس کی قسم کھاتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لا اقسم بهذ البلدo وانت حلّ بهذ البلد

"میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھتا ہوں (اے حبیب مکرم) اس لئے کہ آپ اس میں تشریف فرما ہیں"۔

بعض ائمہ محدثین نے حرف "لا" کو نافیہ قرار دیا ہے اور جب لا نفی صحیح کے لئے ہو تو ترجمہ یوں ہوگا: "میں (اس وقت) اس شہر (مکہ) کی قسم نہیں کھاؤں گا (اے حبیب مکرم ﷺ) جب آپ اس شہر سے رخصت ہو جائیں گے"۔ گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے اے پیارے حبیب! جب آپ اس شہر سے چلے جائیں گے تو ہماری قسم کا موضوع بھی بدل جائے گا، پھر مکہ کی قسم نہیں کھاؤں گا بلکہ مکہ کی بجائے قسم کا موضوع مدینہ ہوگا۔

مدینہ منورہ اللہ عزوجل کو پیارا ہے۔ سرکار مدینہ ﷺ نے وقت ہجرت یہ دعا فرمائی تھی اے اللہ! تو نے مجھے اس شہر سے نکالا ہے جو مجھے محبوب تھا اب مجھے ایسی جگہ ٹھہرا جو تجھے زیادہ محبوب ہو۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے یہ دعا فرمائی تو اللہ عزوجل نے آپ کو مدینہ طیبہ ٹھہرایا۔

اللہ عزوجل کو مدینہ منورہ پیارا ہے کہ مدینہ منورہ کے ہر گلی اور کوچہ پر ایک فرشتہ کی ڈیوٹی لگادی ہے جو مدینہ شریف کی پاسبانی اور چوکیداری کرتا ہے۔ سبحان اللہ۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ پاک ہے اور گناہوں کو ایسا دور کرتا ہے جس طرح (سناروں کی بھٹی) چاندی کی میل کچیل کو دور کرتی ہے۔

تاجدارِ مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مدینہ میرا گھر ہے اور اسی میں میری قبر ہوگی اور ہر

مسلمان کا حق ہے کہ وہ اس کی زیارت کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان مدینہ کی طرف اس طرح سمٹ کر آجائے گا جس طرح سانپ اپنے سوراخ کی طرف سمٹ کر آجاتا ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ دجال مشرق کی طرف سے نکلے گا اس کے بعد وہ مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کرے گا۔ جب دجال جبل احد کے پیچھے آکر اترے گا تو فرشتے اس کو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے روک دیں گے اور اس کا منہ ملک شام کی جانب کر دیں گے اور شام میں ہی وہ ہلاک ہوگا۔

دین اسلام کا اظہار اور اعزاز کا سبب مدینہ ہے اکثر فرائض اور ارکان اسلام کا نزول مدینہ میں ہوا حضرت جبرئیل کا زیادہ نزول مدینہ میں ہوا۔ اور نبی ﷺ قیامت تک کے لئے مدینہ کو اپنا مستقر بنالیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی تم میں سے موت تک مدینہ میں رہ سکتا ہو وہ موت تک مدینہ میں رہے کیونکہ جو شخص مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

السوال الخامس عن ابی هریره قال قال رسول الله من قتل نفسه محدیدة فحدیدته فی یده یتوجأ بها فی بطنه فی دار جهنم خالدا فخلدا فیها ابدا

(ا) ترجمہ وتشریح کریں تاکہ مطلب اچھی طرح واضح ہوجائے۔

جواب:

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی ہتھیار سے خودکشی کرے تو جہنم میں وہ ہتھیار اس شخص کے ہاتھ میں ہوگا اور اس ہتھیار سے جہنم میں وہ شخص خود کو زخمی کرتا رہے گا"۔

تشریح:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کیا، دوزخ میں اس کے ہاتھ میں وہ ہتھیار ہوگا اور وہ دوزخ میں ہمیشہ اس ہتھیار کو اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کیا وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ اپنے آپ کو گرا کر ہلاک کرتا رہے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو زہر سے ہلاک کیا وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ زہر چاٹتا رہے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان جس طریقہ سے خودکشی کرے گا اسی کی مثل طریقہ سے اس کو دائماً عذاب ہوتا رہے گا اور اس کی مغفرت نہیں ہوگی لیکن ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خودکشی کرنے والے کی بھی مغفرت ہوجائے گی۔

ایک شخص زخمی تھا اس نے خود کو قتل کر لیا تھا تو اللہ عزوجل نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان نکالنے میں مجھ پر سبقت کی میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا لیکن قرآن مجید میں ہے: **اِنَّ اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء** (النساء:116)

"بے شک اللہ اس کو معاف نہیں فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لئے چاہے گا معاف فرمادے گا"۔ معلوم ہوا کہ شرک کے علاوہ اللہ ہر گناہ کو چاہے گا معاف فرمادے گا۔

(ب) خودکشی کیوں حرام ہے؟ خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھا جائے یا نہ؟

جواب:

خودکشی حرام ہونے کی وجہ:

خودکشی اس وجہ سے حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اذیت اور تکلیف دینے

سے منع فرمایا ہے اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ منع فرمائے وہ عمل حرام ہوتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے شراب، سود وغیرہ کو حرام کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے اور ایک حدیث میں بندے نے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے جس کی وجہ سے اس کا انتقال ہوگیا ایک ساتھی نے خواب میں پوچھا کہ تو نے اپنے ہاتھوں کو کیوں لپیٹے ہوئے ہو تو اس نے کہا مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ جس چیز کو تو نے خود بگاڑا ہے ہم اس کو درست نہیں کریں گے۔

تو اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ انسان اپنے جسم کے اعضاء کا مالک نہیں وہ ان کو کاٹ نہیں سکتا کیونکہ جس شخص نے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے اس کو عذاب ہوا اور جب انسان اپنے جسم کے اعضاء کو کاٹ نہیں سکتا تو اپنی پوری ذات کو کیسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔

خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ کا حکم:

جس نے خودکشی کی ہو اس کی نماز جنازہ مسلمانوں پر پڑھنا واجب اور اس کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے اگر بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کر دیا گیا تو جن لوگوں کو اس کی لاش برآمد ہونے کا علم ہوا سب گناہ گار ہوئے، توبہ کریں۔ (فتاویٰ عالمگیری، مصری، جلد اول صفحہ 152)

من قتل نفسه عمدا يصلى عليه عند ابى حنيفة و محمد رضى الله عنهما وهو الاصح كذا فى التبيين

نوٹ: خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے اس کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے لیکن کسی بڑے عالم کو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

(ج) کیا خودکشی کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے؟ اگر نہیں تو حدیث میں ان الفاظ "خالداً مخلداً ابداً" کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

خودکشی پردائمی عذاب کی وعید کی توجیہ:

خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہےاور گناہ کبیرہ کفر نہیں ہےاوراس کے ارتکاب سے انسان دائمی عذاب کا مستحق نہیں ہوتا پھر خودکشی کرنے والا جہنم کے عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ کس وجہ سے رہے گا؟ اس اعتراض کے دو جواب ہیں: (۱) جس شخص نے خودکشی کا فعل حلال سمجھ کر کیا حالانکہ اس کو خودکشی کے حرام ہونے کا علم تھا وہ کافر ہو جائے گا اور کافر کے لئے دائمی عذاب ہے۔ (۲) اس حدیث میں خلود سے مراد مدّت طویل ہے یعنی وہ شخص طویل مدت تک عذاب میں مبتلا رہے گا۔

جس شخص نے خودکشی کی یا کسی معصیت کبیرہ کا ارتکاب کیا اور توبہ کئے بغیر مر گیا تو وہ کافر نہیں ہے اور اس کا جہنمی ہونا قطعی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے جیسا کہ سورۃ النساء میں اللہ عزوجل نے فرمایا:

اِنَّ الله لا يغفر ان يشرک به و يغفر ما دون ذالک لمن يشاء (النساء:116)

''بے شک اللہ اس کو معاف نہیں فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لئے چاہے گا معاف فرمادے گا''۔

نوٹ: اس سے یعنی آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل شرک کے علاوہ ہر (صغیر ہو کا کبیرہ) گناہ اگر چاہے گا تو معاف کردے گا۔

الاختبارى السنوى النهائى تحت اشراف تنظيم المدارس اهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية و الاسلامية (السنة الثانية للبنات)

الموافق سنة 1435هجرى، 2014ء، الوقت المحدود: ثلاث ساعات

الورقة الثالثة: جامع الترمذى مجموع الارقام، 100

الملاحظه: السؤال الأول اجبارى ولک الخيار فى البواقى أن تجيبى عن الاثنين

السؤال الاول عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْكَافِرُ يَأْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ وَّ الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِيْ مِعًى وَاحِدٍ

(الف) ترجمہ کریں اور کلمات حدیث پر درست حرکات وسکنات لگائیں۔

جواب:

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے''۔

(ب): اس حدیث پاک میں کافر اور مومن کے کھانے میں جو فرق بیان کیا گیا ہے اس کی وضاحت کریں اور فرق کی وجہ بتائیں۔

جواب:

مومن کا ایک آنت میں اور کافر کا سات آنتوں میں کھانا:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد اس معین کافر کے بارے میں تھا ایک قول یہ ہے کہ آپ نے یہ بطور تمثیل بیان فرمایا ہے ایک قول یہ ہے کہ آپ کی مراد یہ ہے کہ مومن درمیانہ روی سے کھاتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ مومن کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھتا ہے اس لئے اس کے کھانے میں شیطان شریک نہیں ہوتا اور کافر بسم اللہ نہیں پڑھتا اس لئے

اس کے کھانے میں شیطان شریک ہو جاتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حکم بعض مومنوں اور بعض کافروں کے بارے میں ہو، ایک قول یہ ہے کہ سات آنتوں سے مراد کافر کی سات صفات ہیں: حرص، لالچ، لمبی امید، طمع، بدخلقی، حسد اور موٹاپا۔ ایک قول یہ ہے کہ مومن سے مراد مومن کامل ہے جو شہوات سے مجتنب ہو اور سد رمق کے لئے کھاتا اور مختار قول یہ ہے کہ بعض مسلمان ایک آنت میں کھاتے ہیں اور اکثر کفار سات آنتوں میں کھاتے ہیں۔

علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ دنیا سے کم حصہ لیا جائے اور قلیل مقدار پر قناعت کی جائے اور انسان کے محاسن اخلاق سے یہ چیز ہے کہ وہ کم کھاتا ہو۔ حضرت ابن عمر نے بسیار خور کو اپنے ہاں آنے سے اس لئے منع فرمایا تھا کہ اس کی یہ خصلت کفار کے مشابہ تھی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص سات بکریوں کا دودھ پی گیا اور اسلام لانے کے بعد صرف ایک بکری کا دودھ پی سکا۔

(ج) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر مضمون لکھیں۔

جواب:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

علم حدیث کی اس کتاب کے مصنف، امام ابوعیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک ترمذی ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث کے اُن ماہرین میں سے ایک ہیں، علم حدیث میں جن کی پیروی کی جاتی ہے۔ اُن کی تصنیف "جامع ترمذی" کو علم حدیث کا تیسرا بڑا ماخذ سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض محققین نے سنن ابوداؤد کو جامع ترمذی پر ترجیح دی ہے تاہم عام طور پر اہل علم کے نزدیک صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد جامع ترمذی ہی علم حدیث کی سب سے مستند کتاب ہے۔

پیدائش:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ 209ھ میں وسط ایشیاء کے شہر "بلخ" کے نواحی قصبہ "ترمذ" میں پیدا ہوئے، امام ترمذی رحمہ اللہ کا "اسم منسوب" ان کے اسی وطن مالوف کی نسبت سے ہے۔

اساتذہ و مشائخ:

امام ترمذی رحمہ اللہ نے علم حدیث کی طلب میں عراق، خراسان، حجاز کے مختلف بلاد و امصار کا سفر کیا اور اپنے زمانے کے تمام اکابر محدثین سے اخذ و استفادہ کیا۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں سے چند ایک کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (صحیح بخاری کے مؤلف) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی "جامع" میں امام بخاری رحمہ اللہ کے حوالہ سے پچاس روایات نقل کی ہیں۔

(۲) امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری (صحیح مسلم کے مؤلف) امام ترمذی علیہ الرحمہ نے اپنی "جامع" میں امام مسلم رحمہ اللہ کے حوالہ سے صرف ایک روایت نقل کی ہے۔

(۳) امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی (سنن الدارمی کے مؤلف) امام ترمذی نے اپنی جامع میں امام دارمی کے حوالہ سے 59 روایات نقل کی ہیں۔

ان کے علاوہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے دیگر بہت سے مشائخ سے استفادہ کیا ہے۔

تلامذہ و مسترشدین:

امام ترمذی رحمہ اللہ سے ایک خلق کثیر نے استفادہ کیا۔ امیر المومنین فی الحدیث، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری نے بھی امام ترمذی رحمہ اللہ سے بعض احادیث کا سماع کیا ہے، جس کی تصریح خود امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی میں کی ہے۔ اس کے علاوہ ابوحامد احمد بن عبداللہ مروزی، احمد بن یوسف نسفی، ابوحارث اسد بن حمدویہ، داؤد بن نصر بزودی، محمد بن مکی، محمد بن منذر رہروی اور دیگر بہت سے افراد امام ترمذی رحمہ اللہ کے تلامذہ کی صف میں شامل ہیں۔

ثنائے علماء:

اکابر محدثین نے امام ترمذی رحمہ اللہ کو بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا ہے، امام حاکم، عمر بن ملک کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، جب امام بخاری کا انتقال ہوا تو انہوں نے خراسان میں علم، پرہیزگاری، زہد میں امام ترمذی رحمہ اللہ کے پایہ کا کوئی شخص نہیں چھوڑا۔ شیخ ادریس فرماتے ہیں: امام ترمذی رحمہ اللہ ان ائمہ میں سے ایک ہیں، علم حدیث میں جن کی پیروی کی جاتی ہے۔

تصانیف:

امام ترمذی رحمہ اللہ نے بہت سی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن کا اجمالی تعارف درج ذیل ہے: (۱) جامع ترمذی، علم حدیث کا مشہور ماخذ ہے، (۲) کتاب العلل: اس میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے احادیث کے سند یا متن میں موجود خفیہ علتوں کی نشاندہی کی ہے، اس نام سے مصنف نے دو کتابیں مرتب کی ہیں: العلل الکبیر اور العلل الصغیر۔ (۳) الشمائل المحمدیہ: یہ کتاب ''شمائل ترمذی'' کے نام سے مشہور ہے، جس میں نبی اکرم ﷺ کے شمائل سے متعلق روایات اکٹھی کی گئی ہیں۔

وفات:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 70 سال کی عمر میں، 13 رجب المرجب 279ھ میں ترمذ میں ہوا اور وہیں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔

السؤال الثانی كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ

(الف) ترجمہ کریں اور کلمات حدیث پر درست حرکات وسکنات لگائیں۔

جواب:

ترجمہ: ''نبی اکرم ﷺ میٹھی چیز اور شہد کو پسند کرتے تھے''۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کی تشریح کریں کہ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:

لفظ ''حلواء'' کی تحقیق وتشریح:

الحلواء بالمد والقصر دونوں لغت ہیں۔ امام اصمعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو قصر اور یاء کے ساتھ لکھا جاتا ہے اور امام فراء رحمہ اللہ کے نزدیک بالالف الممدود ہے۔ امام لیث رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اکثر لوگوں کی رائے یہ ہے کہ حلواء بالمد پڑھا جائے اور اس کا اطلاق ہر کھانے والی میٹھی چیز پر ہوتا ہے اور امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا کہ حلوے کا اطلاق ایسی میٹھی چیز پر ہوتا ہے جس کے بنانے میں انسان کو عمل دخل ہو۔ ابن سیدہ رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ حلوہ اس کھانے کو کہتے ہیں جس میں میٹھی چیز ڈال کر بنایا گیا ہو اور کبھی اس کا اطلاق پھلوں پر بھی ہوتا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہاں پر حلوے سے مراد ہر میٹھی چیز ہے اور شہد تذکرہ شرافۃً وکرامۃً ہے گویا یہ ذکر الخاص بعد العام کے قبیلہ سے ہے۔ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شہد اور حلوہ طعام طیبات میں سے ہیں کہ جن کے کھانے کا حکم قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے: **قال اللہ تعالیٰ: کلوا من الطیبات** نیز سے اس شخص کے قول کی بھی تائید ہوتی ہے جس نے طیبات کی تفسیر مستلذات سے کی ہے کیونکہ حلوہ اور شہد دونوں لذیذ چیزیں ہیں۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا حلوہ کو پسند فرمانا کثرت خواہش کی بناء پر نہیں تھا کہ خدانخواستہ آپ ﷺ کو حلوہ کھانے کی خواہش ہوتی اور آپ ﷺ اس کو پکوا کر کھاتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کے سامنے حلوہ پیش کیا جاتا تو آپ ﷺ پسند فرماتے اور اچھی طرح تناول فرماتے تھے۔

(ج) کھانے میں حضور ﷺ کی چار پسندیدہ چیزوں کے نام لکھیں۔

جواب:

حضور ﷺ کی کھانے میں پسندیدہ چیزیں:

(۱) ثرید، (۲) دستی کا گوشت، (۳) خربوزہ کو تر کھجور کے ساتھ کھانا (خربوزہ کی جگہ بعض لوگوں نے تربوز کہا ہے)، (۴) ککڑی کھجور کے ساتھ کھاتے تھے، (۵) سرکہ، (۶) کدو شریف۔

السؤال الثالث اَنَّ حُذَیْفَۃَ اسْتَسْقٰی فَاَتَاہُ اِنْسَانٌ بِاِنَاءٍ مِّنْ فِضَّۃٍ فَرَمَاہُ بِہٖ وَقَالَ اِنِّیْ کُنْتُ قَدْ نَھَیْتُہٗ فَاَبٰی اَنْ یَّنْتَھِیْ

(الف) ترجمہ کریں اور کلمات حدیث پر درست حرکات وسکنات لگائیں۔

جواب

ترجمہ: ”حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا ایک آدمی چاندی کے برتن میں ان کے لئے پانی لے کر آیا، انہوں نے اسے پھینک دیا اور بتایا کہ میں نے اسے منع کیا تھا لیکن یہ نہیں مانا“۔

(ب) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے وہ برتن اس شخص کی طرف کیوں پھینکا؟ حالاں کہ اسے سمجھا دینا چاہیے تھا، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے برتن پھینکنے اور نہ سمجھانے کی وجہ حدیث کے اندر ہی موجود ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں: انی کنت قد نہیتہ فابی کہ میں نے اس کو منع کیا لیکن اس شخص نے انکار کر دیا۔ اس وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے چاندی کے برتن میں پانی لانے والے کی طرف غصے سے برتن کو پھینک دیا تاکہ شریعت پر عمل کیا جائے کیوں کہ شریعت نے سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے سے منع کیا ہے لہٰذا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سمجھانے اور منع کرنے کے باوجود جب وہ شخص نہ مانا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سخت ناراضگی اور غصہ کے اظہار کے لئے برتن پھینک دیا۔

(ج) سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب

سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے کے بارے میں شرعی حکم:

عن ام سلمۃ ان رسول اللہ ﷺ قال الذی یاکل و یشرب فی آنیۃ الفضۃ انما یجرجر فی بطنہ نار جھنم

”ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سونے، چاندی کے برتنوں میں کھاتا اور پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ کھولاتا ہے۔

”آنیہ“ جمع ہے اناء کی، بمعنی برتن۔ آنیہ کے معنی ہوئے برتنوں، بروزن افعلۃ، جمع قلت ہے، یجرجر بنا ہے جرجرۃ سے۔ بمعنی شیر کی آواز، اب ہانڈی میں پانی کھولنے کی آواز کو جرجرہ کہتے ہیں۔ بعض چاندی کے برتنوں میں پینا، کھانا آگ جہنم پیٹ میں بھرنے کا سبب ہے۔ اس لئے اس طرح فرمایا گیا خیال رہے کہ آگ خود نہیں کھولتی بلکہ پانی کو کھولاتی ہے، یہاں کھولنے ابلنے کی نسبت آگ کی طرف مجازاً ہے جیسی جری النھر۔ تمام علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ سونے چاندی کے برتن میں کھانا، پینا اس کے چمچے استعمال کرنا اس کی انگیٹھی میں خوشبو سلگانا، اس کی عطر دانی سے عطر لگانا، اس کے برتن سے وضو یا غسل کرنا، اس کے برتنوں سے چھت یا گھر سجانا اس کی گھڑی میں وقت دیکھنا، اس کے قلم سے لکھنا، مرد وعورت، چھوٹے بڑے سب کو حرام ہے۔ امام شافعی کا قول قدیم یہ تھا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا، پینا مکروہ ہے داؤد ظاہری کا قول ہے کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کچھ پینا حرام ہے۔ ان میں کھانا اور اس طرح استعمال کرنا بالکل درست ہے مگر داؤد کا یہ قول باطل ہے مردود ہے۔

نوٹ: تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ تمام مردوں اور عورتوں پر سونے اور چاندی

کے برتنوں کو استعمال کرنا حرام ہے البتہ داؤد ظاہری اور امام شافعی کا قول قدیم اس کے خلاف ہے اور یہ دونوں قول مردود ہیں کیوں کہ یہ دونوں قول نصوص صریحہ اور اجماع کے خلاف ہیں، نیز امام شافعی نے اپنے قول قدیم سے رجوع کرلیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا، پینا، ان میں دھونی دینا، ان میں بول و براز کرنا غرض ان میں ہر قسم کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے۔ سونے چاندی کی ہر چیز مردوں اور عورتوں پر حرام ہے البتہ عورتوں کے لئے سونے اور چاندی کے زیورات کو استعمال کرنا جائز ہے اگر کسی شخص نے سونے یا چاندی کے برتن سے وضو کیا تو وہ گناہ گار ہوگا لیکن اس کا وضو صحیح ہوگا، اسی طرح اگر کسی نے سونے یا چاندی کے برتن میں کھایا تو وہ گناہ گار ہوگا لیکن وہ کھانا حرام نہیں۔

السؤال الرابع

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَهُوَ قَائِمٌ

(الف) ترجمہ کریں اور کلمات حدیث پر درست حرکات وسکنات لگائیں۔

جواب:

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر آبِ زم زم پیا تھا۔

(ب) سرکارِ دو عالم ﷺ نے آبِ زم زم کھڑے ہو کر پیا حالاں کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔ دونوں حدیثوں میں موافقت کیسے ہوگی اور ہمارے لئے زمزم پینے کے سلسلے میں کیا حکم ہے؟

جواب:

دونوں حدیثوں میں موافقت:

(۱) اصل یہ ہے کہ کوئی بھی چیز ہو (پینے والی) اس کو بیٹھ کر پینا چاہیے چاہے پانی ہو، دودھ ہو، شربت یا کوئی اور چیز مثلاً لسی، جوس وغیرہ سوائے تین پانیوں کے، کہ وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں: (۱) آبِ زم زم، (۲) وضو کا بچا ہوا پانی، (۳) بزرگوں کا پس خوردہ یعنی جھوٹا پانی۔

ان تین پانیوں کو کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے کہ ان کے بارے میں احادیث بھی آتی ہیں جیسا کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی پی ہوئی لسی کا بچا ہوا حصہ کھڑے ہو کر پیا اور جس طرح آبِ زم زم کے بارے میں ہے کہ حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر پیا۔

نوٹ: اور جن احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے کے بارے میں آیا وہ عمل حضور ﷺ نے بطور جواز کیا تا کہ اپنی امت کو دشواری سے بچایا جائے اور میری امت جو بھی عمل کرے وہ میری سنت کے مطابق ہو۔

(۲) دوسری تطبیق یہ بھی ہے کہ پانی پینے کے سلسلے میں دو روایات ہیں، پہلی روایت سے پانی کھڑے ہو کر پینا جائز ثابت ہوتا ہے جبکہ دوسری روایت سے اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ دونوں روایات میں تطبیق (موافقت) کی صورت یہ ہے کہ پہلی روایت میں آبِ زم زم کا حکم بیان کیا گیا ہے جبکہ دوسری روایت میں عام پانی کا حکم بیان ہوا ہے لہٰذا دونوں روایات میں تناقض تضاد باقی نہ رہا یعنی زمزم کھڑے ہو کر پیا جائے لیکن دوسرا یعنی عام پانی بیٹھ کر پیا جائے گا۔

(۳) امام ترمذی نے حدیث پاک سے پانی کھڑے ہو کر پینے کی اباحت و جواز کو ثابت فرمایا ہے لیکن بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے زمزم اس لئے کھڑے ہو کر نوش فرمایا تھا کہ وہاں کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں آپ ﷺ بیٹھ جاتے نیز بعض نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے حج کے موقع پر اس لئے کھڑے ہو کر پانی پیا تا کہ سب لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بھی سننِ حج میں سے ہے بعض محدثین نے فرمایا کہ دراصل آبِ زمزم سراسر شفاء ہے طبی لحاظ سے کھڑے

ہو کر پینا مضر نہیں ہے۔ بخلاف دوسرے پانی کھڑے ہو کر پینے میں نقصان ہے بعض حضرات نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر اس لئے نوش فرمایا تا کہ یہ بابرکت پانی اچھی طرح اندرون بدن میں پہنچ جائے اور اس کے اثر سے پورا بدن متبرک ہو جائے چنانچہ علماء نے فرمایا کہ وضو کا بچا ہوا پانی اور آب زمزم کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے کہ یہ دونوں پانی متبرک ہیں۔

ہمارے لئے آبِ زمزم پینے کا حکم:

ہمارے لئے آبِ زمزم کھڑے ہو کر پینا سنت ہے یہ بھی سنت ہے کہ آب زمزم کھڑے ہو کر پیئے تعظیم کے لئے۔ اس پانی (آب زمزم) کی دو وجہ سے تعظیم ہے ایک یہ کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی زمین پر رگڑنے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ دوسرے یہ کہ اس میں حضور نبی کریم ﷺ کا لعاب شریف ملا ہوا ہے کہ ایک بار حضور ﷺ نے زمزم پی کر باقی پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔

زم زم پینے والے کو چاہیے کہ وہ قبلہ رو کھڑا ہو اور بسم اللہ پڑھ کر حصولِ مقصد کی نیت سے تین سانس میں خوب شکم سیر ہو کر پیئے اور فارغ ہو کر الحمد اللہ اور صدق دل اور یقین کامل کے ساتھ یہ دعا پڑھے:

اللھم انی اسئلک علما نافعا و قلبا خاشعا و دعاء مستجابا اللھم انی اسئلک من الخیر کلہ عاجلہ و آجلہ ما علمت منہ و مالم اعلم واعوذبک من الشرّ کلہ عاجلہ و آجلہ ما علمت منہ وما لم اعلم

(ج) آب زم زم کہاں ہے؟ اس کی ابتداء کیسے اور کب ہوئی؟

جواب:

آب زم زم کہاں ہے؟ آب زم زم کا کنواں مکہ مکرمہ میں ہے۔

ابتداء کیسے اور کب ہوئی:

آب زم زم کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ جب سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچپن میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک چٹیل میدان میں چند کھجوروں اور تھوڑے سے پانی کے ساتھ چھوڑ کر واپس آگئے جب پانی اور کھجوریں ختم ہو گئیں اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا دودھ بھی خشک ہو گیا تو آپ پانی کی تلاش میں نکلیں کبھی صفا پر کبھی مروہ پر۔ لیکن بچے کو کوئی درندہ نقصان نہ پہنچا دے بار بار اسماعیل علیہ السلام کو دیکھتیں، اسی طرح آپ نے سات چکر مکمل کر لئے۔ پھر کیا ہوا وہی ہوا جو منظور خدا تھا کہ رب تعالیٰ نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی ننھی ننھی ایڑیاں جو پیاس کی وجہ سے زمین کو بار بار چھو رہی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایڑیاں لگ رہی تھیں وہاں سے پانی کا چشمہ جاری کر دیا تو اس طرح اس پانی (زمزم) کی ابتداء ہوئی۔

نوٹ، ایک اور علمی بات:

بئر زمزم مشہور کنواں ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کی یادگار ہے یہ کنواں جرہم کے زمانے میں متعدد بار ان کی ناقدری کی بناء پر خشک بھی ہوا اور جب انہوں نے توبہ و استغفار کیا تو جاری بھی ہوتا رہا یہاں تک کہ عبدالمطلب کے زمانہ میں یہ کنواں گم بھی ہو گیا تھا پھر کسی خواب کی بناء پر اس کا پتہ لگا اور اس کو کھدوا کر صاف کیا گیا [illegible] یہ جاری و ساری ہے علامہ حربی نے فرمایا ہے کہ زمزم کے معنی متحرک ہونے کے ہیں بعض فرماتے ہیں کہ اس کے معنی رکنے اور روکنے کے ہیں بعض نے اس کے معنی جماعت اور جتھے کے بیان کئے ہیں۔ ابن ہشام نے فرمایا کہ مجتمع ہونے کی وجہ سے اس کو زمزم کہا جاتا ہے۔

السؤال الخامس عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا حَائِضٌ

(الف) ترجمہ کریں اور کلماتِ حدیث پر درست حرکات وسکنات لگائیں۔

جواب:

ترجمہ: "روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سر پر کنگھی کرتی تھی حالاں کہ میں حائضہ ہوتی تھی"۔

(ب) اس حدیث شریف سے دو مسئلے (پہلا "ارجل" سے اور دوسرا "انا حائض" سے) ثابت ہوتے ہیں، دونوں کی وضاحت کریں۔

جواب:

تشریح:

اس حدیث میں حضور ﷺ کے اعتکاف میں بیٹھنے اور اپنا سر مبارک مسجد سے نکالنے اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ کے سر کو دھونے، کنگھی کرنے وغیرہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حالت حیض میں ہوتی تھیں اس کے باوجود حضور ﷺ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کنگھی نیز سر پر تیل لگانے اور سر دھونے کے لئے فرما دیتے تھے اور اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کر دیتی تھیں تو اس سے بہت سے مسئلے معلوم ہوئے:

مسئلہ نمبر۱۔ حالت اعتکاف میں اپنے بعض اعضا مسجد سے باہر نکال دینا، کنگھی کرانا، سر میں تیل لگوانا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۲۔ حالتِ حیض میں عورت کا جسم پاک ہوتا ہے وہ ناپاکی حکمی ہے، لہٰذا عورت کے جسم کو چھونا یا عورت کا اپنے شوہر کو چھونا جائز ہے۔

(ج) حضور ﷺ کے بال مبارک کتنے بڑے تھے؟

جواب

حضور ﷺ کے سر کے موئے مبارک:

حضور ﷺ کے سر کے بالوں کی لمبائی کانوں کے درمیان تک اور دوسری روایت میں کانوں تک اور تیسری روایت میں کانوں کی لَو تک تھی ان کے علاوہ کندھوں تک یا کندھوں کے قریب تک کی روایتیں بھی ہیں۔ (شمائل ترمذی)

ان سب روایتوں میں باہمی مطابقت اس طرح ہے کہ آپ ﷺ کبھی تیل لگاتے یا کنگھی فرماتے تو بال دراز ہو جاتے ورنہ اس کے برعکس رہتے یا پھر ترشوانے سے پہلے اور بعد میں ان میں اختصار وطول ہوتا رہتا۔

مواہب اللدنیہ میں اور اس کے موافق مجمع البحار میں یہ مذکور ہے کہ جب بالوں کو ترشوانے میں طویل وقفہ ہو جاتا تو بال لمبے ہو جاتے اور جب ترشواتے تو چھوٹے ہو جاتے تھے اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ بالوں کو ترشواتے تھے منڈواتے نہ تھے لیکن حلق منڈوانے کے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ حج اور عمرہ کے دو موقعوں کے سوا بال نہیں منڈواتے تھے۔ (مدارج النبوۃ)

سر منڈانے میں آپ ﷺ کی سنت یہ ہے کہ یا تو سارا سر منڈواتے یا سارے بال رہنے دیتے اور ایسا نہ کرتے کہ کچھ حصہ منڈواتے اور کچھ رہنے دیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ مونچھیں ترشواتے تھے۔

نوٹ: سر کے جو بال کان کی گدیا تک پہنچیں وفرہ کہلاتے ہیں اور جو کان وکندھوں کے درمیان ہوں انہیں جمہ کہا جاتا ہے اور اگر کندھوں تک پہنچ جائیں تو لمہ ہیں حضور نبی کریم ﷺ کے بال شریف کبھی وفرہ ہوتے تھے کبھی جمہ، کبھی لمہ۔

الاختباری السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس اهل السنة باکستان
شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية (السنة الثانية للبنات)
الموافق سنة 1435هجری، 2014ء، الوقت المحدود: ثلاث ساعات

الورقة الرابعة: السنن لابی داؤد مجموع الارقام، 100

الملاحظه: السؤال الأول اجباری ولک الخیار فی البواقی أن تجیبی عن الاثنين فقط
نوٹ: پہلا سوال لازمی ہے، باقیوں میں سے کوئی سے دوسوال حل کریں۔

السؤال الاول عَنْ عَامِرِبْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَرِضَ مَرَضًا اَشْفٰى فِيْهِ فَعَادَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ مَالًا كَثِيْراً وَلَيْسَ يَرِثُنِیْ اِلَّا اِبْنَتِیْ اَفَاَتَصَدَّقُ بِالثُّلُثَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَبِالشَّطْرِ قَالَ لَا قَالَ فَالثُّلُثِ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّکَ اِنْ تَتْرُکَ وَرَثَتَکَ اَغْنِيَآءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَاِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتّٰى اللُّقْمَةِ تَدْفَعُهَا اِلٰى فِیْ امْرَأَتِکَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَخَلَّفُ عَنْ هِجْرَتِیْ قَالَ اِنَّکَ اِنْ تَخْلُفْ بَعْدِیْ فَتَعْمَلَ عَمَلاً تُرِيْدُ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ لَا تَزْدَادُ بِهٖ اِلَّا رِفْعَةً وَدَرَجَةً لَعَلَّکَ اِنْ تُخْلَفُ حَتّٰى يَنْتَفِعُ بِکَ اَقْوَامٌ وَيَغْتَرِبُکَ اٰخَرُوْنَ ثُمَّ قَالَ قَالَ اَللّٰهُمَّ امْضِ لِاَصْحَابِیْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدُّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ

(الف) مذکورہ عبارت پر درست حرکات وسکنات لگائیں۔

(ب) حدیث مبارک کا اردو میں ترجمہ تحریر کریں۔

جواب:

ترجمہ: عامر بن سعید سے روایت ہے کہ ان کے والد ماجد نے فرمایا: میں سخت بیمار پڑا تھا جس سے شفاء ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت فرمائی۔ میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! بے شک میرے پاس کافی مال ہے اور ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں، کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کی نصف فرمایا نہیں۔ عرض گزار ہوا کہ تہائی؟ فرمایا: کہ تہائی سہی لیکن تہائی بھی زیادہ ہے اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ دو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں تنگ چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم ان پر خرچ نہیں کرتے مگر اس کا تمہیں ثواب دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں دیتے ہو عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! کیا میں اپنی ہجرت کے باوجود پیچھے چھوڑ دیا جاؤں گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میرے بعد پیچھے رہے تو رضائے الٰہی کے کام کرو گے جن سے تمہاری رفعت اور درجات میں اضافہ وہ گا شاید تم پیچھے رہ جاؤ اور کتنے ہی لوگ تم سے فائدہ اٹھائیں اور کتنے ہی لوگوں کو نقصان پہنچے۔ پھر دعا فرمائی: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو پورا فرما اور انہیں واپس نہ لوٹا ان کی ایڑیوں پر۔

(ج) ما هی الوصية عرفيها واکتبی حکمها الشرعی ووضحیی هل یجوز الوصية للوارث امره؟

وصیت کی تعریف اور حکم شرعی بیان کریں۔ نیز اس بات کی بھی وضاحت کریں کہ کیا ورثاء کے لئے وصیت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب

علامہ نووی نے لکھا ہے وصیت کو وصیت اس لئے کہتے ہیں کہ وصیت کا معنی اتصال

ہے، اور وصیت کو وصیت اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ میت کے معاملات کے ساتھ متصل ہوتی ہے کہ وہ وصیت کی وجہ سے اپنی زندگی کے معاملات کو زندگی کے بعد کے ساتھ متصل کر دیتا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: ازہری نے کہا ہے کہ جب کسی شے کو متصل کر دیں تو کہتے ہیں میں نے اس چیز کی وصیت کی اور اس کی مناسبت یہ ہے کہ وصیت کے سبب سے میت اپنی زندگی کے معاملات کو مابعد الموت کے ساتھ متصل کر دیتا ہے علامہ عینی کہتے ہیں کہ وصیت کا شرعی حکم ہے تملیک مضاف الی مابعد الموت ''موت کے بعد کسی کو کسی چیز کا مالک بنانا''۔

وصیت کی اقسام:

علامہ شامی نے وصیت کی چار اقسام بتائی ہیں۔

ا۔ واجب:

انسان اللہ کے جن حقوق کو ادا نہیں کر سکا ان کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے مثلاً جتنے سالوں کی زکوۃ ادا نہیں کی، یا حج نہیں کیا تو ان کے متعلق وصیت کرے یا اس سے نمازیں اور روزے چھوٹ گئے جن کی قضاء نہیں کی ان کے فدئے کے بارے میں وصیت کرے یا مالی کفارے ادا نہیں کئے، ان کے لئے وصیت کرے، اسی طرح انسان جن بندوں کے حقوق ادا نہیں کر سکا ان کے متعلق وصیت کرے مثلاً کسی کا قرض دینا ہے جس کا کسی کو پتہ نہیں، کسی کی امانت لوٹانی ہے، کسی کی کوئی چیز غصب کر لی تھی اس کو واپس کرنا ہے، اس قسم کی وصیت کرنا واجب ہے۔

۲۔ مستحب: دینی مدارس، مساجد، علماء، دینی طلبہ، غریب قرابت داروں اور دیگر امورِ خیر کے لئے وصیت کرنا مستحب ہے۔

۳۔ مباح: امیر رشتہ داروں اور دنیا والوں کے لئے وصیت کرنا مباح ہے۔

۴۔ مکروہ: فساق اور فجار کے لئے وصیت کرنا مکروہ ہے۔

نوٹ: اپنے وارثوں کے علاوہ بندہ اپنے مال سے شرعی نقطہ نظر سے اپنے مال میں سے تہائی مال کی وصیت کر سکتا ہے۔

اپنے ورثاء کے لئے وصیت کرنے کا حکم:

شرجیل بن مسلم سے روایت ہے کہ حضرت ابوامامہ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیا ہے لہٰذا وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت میراث نے ورثاء کے لئے وصیت کے حکم کو منسوخ کر دیا۔

(د) ماهی الكلالة، المطلوب منك التعريف والتمثيل

کلالہ کسے کہتے ہیں تعریف و تمثیل کے ذریعہ متعین فرمائیں۔

جواب

وضاحت نمبر 1:

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ کلالہ کی تفسیر میں علماء کے کئی قول ہیں (۱) اس میت کے وارثوں کو کلالہ کہتے ہیں جس کی اولاد ہو نہ والد۔ (۲) کلالہ اس میت کو کہتے ہیں جس کا والد ہو نہ اولاد یہ تفسیر حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول ہیں۔ (۳) جس ورثہ میں اولاد اور والد نہ ہوا نہیں کلالہ کہتے ہیں۔ (۴) مالِ موروث کو کلالہ کہتے ہیں۔

وضاحت نمبر 2:

کلالہ ایسے مرد اور ایسی عورت کو کہتے ہیں جس کے نہ باپ دادا اوپر تک ہوں اور نہ ہی

اس طرح کی کوئی اولاد یا مذکر اولاد کی اور اولاد نیچے تک ہو۔ اگر کوئی کلالہ ہو یعنی نہ اس کے باپ دادا میں سے کوئی ہو اور نہ کوئی اولاد یا مذکر اولاد کی اولاد میں ہو۔ اور اس کے اخیافی بھائی بہن ہوں تو اس کو ترکہ ملے گا ایک ہو تو سدس ملے گا: قرآن پاک میں ہے:

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ لَّهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

اس آیت میں اخ اور اخت سے بالاجماع اخیافی بھائی بہن مراد ہے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے (وَلَهٗ اَخٌ اُخْتٌ مِنَ الْاُمِّ) آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مرد یا عورت کے ورثاء میں اس کے باپ یا اولاد نہ ہو بلکہ صرف ایک اخیافی بھائی یا بہن ہو تو اس کو سدس ملے گا۔

السؤال الثاني **أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَحْتَ الشَّجَرَةِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرَ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَيْسَ عَلٰى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيْمَا لَا يَمْلِكُهُ**

(الف) : شکلی کلمات الحدیث و ترجمیها الی الاردیة

کلماتِ حدیث پر حرکات وسکنات لگائیں اور اردو ترجمہ کریں۔

جواب

حرکات وسکنات اوپر سوال میں لگا دی گئی ہیں۔

ترجمہ: ”ابو قلابہ نے حضرت ثابت بن ضحاک سے روایت کی ہے جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت رضوان کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اسلام کے سوا کسی اور دین وملت کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ اس طرح ہے جیسا اس نے کہا اور جس نے کسی چیز کے ساتھ اپنے آپ کو قتل کیا تو قیامت کے روز اسی کے ساتھ عذاب دیا جائے گا اور آدمی اس پر نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں جو اس کے اختیار میں نہ ہو“۔

(ب) اکتبی اقسام الیمین ووضحی حکم الشرعی لکل قسم

اقسام یمین بیان کرتے ہوئے ہر قسم کے شرعی حکم کو واضح کریں۔

جواب: یمین کی تین قسمیں ہیں: (۱) یمین لغو، (۲) یمین منعقدہ، (۳) یمین غموس۔

۱۔ یمین لغو کی تعریف اور اس کا حکم:

ازہری نے کہا ہے کہ لغو کے کلام عرب میں دو معنی ہیں، ایک معنی ہے بے فائدہ اور باطل کلام جس سے کوئی عقد نہ کیا جائے۔ دوسرا معنی ہے فحش اور بے ہودہ کلام، جو گناہ کا موجب ہو۔ قرآن مجید میں ہے (**لا یسمعون فیها لغوا الا سلاما**) وہ جنت میں کوئی فضول اور گناہ کی بات نہیں سنیں گے بجز سلام کے۔

جس شخص کا ارادہ قسم کھانے کا نہ ہو اور بلاقصد اس کی زبان پر قسم کے الفاظ آجائیں یا وہ شخص کسی چیز پر قسم کھانے کا ارادہ کرے اور اس کی زبان سے کوئی اور چیز نکل جائے تو یہ یمین ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا اور حضرت ابن عمر ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کہے نہیں: خدا کی قسم: ہاں: خدا کی قسم: اور جو چیز زبان پر قصداً آجائے اس میں مواخذہ نہیں ہوتا: جیسے سبقت لسان سے کلمہ کفر نکل جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہے۔ انسان کو گمان ہو کہ یقینی طور پر فلاں واقعہ ہوا اور وہ اس پر قسم کھالے اور درحقیقت واقعہ اس کے خلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے۔ اس میں نہ کفارہ ہے نہ گناہ ہے۔

ایک شخص اپنے گمان کے مطابق کسی چیز پر قسم کھائے اور وہ اس کے گمان کے مطابق نہ ہو تو یہ یمین لغو ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس میں کفارہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس حضرت ابوہریرہ حضرت ابو مالک، حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے حسن بصری نخعی امام مالک امام ابوحنیفہ امام اوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے، علامہ ابن عبد البر نے کہا اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے:

امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس میں کفارہ ہے، امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

ایک شخص ماضی کے کسی واقعہ پر قسم کھائے اور اس کے گمان میں وہ واقعہ اسی طرح ہوا اور درحقیقت واقعہ اس کے برخلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے مواخذہ نہیں فرمائے گا اور ایک شخص کے متعلق قسم کھائے کہ یہ زید ہے اور اس کا یہی گمان ہو اور وہ درحقیقت عمرو ہو تو یہ بھی یمین لغو ہے۔

یمین منعقدہ کی تعریف اور اس کا حکم:

مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی جائے تو یہ یمین منعقدہ ہے اس قسم کو پورا کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”لیکن اللہ تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے اس قسم میں کفارہ بالاتفاق مقرر ہے خواہ کسی طاعت پر قسم کھائی ہو یا کسی معصیت پر۔ لیکن اگر اس نے کسی معصیت پر قسم کھائی تو اس پر لازم ہے کہ وہ معصیت نہ کرے اور اس قسم کا کفارہ دے جیسا کہ ہم اس سے پہلے کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قسم توڑنے پر کفارہ لازم ہے خواہ اس نے عمداً قسم توڑی ہو یا بھول کر یا خطا سے یا جبر سے کیونکہ قرآن مجید نے قسم توڑنے پر مطلقاً کفارہ لازم کیا ہے اور اس میں عمداً اور نسیان کا فرق نہیں کیا۔

امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نسیان، خطا یا جبر سے قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت سے خطا، نسیان اور جبر سے مواخذہ اٹھالیا گیا ہے“۔

یمین غموس کی تعریف اور اس کا حکم:

ماضی یا حال کے کسی واقعہ پر عمداً جھوٹی قسم کھائی جائے تو یہ یمین غموس ہے اور اس کے ارتکاب پر جھوٹی قسم کھانے والا عذاب کا مستحق ہوگا۔ اس میں کفارہ نہیں ہے اس پر توبہ لازم ہے کیونکہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ پر توبہ لازم ہے قضاء احناف فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنبلیہ کا یہی مذہب ہے۔

حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے قسم اٹھائی اور وہ اس میں جھوٹا تھا تاکہ کسی مسلمان شخص کے مال کو حاصل کرلے تو اللہ اس پر جنت حرام کردے گا اور اس کو دوزخ میں داخل کردے گا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کوئی فیصلہ کروایا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گناہ کبیرہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا فرمایا: یمین غموس (جھوٹی قسم) اور شعبہ کہتے ہیں آپ نے فرمایا: کبائر یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، یمین غموس، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، یا فرمایا: کسی کو قتل کرنا۔ امام شافعی کے نزدیک یمین غموس می جھوٹ کا گناہ کفارہ سے ساقط ہو جاتا ہے جیسے یمین منعقدہ میں قسم توڑنے کا گناہ کفارہ سے ساقط ہوتا ہے۔

(ج) ما حکم الانتحاء فی الشرع؟ هل القاتل لنفسه یخلد فی النار کالکافر ام لا؟ فصلی نظرینک!

خودکشی کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز کیا خودکشی کرنے والا شخص بھی کافی کی طرح مخلد فی النار ہے یا نہیں؟ اپنا نظریہ تحریر کریں۔

جواب: اس کے جواب کی تفصیل کے لئے صحیح مسلم پرچہ 2014ء سوال نمبر 5 میں ملاحظہ فرمائیں۔

السؤال الثالث عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمَھْدِیُّ مِنِّیْ اجلَی الْجَبْھَۃِ اَقْنَی الْاَنْفِ یَمْلَاءُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا وَیَمْلِکُ سَبْعَ سِنِیْنَ

(الف): شکلی کلمات الحدیث و ترجمیھا الی الاردیة

کلمات حدیث پر حرکات وسکنات لگائیں اور اردو میں ترجمہ کریں۔

جواب:

ترجمہ: حضر ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہدی مجھ سے ہوں گے جو کشادہ پیشانی اور اونچی ناک والے ہوں گے، زمین کو عدل و انصاف سے یوں بھر دیں گے جیسے وہ ظلم وستم سے بھر گئی ہوگی۔ وہ سا سال حکومت کریں گے۔

(ب) مجیئة الامام المھدی فی ای کیفیة، و کیف یکون العدل عاما فی ذالک الوقت؟ اکتبی مقالا مفصلا علی الموضوع

امام مہدی رضی اللہ عنہ کی شریف آوری کن حالات میں ہوگی، اور آپ کے تشریف لانے کے بعد دنیا میں کس طرح عدل وانصاف ہوگا؟ اس کے بارے میں ایک تفصیلی مضمون زیب قرطاس فرمائیں۔

جواب:

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ائمہ اثناء عشریہ (بارہ اماموں) میں آخری امام اور خلیفۃ اللہ ہیں۔ آپ کا اسم گرامی محمد، والد کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ وہ نسباً سید حسنی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔ چالیس سال کی عمر میں آپ کا ظہور ہوگا۔ آپ کی خلافت قریباً 8 سال کی ہوگی۔ اس کے بعد آپ کا وصال ہوگا اور حضرت عیسیٰ

علیہ السلام آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائیں گے۔

آپ کے ظہور کا اجمالی بیان یہ ہے کہ جب قیامت کی علاماتِ صغریٰ واقع ہو چکیں گی، نصاریٰ کا غلبہ ہوگا اور دنیا میں سب جگہ حرمین شریفین (مکہ معظمہ و مدینہ منورہ) کے علاوہ کفر کا تسلط ہوگا اس وقت تمام ابدال بلکہ تمام اولیاء کرام سب جگہ سے سمٹ کر حرمین شریفین کو ہجرت کر جائیں گے کہ صرف وہیں اسلام رہے گا اور ساری دنیا کفرستان ہو جائے گی۔ رمضان شریف کا مہینہ ہوگا۔ ابدال طواف کعبہ میں مصروف ہوں گے۔ حضرت امام مہدی بھی وہاں موجود ہوں گے۔ اولیاء اللہ انہیں پہچان کر درخواست بیعت کریں گے وہ انکار فرمائیں گے۔ دفعتاً غیب سے ایک آواز آئے گی۔

ھذا خلیفة اللہ المھدی فاسمعوا لہ و اطیعوہ

''یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے، اس کی بات سنو اور اس کا حکم مانو''۔

اب تمام لوگ آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں گے۔ اور آپ وہاں سے سب کو ہمراہ لے کر ملک شام کو تشریف لے جائیں گے۔ افواجِ اسلام کی خبر سن کر نصاریٰ بھی لشکر جرار لے کر شام میں جمع ہو جائیں گے۔ دونوں میں جنگ عظیم ہوگی اور چوتھے روز مسلمانوں کو نصاریٰ پر فتح حاصل ہوگی۔ قسطنطنیہ بھی فتح ہوگا کہ ناگاہ شیطان پکارے گا کہ تمہارے گھروں میں دجال آگیا۔ مسلمان پلٹیں گے پھر جب لشکرِ اسلام قسطنطنیہ سے روانہ ہوگا۔ اور شام میں آئے گا تو اس جنگ عظیم سے ساتویں سال دجال ظاہر ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھتے ہوئے فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو نامزد فرمایا ہے اور عنقریب اس کی نسل سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام تمہارے نبی کے اسم گرامی پر ہوگا وہ تحقیق میں نہیں بلکہ اخلاق حضور سے مشابہت رکھے گا پھر زمین کو انصاف سے بھر دینے کا ذکر

فرمایا۔ ہارون، عمر بن ابوقیس، مطرف بن طریف، حسن، ہلال بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وراء النہر سے ایک آدمی نکلے گا جس کو حارث بن حراث کہا جائے گا اُس کے آگے منصور نامی ایک شخص ہوگا، جو آل محمد کو تسلط یا پناہ دے گا جیسے رسول کو قریش نے جگہ دی تھی اس کی مدد کرنا ہر مسلمان پر واجب ہوگا، فرمایا: کہ اس کا حکم ماننا واجب ہوگا۔

السؤال الرابع عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِكُلِّ اُمَّةٍ مَجُوْسٌ وَمَجُوْسُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا قَدْرَ مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ فَلَا تَشْهَدُوْا جَنَازَتَهٗ وَمَنْ مَرِضَ مِنْهُمْ فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَهُمْ شِيْعَةُ الدَّجَّالِ وَحَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُلْحِقَهُمْ بِالدَّجَّالِ

(الف): شکلی کلمات الحدیث و ترجمیها الی الاردیة

کلمات حدیث پر حرکات وسکنات لگائیں اور اردو میں ترجمہ کریں۔

جواب:

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر امت میں مجوسی ہوتے تھے اور اس امت کے مجوسی وہ لوگ ہوں گے جو کہیں گے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ ان میں سے کوئی مر جائے تو اس کے جنازے میں شریک نہ ہونا اور جو ان میں سے بیمار پڑے اس کی عیادت نہ کرنا وہ دجّال کے ساتھی ہیں اور اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ انہیں دجّال کے ساتھ ملا دے۔

(ب) اکتبی معنی القدر لغة و اصطلاحا، وحکم الشرعی للمنکر

قدر کا لغوی و اصطلاحی معنی لکھیں نیز تقدیر کے انکار کی شرعی حیثیت واضح فرمائیں۔

جواب: قدر کا لغوی معنی:

قدر کا معنی ہے اندازہ، نیز قدر کا معنی ہے کسی چیز کا مبلغ کو پہنچنا مثلاً مقدار اور قدر، اللہ تعالیٰ کی قدر یعنی کسی چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا پیشگی اندازہ جو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی سے عبارت ہے اور اس کے اندازے میں غلطی اور اس کے علم میں تغیر اور تبدل محال ہے نیز علامہ ابن منظور لکھتے ہیں تقدیر کے کئی معنی ہیں: (۱) کسی چیز کو بنانے میں غور وفکر کرنا۔ (۲) ایک چیز کو نشانوں سے دوسری چیز کے مطابق کرنا۔ (۳) کسی چیز کے متعلق غور وفکر کرنا، قیاس اور اندازہ کرنا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک کم سن لڑکی کے متعلق قدر یعنی اندازہ کرو۔

اصطلاحی معنی:

علامہ تفتازانی تقدیر کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہر مخلوق کی اس کے حسن، قبیح، نفع، ضرر، اس کے زمانہ (مدتِ حیات)، اس کے رہنے کی جگہ اور اس کے ثواب اور عذاب کی مقرر کردہ حد کا نام اس کی تقدیر ہے۔ نیز فاضل سیالکوٹی تقدیر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمام موجودات کا خارج میں اپنے اپنے مواقع پر تفصیلا ایک کے بعد دوسرے کا واقع ہونا قدر ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ تقدیر ثابت ہے اور تقدیر کا معنہ یہ ہے کہ ازل میں اللہ سبحانہ نے اشیاء کو مقدر کیا (ان کا اندازہ کیا) اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے جان لیا کہ یہ اشیاء اس طرح واقع ہوں گی جن کا اللہ سبحانہ کو علم ہے تو یہ اشیاء ان اوقات میں ان صفات کے مطابق واقع ہوتی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا۔

تقدیر کے انکار کی شرعی حیثیت:

تقدیر پر ایمان رکھنا اسلامی عقائد میں سے ایک ہے۔ اس کا منکر اسلامی عقیدہ کا منکر

قرار پائے گا اور ایک عقیدہ کا انکار تمام عقائد کے انکار کے مترادف ہے لہٰذا تقدیر کا منکر مسلمان نہیں ہو سکتا۔

(ج) لم شبه النبی ﷺ القدرية بالمجوس؟ واكتبى بعض العقائد لفرقة القدرية

سرکار دو عالم ﷺ نے فرقہ قدریہ کے افراد کو مجوسیوں سے تشبیہ کیوں دی؟ نیز قدریہ کے چند عقائد تحریر فرمائیں۔

جواب: فرقہ قدر کے افراد کو مجوسیوں سے تشبیہ کی وجہ:

امام الحرمین نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قدریہ اس امت کے مجوس ہیں" آپ نے یہ تشبیہ اس لئے دی ہے کہ مجوس دو خدا مانتے ہیں یزدان خالق خیر اور اہرمن خالق شر اسی طرح قدریہ بھی خیر کا خالق اللہ تعالیٰ کو اور شر کا خالق اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں یہ امام الحرمین اور امام ابن قتیبہ کا کلام ہے امام الحرمین نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

فرقہ قدریہ کے عقائد: فرقہ قدریہ کے چند عقائد درج ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ انسان کے حق میں جو کام مفید ہو وہ کرے۔

۲۔ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے۔

۳۔ تقدیر کوئی چیز نہیں۔

۴۔ رؤیت باری تعالیٰ کے اعتبار سے منکر ہیں۔

۵۔ انبیاء، صالحین اور شہداء کسی کی سفارش و شفاعت نہیں کر سکتے۔

۶۔ جو شخص گناہ کبیرہ کرے اور بلا توبہ مر جائے وہ مسلمان نہیں ہے۔

۷۔ گناہ کبیرہ کیلئے شفاعت جائز نہیں۔

۸۔ قدریہ نے کہا کہ اعمال ہم پیدا کرتے ہیں اور ان کی مدت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

الاختبارى السنوى النهائى تحت اشراف تنظيم المدارس اهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية (السنة الثانية للبنات)

الموافق سنة 1435هجرى، 2014ء، الوقت المحدود: ثلاث ساعات

الورقة الخامسة سنن نسائى و ابن ماجه مجموع الارقام، 100

الملاحظه: اجيبى عن السوالين من كل قسم، جميع المطلوب الاربعة

نوٹ: دونوں حصوں میں سے کوئی دو کا جواب دیں۔

قسم الاول، سنن نسائی

السؤال الاول (الف) عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِنِّىْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً فَقَالَ النَّبِىُّ اَلَا نَظَرْتَ اِلَيْهَا فَاِنَّ فِىْ اَعْيُنِ الْاَنْصَارِ شَيْئًا •

(الف): شكلى و ترجمى الى الاردية

کلمات حدیث پر درست حرکات وسکنات لگائیں اور اردو میں ترجمہ کریں۔

جواب

حرکات وسکنات اوپر سوال میں لگا دیئے گئے ہیں۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک انصاری آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے اس عورت کو دیکھ لیا ہے کیونکہ انصاری لوگوں کی آنکھوں میں کچھ نقص ہوتا ہے۔

(ب) فى اعين الانصار شيئا سے کیا مراد ہے؟

فی اعین الانصار شیئا سے مراد:

جواب نمبر 1: فی اعین الانصار سے مراد بعض نے نے کہا کہ صفرۃ ہے اور بعض نے کہا زرقۃ ہے۔

<u>جواب نمبر 2:</u>

فی اعین الانصار شیئا سے مراد نقص ہے لہٰذا نکاح کا پیغام بھیجنے سے پہلے اس کو دیکھ لینا چاہیے کیونکہ یہ قرآن وحدیث کا فیصلہ ہے۔ مثلاً فرمانِ خداوندی ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَ رُبٰعَ

”عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی لگیں ان سے نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے“۔

آیت مذکورہ میں ما طاب لکم کے بارے میں علامہ آلوسی رقمطراز ہیں:

المراد مما طاب لکم ما مالت له نفوسکم و استطابته

یعنی ما طاب لکم سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کی طرف تمہارے دل مائل ہوں اور انہیں پسند کرتے ہوں۔۔ گویا مذکورہ آیت مبارکہ میں ان عورتوں سے نکاح کا حکم دیا گیا ہے جن کی طرف دل مائل ہوں اور انہیں پسند کریں اور دل کے مائل ہونے اور کسی کو پسند کرنے کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ یہ بھی ہے کیونکہ نظر کا تعلق دل کے ساتھ ہے جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو دل میں اس کے لئے محبت یا نفرت کے جذبات جنم لیتے ہیں لہٰذا ہر ذی شعور آدمی پر روشن ہے کہ جب تک کسی عورت کو دیکھا نہ ہو، اس کے طور طریقے کا علم نہ ہو اس کے رہن سہن کے معاملات سے لاعلمی ہو، اس کے حسن اخلاق اور حسن کلام سے ناواقفیت ہو تب تک اس کے اچھا لگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کسی بھی شخصیت کو اچھا لگنے میں اس کے حسن اور حسنِ معاملات کو دیکھا جاتا ہے تب ہی طبیعت اس کی طرف مائل ہوتی ہے۔

<u>فرمانِ نبوی:</u>

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک عورت سے شادی

کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذهب فانظر اليها فانه احرى ان يؤدم بينكما

”یعنی جاؤ اسے دیکھ لو کیونکہ یہ (دیکھنا) تمہاری باہمی محبت کے قائم رہنے کے لئے زیادہ مناسب ہے“۔

امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ مستحب ہے کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہو وہ نکاح سے پہلے اسے دیکھ لے نیز امت کا اس پر اجماع ہے کہ ضرورت کے وقت عورت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے۔

(ب) **عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَكَحَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ جَعَلَتْ اَمْرَهَا اِلَى الْعَبَّاسِ فَاَنْكَحَهَا اِيَّاهُ وَفِيْ حَدِيْثٍ اٰخَرَ قَالَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يَخْطُبُ**

(الف): **شكلي و ترجمي الى الاردية**

کلمات حدیث پر درست حرکات وسکنات لگائیں اور ترجمہ کریں۔

<u>جواب:</u>

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس معاملہ کا اہتمام حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کیا تھا تا کہ وہ آپ کے نکاح کی ذمہ داری نبھائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: محرم نہ نکاح کرے اور نہ پیغام نکاح بھیجے“۔

(ب) کیا مُحرم کے لئے حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ان دونوں حدیثوں میں موافقت کیسے ہوگی؟

جواب:

مُحرم کے نکاح کرنے میں مذاہب اربعہ

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حالت احرام میں محرم کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ نظریہ ہے کہ مُحرم کا حالت احرام میں عقد نکاح کرنا شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کو حلال قرار دیا ہے اور کسی وقت میں نکاح سے ممانعت نہیں کی اور حدیث صحیحہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حالتِ احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

دونوں حدیثوں میں تطبیق:

جن احادیث میں ممانعت آئی ہے کہ حالت احرام میں نکاح کرنا جائز نہیں اُس سے نکاح سے مراد عمل ازدواج ہے جو کہ جائز نہیں کیونکہ قرآن مجید اور حدیث صحیحہ میں اس کی ممانعت ہے اور جس میں اجازت ہے اس سے مراد مطلقاً نکاح ہے۔ تو لہٰذا دونوں حدیثوں میں تضاد باقی نہ رہا۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں لفظ نکاح کا لغوی معنی یعنی شادی اور دوسری روایت میں اصطلاحی معنی یعنی جماع مراد ہے تو معلوم ہوا کہ حالتِ احرام میں نکاح تو کیا جاسکتا ہے مگر جماع جائز نہیں ہے۔

السؤال الثانی عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ اِنِّیْ اَرٰى فِیْ وَجْهِ اَبِیْ حُذَيْفَةَ مِنْ دُخُوْلِ سَالِمٍ عَلَیَّ قَالَ فَاَرْضِعِيْهِ قَالَتْ وَكَيْفَ اُرْضِعُهُ وَهُوَ رَجُلٌ كَبِيْرٌ؟ فَقَالَ اَلَسْتُ اَعْلَمُ اَنَّهُ رَجُلٌ كَبِيْرٌ ثُمَّ جَاءَتْ بَعْدُ فَقَالَتْ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا مَا رَاَيْتُ فِیْ وَجْهِ اَبِیْ حُذَيْفَةَ بَعْدُ شَيْئًا اَكْرَهُ

(الف) : شکلی و ترجمی الی الاردیة

کلمات حدیث پر درست حرکات وسکنات لگائیں اور ترجمہ کریں۔

جواب

اعراب اوپر سوال میں لگادیا گیا ہے۔

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ سہل کی بیٹی حضرت سہلہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ میں حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے تیور بدلے ہوئے دیکھتی ہوں۔ جب سالم گھر میں تشریف لاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اسے دودھ پلا دو۔ اس نے عرض کیا کہ کس طرح پلاؤں؟ وہ تو نوجوان مرد ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا مجھے معلوم نہیں کہ وہ بڑی عمر والے ہیں۔ بعد ازاں پھر ایک دن حاضر ہوکر کہنے لگی اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا، اب میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کبھی نہ دیکھا کہ انہوں نے اپنے تیور بدلے ہوں“۔

(ب) بڑی عمر میں دودھ پینے سے رضاعت میں اختلاف ائمہ مع دلائل بیان کریں۔

جواب:

بڑی عمر والے کے دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے:

تمام شہروں کے ائمہ اس پر متفق ہیں کہ بڑی عمر والے کو دودھ پلانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اور اللیث اور غیر مقلدین کا یہ قول شاذ ہے کہ بڑی عمر والے کو بھی دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے اور دودھ کا رشتہ ثابت ہوجاتا ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت ابوحذیفہ کی بیوی سے کہا کہ تم ان کو اپنا دودھ پلا دو۔ پھر یہ تمہارا

رضاعی بیٹا ہو جائے گا اور جمہور فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ

ترجمہ: ''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت کو پورا کرنا چاہے''۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ دو سال میں دودھ پلانے کی مدت مکمل ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دو سال کے بعد دودھ پلانے سے دودھ کا رشتہ ثابت نہیں ہوگا۔ رہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث جو حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے کے متعلق ہے تو یہ حدیث اس آیت سے منسوخ ہو چکی ہے یا پھر یہ حضرت سالم کی خصوصیت تھی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ اور نبی ﷺ کی باقی ازواج رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ صرف حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی۔

علامہ المہلب مالکی متوفی 435ھ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنے (رضاعی) بھائیوں کے متعلق غور کرو کیونکہ رضاعت سے حرمت کم عمری میں ثابت ہوتی ہے جب دودھ پینے سے بھوک مٹ جاتی ہے نہ کہ اس وقت جب کہ بڑی عمر والے کی بھوک دال روٹی کھانے سے مٹ جاتی ہے۔

السوال الثالث آنے والے سوالوں کا مختصر جواب دیں۔

(الف) ای الاشیاء من الفطرة

جواب

فطرتی امور: دس باتیں فطرتی ہیں۔

(۱) مونچھیں کترنا، (۲) ناخن تراشنا، (۳) جوڑوں کو دھونا، (۴) ڈاڑھی بڑھانا، (۵)

مسواک کرنا، (۶) ناک میں پانی ڈالنا، (۷) بغل کے بال صاف کرنا، (۸) زیر ناف بال مونڈنا، (۹) پیشاب کے بعد پانی سے استنجاء کرنا، (۱۰) کلی کرنا۔ (سنن نسائی جلد سوئم مترجم، ص419)

(ب) ما الفرق بین طیب النساء والرجال؟

جواب:

مردوں اور عورتوں کی خوشبو میں فرق:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں کی اچھی خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو معلوم ہو، لیکن رنگ نہ ہو، اور عورتوں کی اچھی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ معلوم ہو لیکن خوشبو نہ پھیلے۔ (سنن نسائی مترجم، جلد سوئم صفحہ 435، حدیث: 5132)

(ج) هل الصبغ واجب ام لا

کیا صبغ (رنگ) واجب ہے یا نہیں؟

جواب:

اچھے اور فائدہ مند کاموں کو اگر یہود و نصاریٰ نہ کریں تو ہمیں کرنا چاہیے اور ان کی مخالفت کو برا نہیں سمجھنا چاہیے حکمت مسلمانوں کی گم کردہ چیز ہے وہ اسے جہاں بھی دیکھے حاصل کرے۔ بشرطیکہ شریعت کے خلاف نہ ہو اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جو بات شریعت کے خلاف ہو وہ حکمت کے بھی خلاف ہے۔ جس طرح نبی ﷺ نے فرمایا: یہود و نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے، تم ان کے خلاف کرو۔

(د) عرفی الواصلة والمستوصلة والواشمة والمسوشمة والنامصة والمتنمصة

جواب

اصطلاحات کی تعریف:

الواصلة: بال جوڑنے والی عورت۔

المستوصلة: بال جڑوانے والی عورت۔

فرمانِ نبوی: عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِی بَکْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَصِلَةَ (بخاری:۵۹۳۶، مسلم:۵۵۳۰، نسائی ۵۲۶۵، ابن ماجہ ۱۹۸۸)

الواشمة: بال گودنے والی عورت۔

المستوشمة: بال گودوانے والی عورت۔

النامصة: بال اکھیڑنے والی عورت۔

المتنمصة: بال اکھڑوانے والی عورت۔

فرمانِ نبوی: نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمُسْتَوْشِمَةِ وَالْوَاصِلَةِ وَالْمُسْتَوْصِلَةِ وَالنَّامِصَةِ وَالْمُتَنَمِّصَةِ

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے بال گودنے اور گودوانے، جوڑنے اور جڑوانے اور اکھیڑنے اور اکھڑوانے سے منع فرمایا: (کتاب الزینۃ، حسن السنن، سنن نسائی)

نوٹ: معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش اور فطرت کو بدلنا برا ہے۔ مگر ختنہ کرانا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیرناف بال مونڈنا، ناخن تراشنا، اور جو چیزیں ان کے مثل ہیں ان سے بھی پیدائش اور خلقت بدلتی ہے لیکن چونکہ یہ سب باتیں جملہ انبیاء علیہم السلام کرتے آئے ہیں اسی وجہ سے یہ فطرتی اور پیدائشی مشہور ہوگئیں لہٰذا انہیں رسول اللہ ﷺ نے فطرتی سنت فرمایا ہے۔

(د) وضحی هذا الحدیث: نهی النبی ﷺ عن الترجل الاغباء

جواب:

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا، ہاں مگر کبھی کبھی"۔

وضاحت:

کنگھی یا اس قسم کی دوسری آرائش و زیبائش کی باتیں جن کی وجہ سے انسان عیش و عشرت کا عادی ہو جائے جو شخص رات دن عیش و عشرت میں پڑ جاتا ہے، وہ سست اور کاہل ہو جاتا ہے اس سے دین اور دنیا کے دونوں کام نہیں ہوتے لہٰذا ہر مسلمان کو محنت، جہد مسلسل اور جفاکشی کی عادت ڈالنی چاہیے زمانہ یکساں نہیں رہتا۔ جو قوم زیادہ عیش میں پڑ جاتی ہے وہ آہستہ آہستہ خراب و برباد ہو جاتی ہے اور محنتی و جفاکش قوم مغلوب لیتی ہے اسی لئے محنت میں عظمت ہے اور محنتی قوم کے افراد ہوتھ، پاؤں، جسمانی محبت اور کام سے عقلی کاموں میں بے پناہ ترقی کرتے ہیں اور عیش و عشرت کے دلدادہ ہاتھ پاؤں سے کام نہ کرنے والے ناکام اور برباد ہو جاتے ہیں۔

نوٹ: یہ ممانعت تنزیہی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان کا یہ کام ہرگز نہیں کہ وہ ہمیشہ عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار میں مشغول رہے بلکہ اس کے لئے جو ضروری کام ہیں انہیں سرانجام دے۔

قسم دوم ۔۔۔۔ سنن ابن ماجہ

السؤال الرابع (الف): قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَاقْرَءُوْهُ وَارْقُدُوْا فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ وَمَنْ تَعَلَّمَهُ فَقَامَ بِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٌّ مِسْكًا تَفُوْحُ رِيْحُهُ كُلَّ مَكَانٍ وَمِثْلُ مَنْ تَعَلَّمَهُ فَرَقَدَ وَهُوَ فِي جَوْفِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ اُوْكِيَ عَلٰى مِسْكٍ

کلمات حدیث پر درست اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں۔

جواب

اعراب اوپر سوال میں لگا دیئے گئے ہیں۔

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن سیکھو اور اسے پڑھو اور راتوں کو اس کے ذریعہ جاگتے رہو کیونکہ قرآن کی مثال اور اس شخص کی مثال جو قرآن حاصل کر کے اس کے ساتھ قیام کرے اس مشک کی طرح ہے جس میں مشک بھرا ہو جس کی خوشبو ہر جگہ پھیلتی ہو اور اس شخص کی مثال جو قرآن کی تعلیم حاصل کرتا ہو لیکن رات بھر پڑ کر سوتا رہتا ہو اس مشک کی طرح ہے جس میں مشک بھر کر اس کا منہ بند کر دیا گیا ہو''۔

(ب) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ لِیُبَاھِیَ بِہِ الْعُلَمَاءَ وَ یُبَارِیَ بِہِ السُّفَھَآءَ وَ یَصْرِفُ بِہٖ وُجُوْہَ النَّاسِ اِلَیْہِ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ جَھَنَّمَ

اردو میں ترجمہ کریں اور مطلب کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے علم اس غرض سے سیکھا کہ علماء پر فخر جتائے یا جہلاء سے لڑ سکے یا لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کرے گا''۔

وضاحت:

طلب علم سے دین اسلام کی تقویت اور اس کی نشر و اشاعت مقصود ہو۔ تاکہ اللہ اور رسول کی رضا و خوشنودی حاصل ہو مال و دولت اور جاہ و حشمت ہرگز مقصود نہ ہو کہ اس نیت سے (یعنی حصولِ شہرت، نام و نمائش، مال و دولت) علم دین حاصل کرنے پر بے شمار وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سرکار ﷺ نے فرمایا:

''جس نے علم کو سیکھا جس سے خدا کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے صرف اس نیت سے کہ اس کے ذریعہ دنیاوی سامان حاصل کرے وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہیں پائے گا''۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے سوا غیر کی رضا کے لئے علم طلب کیا یا

علم کے ذریعہ اللہ کے سوا کسی کی رضا کا ارادہ کیا تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھ لینا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے پہلے قیامت کے دن جس کا فیصلہ کیا جائے گا تو اللہ اس سے اپنی نعمتوں کا اقرار کروائے گا وہ اقرار کرے گا تو اللہ فرمائے گا تو اس کے شکریہ میں کون سا کام کیا؟ عرض کرے گا تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے اس لئے لڑائی کی تھی کہ تجھے بہادر کہا جائے تو تجھ کو بہادر کہا گیا پھر حکم ہوگا تو اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا یہاں تک کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا پھر وہ شخص جس نے علم حاصل کیا اس کو سیکھا اور قرآن پڑھا اس کو لایا جائے گا اللہ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا تو وہ یاد کرے گا اللہ فرمائے گا تو نے ان کے شکریہ میں کیا کام کیا؟ عرض کرے گا: علم سیکھا اور سکھایا اور تیرے لئے قرآن پڑھا اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے علم اس لئے سیکھا کہ مجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لئے پڑھا کہ مجھے قاری کہا جائے تو وہ کہہ لیا گیا پھر حکم ہوگا تو اسے منہ کے بل کھینچا جائے گا یہاں تک کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر وہ شخص جسے خدا نے وسعت دی اور ہر طرح کا مال دیا اسے حاضر کیا جائے گا اللہ اس کو اپنی نعمتوں کا اقرار کرائے گا وہ اقرار کرے گا تو اللہ فرمائے گا تو نے ان کے شکر میں کونسا کام کیا؟ عرض کرے گا میں نے کوئی ایسا راستہ جس میں خرچ کرنا تجھ کو پسند ہے نہیں چھوڑا اور تیری خوشنودی کے لئے اس میں خرچ کیا۔ اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے اس لئے خرچ کیا کہ تجھے سخی کہا جائے تو وہ کہہ لیا گیا پھر حک دیا جائے گا تو اس کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا یہاں تک کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

نوٹ: اس حدیث شریف سے واضح ہو گیا کہ اگر علم دین سے مال و دولت مقصود نہ ہو بلکہ صرف عالم کہلوانا (لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا) مقصود ہو تو اس صورت میں بھی ثواب کی بجائے عذاب ہوگا۔

السؤال الخامس (الف) سمعت رسول الله ﷺ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ کَالْوِعَاءِ اِذَا طَابَ اَسْفَلَهٗ اَعْلَاهُ وَاِذَا فَسَدَ اَسْفَلَهٗ فَسَدَ اَعْلَاهُ

ترجمہ کریں اور حدیث مذکور کی وضاحت کریں۔

جواب:

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال کی مثال برتن کی طرح ہے جو برتن نیچے سے اچھا ہوگا وہ اوپر سے بھی اچھا ہوگا اور جو نیچے سے برا ہوگا وہ اوپر سے بھی برا ہوگا"

مذکورہ حدیث کی وضاحت:

اذا طاب اسفله طاب اعلاه اشارة الى ما قيل كلّ اناء يترشح بما فيه والظاهر عنوان الباطن لان المرئى وه ان عمل عملا صالحا لكن بفساد طوينه لا يخفى على الناظر للتأمل قال تعالىٰ لونشاء لاريناكهم فلعرفتهم بسيماهم ولتعرفنهم فى لحن القول والله يعلم اعمالكم

اس حدیث میں اعمال کو برتن کے ساتھ جو تشبیہ دی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بندے کا ظاہر اس کے باطن کا ترجمن ہوتا ہے جس طرح برتن کے اندر اچھا ہوگا تو باہر سے بھی اچھا ہوگا اور اگر اندر سے بُرا ہوگا تو باہر سے بھی بُرا ہوگا جس طرح رب تعالیٰ نے قرآن کے اندر سورہ محمد میں فرمایا ہے: **ولو نشاء لاريناكهم فلعرفتهم بسيماهم ولتعرفنهم فى لحن القول والله يعلم اعمالكم**

ترجمہ: "اگر ہم چاہتے تو ہم ضرور یہ سب لوگ (منافقین) آپ کو دکھا دیتے اور آپ ضرور ان کو چہروں سے پہچان لیتے اور آپ ضرور ان کو ان کے طرز گفتگو سے پہچان لیں گے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے"۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص

بھی پوشیدگی میں کوئی کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کے آثار اور اس کی زبان کی لغزشوں سے اس کام کو ظاہر فرما دیتا ہے نیز اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی کسی کام کو پوشیدگی سے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کی چادر پہنا دیتا ہے اگر وہ کام اچھا ہو تو اچھی چادر اور اگر بُرا ہو تو بری چادر۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ریاض الصالحین کے باب نمبر 49 میں فرمایا کہ احکام کو لوگوں کے ظاہر کے مطابق جاری کریں گے اور باطن اللہ کے سپرد ہوں گے کیونکہ اسلام کے احکام کا ظاہر سے معلق کرنا ضروری ہے باطن میں جو کچھ ہے اس پر بحث کرید جائز نہیں۔ اس قانون میں ان لوگون کا راستہ بند کر دیا گیا جو انتقام، بدلہ، قتل، عدم صادق باطن کا فقط دعویٰ کر کے لینا چاہتے ہوں اسی طرح ان سے صادر ہونے والے اعمال کا لحاظ رکھنا ہوگا۔

(ب) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَشَدُّ حَیَاءً مِنْ عَذْرَآءَ فِیْ خِدْرِھَا وَکَانَ اِذَا کَرِہَ شَیْئًا رُئِیَ ذَالِکَ فِیْ وَجْھِہٖ

(الف): شکلی واکتبی عن الحیاء فی ضوء الاحادیث النبویة عشرة سطور

کلمات حدیث پر حرکات وسکنات لگائیں اور احادیث کی روشنی میں شرم وحیاء پر مختصر مضمون لکھیں۔

جواب

حرکات وسکنات اوپر سوال میں لگا دیئے گئے ہیں۔

ترجمہ: "ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ کنوری اور پردہ دار لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے جب آپ کسی چیز کو برا سمجھتے تو اس کا اثر آپ کے چہرۂ اقدس پر نظر آجاتا"۔

شرم وحیاء پر مضمون:

حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے ہر دین کا ایک اخلاق ممتاز ہوتا ہے ہمارے دین کا ممتاز اخلاق، شرم کرنا ہے۔

جو حیا گناہوں سے روک دے وہ تقویٰ کی اصل ہے اور جو غیرت و حیاء اللہ کے مقبول بندوں کی ہیبت دل میں پیدا کر دے وہ ایمان کا رکن اعلیٰ ہے اور جو حیاء نیک اعمال سے روک دے وہ بری ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو نماز پڑھنے سے شرم آتی ہے یہ حیاء نہیں بے وقوفی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ کسی بندے کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس سے حیاء چھین لیتا ہے جب اس میں شرم نہیں رہتی تو وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر و مبغوض بن جاتا ہے جب اس کی حالت اس نوبت کو پہنچ جاتی ہے تو پھر اس سے امانت کی صفت بھی چھین لی جاتی ہے جب اس میں امانتداری نہیں رہتی تو وہ خیانت در خیانت میں مبتلا ہونے لگتا ہے اس کے بعد اس سے صفتِ رحمت اٹھالی جاتی ہے پھر تو وہ پھٹکارا ہوا مارا مارا پھرنے لگتا ہے جب تم اس کو اس طرح مارا مارا پھرتے ہوئے دیکھو تو وہ وقت قریب آجاتا ہے کہ اب اس سے رشتۂ اسلام چھین لیا جاتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ شرعی حیاء کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں میں غور و فکر کر کے شرمندہ و نادم ہو۔ اس شرمندگی کی بناء پر آئندہ گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی کوشش کرے جو غیرت نیکیوں سے روک دے وہ عجز ہے حیاء نہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے کہ پچھلی نبوت کا جو کلام لوگوں نے پایا ان میں سے یہ ہے کہ جب تو حیاء نہ کرے تو جو چاہے کر۔ یعنی گزشتہ انبیاء کرام نے جو حکیمانہ کلام اپنی امتوں سے فرمائے ان میں سے ایک یہ کلام شریف بھی ہے کہ جب تیرے دل میں اللہ و رسول کی، بزرگوں کی شرم و حیاء نہ ہوگی تو تو برے سے برا کام کر گزرے گا کیونکہ برائیوں سے روکنے والی چیز تو غیرت ہے جب وہ نہ رہی تو برائی سے کون روکے گا بہت سے لوگ اپنی بدنامی کے خوف سے گناہ نہیں کرتے۔ مگر جنہیں نیک نامی اور بدنامی کی کوئی پرواہ نہ ہو تو وہ برے سے برا کام کر گزرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ایسی حیاء کرو جیسی اس سے حیاء کرنی چاہیے۔ مخاطبین نے عرض کیا الحمد اللہ! ہم اللہ سے حیاء کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا یہ نہیں (یعنی حیاء کا مفہوم اتنا محدود نہیں جتنا کہ تم سمجھ رہے ہو) بلکہ اللہ سے حیاء کرنے کا حق یہ ہے کہ سَر اور سُر میں جو افکار و خیالات ہیں ان سب کی نگہداشت کرو۔ اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرا ہے اس سب کی نگرانی کرو۔ (یعنی برے خیالات سے دماغ کی اور حرام و ناجائز غذا سے پیٹ کی حفاظت کرو) اور موت اور موت کے بعد قبر میں جو حالت ہونی ہے اس کو یاد کرو اور جو شخص آخرت کو اپنا مقصد بنائے گا وہ دنیا کی آرائش و عشرت سے دستبردار ہو جائے گا اور اس چند روزہ زندگی کے عیش کے مقابلہ میں آگے آنے والی زندگی کی کامیابی کو اپنے لئے پسند اور اختیار کرے گا پس جس نے یہ کیا سمجھو کہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کا حق اس نے ادا کیا۔ (جامع ترمذی، معارف الحدیث)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فحش گوئی ہر چیز کو عیب دار بنا دیتی ہے اور حیاء ہر چیز کو خوبصورت بنا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنا خوف اپنے حبیب کی غیرت نصیب کرے۔ (آمین)

السؤال السادس (الف) قال رسول الله ﷺ **لا حسد الا فی اثنتین**

وہ دو چیزیں کون سی ہیں اور لاحسد سے کیا مراد ہے؟

جواب:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دو شخصوں کے علاوہ حسد درست نہیں ہے''۔

دو چیزیں کون سی ہیں: اس سے مراد دو شخص ہیں:

(۱) احدهما رجل اٰتاه اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ

"ان میں سے ایک وہ شخص ہے جس کو اللہ نے علم قرآن دیا وہ دن رات اسے پڑھتا ہو"۔

(۲) ثَانِیهُمَا رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ

"ان دونوں میں سے ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا وہ دن رات اس سے خیرات کرے"۔

اس حدیث شریف میں بظاہر دو چیزوں میں حسد کو ناجائز بتایا گیا ہے اس کا مطلب ہے رشک و آرزو۔ لوگ طرح طرح کی آرزوئیں کرتے ہیں لیکن آرزو کرنے کے لائق صرف دو ہی نعمتیں ہیں ایک وہ مال جو راہ حق میں خرچ کیا جائے اور دوسرا وہ علم کہ اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے اور اسے لوگوں کو سکھایا جائے۔

"لَا حَسَدَ" سے مراد:

حسد کا اصل معنی دوسرے کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا ہے اور یہ حرام ہے حسد تو کسی پر جائز نہیں نہ دنیادار پر اور نہ دین دار پر۔ شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام پر حسد ان کی دینی عظمت پر ہوا تھا نہ کہ دنیاوی مال و دولت پر مگر مارا گیا۔ یہاں حسن بمعنی غبطہ، رشک ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے لئے اس جیسی نعمت طلب کرنا اور اس کے پاس بھی نعمت کے باقی رہنے کی طلب ہو۔ اور یہ مباح ہے۔ دینی چیزوں میں رشک جائز ہے یعنی عالم دین ہو دن رات نمازیں پڑھتا ہو، قرآن پر عمل کرتا ہو، دن رات اس کے مسائل سوچتا ہو، غور و تامل کرتا ہو۔ حدیث میں دو طرح کے انسانوں پر رشک کو جائز قرار دیا گیا ہے ایک وہ جو تعلیم قرآن میں مشغول رہتا ہے۔ دوسرا وہ جو انفاق فی سبیل اللہ میں دلچسپی رکھتا ہے۔

مشغولیتِ قرآن:

اس میں درج ذیل چیزیں شامل ہیں: (۱) تلاوتِ قرآن، (۲) تدبرِ قرآن، (۳) تدریسِ قرآن۔

تلاوتِ قرآن کی فضیلت:

اسلام میں تلاوتِ قرآن بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی وجہ سے انسان کا تعلق بالقرآن مضبوط ہوتا ہے نبی کریم ﷺ نے تلاوت کی فضیلت بیان کی ہے اور فرمایا کہ قرآن مجید کی حفاظت اور خبر گیری کرتے رہو۔ اسی طرح ایک حرف کی تلاوت کا ثواب ﷺ اب دس نیکیاں مقرر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے وہ دوہرے اجر کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

حفظِ قرآن کا اجر:

اس لئے احادیث میں قرآن مجید کے حفاظ کا بہت بڑا مقام متعین کیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ جس شخص نے قرآن حفظ کیا اور اس پر عمل کیا اس کے والدین کو قیامت کے روز ایک ایسا تاج پہنا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے تیز ہوگی۔ (ابوداؤد شریف)

نمازوں میں تلاوت قرآن مجید کی فضیلت:

نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کی بہت اہمیت ہے، جو بندہ قرآن کی تلاوت نماز میں کرتا ہے تو اس کا اجر بڑھ جاتا ہے اور دو گنا ہو جاتا ہے۔ ایک نماز کا اور دوسرا تلاوت قرآن مجید کا۔

قرآن مجید اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا:

حدیث میں ہے تم قرآن مجید پڑھا کرو اس لئے کہ یہ قیامت کے دن اپنے تلاوت کرنے والوں کی سفارش کرے گا۔ ایک اور جگہ فرمایا: قرآن مجید اور اس کی سورتیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے تلاوت کرنے والے کے واسطے سفارش کریں گی۔

(ب) تدبر قرآن پاک:

قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ اس پر غور و خوض کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (نساء:۸۲) "یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے"۔

تدبر کے بے شمار فوائد ہیں: اس سے قرآن کے اسرار و رموز انسان پر کھلتے ہیں اور بہت

سے پہلو واضح ہوتے ہیں۔ تفاسیر میں فرق تدبر کی وجہ سے ہے اس طرح قرآن مجید کی حکمتیں بیان کرنا بھی بہت ضروری ہے تاکہ عظمت وحکمت قرآن لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے اور وہ اپنے تمام مسائل کا حل قرآن سے تلاش کریں۔

(ج) تدریسِ قرآن:

تلاوت قرآن مجید کے فوائد ذاتی یا انفرادی ہیں اس لئے کہ اس کے اثرات ایک شخص تک محدود ہوتے ہیں جبکہ تدریس قرآن کا مطلب لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینا ہے جس کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: **خیر کم من تعلم القرآن و علمه** ''تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے''۔ اس کے درج ذیل فوائد ہیں:

۱۔ اشاعتِ قرآن:

اس سے قرآن کی اشاعت عام ہوتی ہے اور وہ دوسرے مسلمان سیکھتے ہیں جس سے قرآن کا فیض جاری وساری رہتا ہے۔ گویا اشاعت اور تدریس کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

۲۔ تعلق بالقرآن:

تدریس قرآن سے لوگوں کا تعلق قرآن مجید کے ساتھ جڑتا چلا جاتا ہے۔ جس سے مسلمان اللہ کے دن کے قریب ہوتے جاتے ہیں اور ان کا تعلق قرآن سے مضبوط ہو جاتا ہے جس کے بے پناہ فوائد ہیں۔

۳۔ تفہیم القرآن:

تدریس قرآن ناظرہ قرآن پڑھانے تک محدود نہیں بلکہ اس میں ترجمہ، تفسیر اور دیگر علوم قرآن کی تعلیم بھی شامل ہے اس طرح مسلمانوں کو قرآن کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔

۴۔ مسائل کا حل:

ہر دور میں نئے نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں جو قرآن کی مدد سے حل کئے جا سکتے ہیں، اس طرح تدریس قرآن میں مسائل امت کا حل بھی شامل ہے۔

۵۔ ثواب:

قرآن مجید کے ایک ایک حرف کی تلاوت پر دس دس نیکیوں اور رمضان میں سات سو نیکیوں تک ثواب ملتا ہے جو آخرت میں بخشش کا ذریعہ ہوگا۔

۶۔ تلفظ کی درستگی:

قرآن مجید مسلسل پڑھنے سے تلفظ قرآن صحیح رہتا ہے ورنہ قرآن کے الفاظ کی ادائیگی درست نہیں ہوتی۔ غلط تلاوت بعض اوقات کفر کا باعث ہوتی ہے۔

دوسرا حصہ۔۔۔انفاق فی سبیل اللہ

اس حدیث کا دوسرا حصہ انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو یہ بھی بہت نیک کام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً (رعد:۲۲)

ترجمہ: ''اور اللہ کے دیئے ہوئے مال سے چھپ کر اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں''۔

انسان کو فطری طور پر مال سے محبت ہے اس لئے وہ خرچ کرنے پر اس کو جلدی آمادہ نہیں ہوتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے راہ حق میں مال خرچ کرنے والے کی فضیلت بیان کی ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کے فوائد:

انفاق فی سبیل اللہ کے فوائد درج ذیل ہیں:

۱۔ مال میں برکت: انفاق فی سبیل اللہ سے مال میں برکت ہو جاتی ہے: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: یَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرۡبِی الصَّدَقٰتِ ''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو

بڑھاتا ہے''۔(بقرہ:۲۷۶)

۲۔گردشِ دولت: انسانی معاشرے میں انفاق سے گردش دولت کا آغاز ہوتا ہے جو معاشی ترقی کا باعث بنتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃً بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ ''تاکہ ایسا نہ ہو کہ تمہارے امراء میں پھرتی رہے، یعنی دولت صرف اور صرف امراء تک محدود ہو جائے۔(حشر:۷)

۳۔غریب کی کفالت: انفاق فی سبیل اللہ غریبوں کی کفالت کا سبب بنتا ہے۔ارشاد خداوندی ہے: تُؤۡخَذُ مِنۡ اَغۡنِیَائِہِمۡ وَتَرَدُّ اِلٰی فُقَرَائِہِمۡ ''یہ ان کے دولت مندوں سے لی جائے گی اور ان کے غرباء کو دی جائے گی''۔

۴۔جرائم کا خاتمہ: انفاق فی سبیل اللہ معاشرے میں جرائم کا خاتمہ کر دیتا ہے کیونکہ جب لوگوں کی معاشی ضرورتیں با آسانی پوری ہوں گی تو وہ جرائم کی دنیا میں قدم نہیں رکھیں گے اور دنیا امن کا گہوارہ بن جائے گی۔لوگوں کی معاشی ضروریات پوری کیے بغیر جرائم کا خاتمہ ناممکن ہے۔

(ب) حَدَّثَنَا الۡمُسۡتَوۡرِدُ بۡنُ شَدَّادٍ قَالَ اَنِّیۡ لَفِی الرَّکۡبِ مَعَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ اِذۡ اَتٰی اِلٰی سَخۡلَۃٍ مَنۡبُوۡذَۃٍ قَالَ فَقَالَ اَتَرَوۡنَ ہٰذِہٖ ہَانَتۡ عَلٰی اَہۡلِہَا قَالَ قِیۡلَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ مِنۡ ہَوَانِہَا اَلۡقَوۡہَا اَوۡ کَمَا قَالَ قَالَ فَوَالَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِہٖ لِلدُّنۡیَا اَہۡوَنُ عَلَی اللّٰہِ مِنۡ ہٰذِہٖ عَلٰی اَہۡلِہَا

سوال: شکلی و ترجمی الی الاردیۃ مع ایضاح کامل

تشکیل کلمات کریں، اردو میں ترجمہ اور کامل وضاحت کریں۔

جواب

تشکیلِ کلمات، اوپر سوال میں کر دی گئی ہے۔

ترجمہ: ''مستور بن شداد فرماتے ہیں میں چند سواروں کے ساتھ حضور ﷺ کے ساتھ تھا

کہ راستہ میں ایک بکری کا مردہ بچہ پڑا تھا۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ بچہ اپنے مالک کے نزدیک کس قدر حقیر ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر یہ حقیر اور ذلیل نہ ہوتا تو وہ اسے کیوں پھینکتا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جتنا یہ بچہ مالک کے نزدیک اب حقیر ہے خدا کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے''۔

وضاحت:

آج دنیا طلبی کا دور ہے اور شکم پروری کا سیلاب آیا ہوا ہے۔ہوس دولت کی نہ مٹنے والی بھوک اور نہ بجھنے والی پیاس رکھتی ہے بالشت بھر پیٹ پوری دنیا کی وسعت پر بھاری ہے عملی زندگی میں اس وقت قوت مھرکہ اور زندہ حقیقت پیٹ اور جیب ہے ہر معاملہ کو پیٹ کے نقطہ نظر سے جانچا جاتا ہے اور اس دوڑ میں سب لوگ شریف سفر ہیں۔تیزی سے برے انجام کی طرف رواں دواں ہیں۔ہر محفل کی جان دولت اور اس کے حصول کے طریقے بتانا اور دریافت کرنا ہے شاید اسی کو معیار زندگی بنا لیا گیا ہے اخلاق و کردار کی کوئی اہمیت نہیں رہی اسی اصول پر ریل اور ہوائی جہاز پر سفر ہو یا کسی پارک و سیر گاہ کا سفر سب میں موضوع گفتگو صرف اور صرف دولت ہوگا۔

کسی نے اسی بارے میں کیا خوب لکھا ہے: کان لگا کر سنیے موضوع کیا ہے؟ تنخواہوں کی کمی و بیشی، افسروں کی رضا مندی و نارضامندی، حکام کا تبادلہ اور ان کے مزاج و معاملات پر تنقید، تجارتوں کا منافع، ٹھیکری کے احکامات، بینکوں کے حسابات و شرح سود، کمپنیوں کے حصص، انشورنس کمپنی پالیسی، پنشن، سبکدوشی کے بعد ملازمت کے احکامات، فتوحات کے واقعات، خوش قسمت پر رشک، بدقسمتوں پر تاسف اور اس قبیل کی باتوں کے سوا آپ کوشش کے باوجود کوئی موضوع گفتگو نہیں پائیں گے۔اور مذکورہ حدیث میں بھی اس طرح اشارہ کیا گیا ہے کہ جس طرح لوگوں کے ہاں بکری کا مرا بچہ کوئی قیمت اور اہمیت نہیں رکھتا، جتنا حقیر اور ذلیل یہ بچہ ہے

ان کے ہاں اس سے بڑھ کر زیادہ ذلیل ہے یہ دنیا اللہ کے ہاں۔ اگر اس دنیا کی قیمت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔ یعنی دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں جبکہ بحیثیت دنیا اس کو مقصود بنایا جائے اس کی قیمت اس وقت ہے جبکہ اس کو آخرت کے حاصل کرنے کا راستہ اور اعمال صٰلحہ کی کھیتی قرار دیا جائے اور محبوب ﷺ نے فرمایا: بے شک دنیا ملعون ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب کچھ ملعون ہے اسی طرح رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جائیدادیں مت بناؤ اس کے نتیجے میں تم دنیا سے محبت کرنے لگو گے کیونکہ یہ چیز دنیا کی طرف جھکاؤ پیدا کرتی ہے اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ہر امت کے لئے ایک آزمائش ہے اور میری امت کی آزمائش مال ہے۔ اس لئے دنیا کی طرف مت جھکو اور نہ اس کو وطن بناؤ اور نہ اپنے دل کو لمبی دیر رہنے کے لئے اور نہ اس کی طرف زیادہ توجہ دو اور اس سے اتنا ہی تعلق رکھو جتنا مسافر غیر وطن سے رکھتا ہے اور اس کے اندر مشغول نہ ہو جس طرح وہ مسافر مشغول نہیں ہوتا جو اپنے گھر واپس لوٹنا چاہتا ہے ورنہ آج ہم حب دنیا کے نتائج دیکھ رہے ہیں۔

آج ہم اپنی آنکھوں سے حب دنیا کے کڑوے پھل دیکھ رہے ہیں مسلمان ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں دنیا میں ان کی وقعت ختم ہو چکی ہے۔ بدعنوانی میں پہلا نمبر بھی اسلامی ملک بنگلہ دیش کو حاصل ہے پاکستان دسویں نمبر کا اعزاز رکھتا ہے ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال اسلامی دنیا یورپ کے ایک ملک کے برابر بھی اثاثے نہیں رکھتی دنیا کی تجارت میں اس کا حصہ صرف پانچ فیصد ہے، غربت، افلاس اپنی حدوں کو چھو رہا ہے اور اقتصادی طور پر دیوالیہ پن تک پہنچ چکے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی اس پیشین گوئی کے مصداق بن رہے ہیں کہ یہ تمہیں اس طرح ہلاک کرے گی جس طرح تم سے پہلے والوں کو کیا ہے۔

الاختباری السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس اهل السنة باكستان
شهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية (السنة الثانية للبنات)
الموافق سنة 1435هجری، 2014ء، الوقت المحدود: ثلاث ساعات
الورقة السادسة : شرح معانی الآثار مجموع الارقام، 100
الملاحظه: السؤال الأول اجباری ولک الخيار فی البواقی أن تجيبی عن الثلاثة

السؤال الاول امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام محدثین کرام اور فقہاء عظام کے نزدیک کیا ہے اور شرح معانی الآثار کا مرتبہ امہات ستہ (صحاح ستہ) میں کیا ہے؟ تحریر کریں۔

اس سوال کا جواب پرچہ 2015ء میں ملاحظہ کیجئے۔

السؤال الثانی حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، قَالَ: ثَنَا الْخَطِيْبُ قَالَ ثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ رَكْعَةً مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ وَسَئَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَةً مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ

(الف) : شكلی كلمات الحديث و ترجميها الی الاردية
کلمات حدیث پر حرکات وسکنات لگائیں اور اردو میں ترجمہ کریں۔

جواب

حرکات وسکنات اوپر سوال میں لگادی گئی ہیں۔

ترجمہ: ”حضرت ابومجلز فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وتروں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ رات کے آخر میں ایک رکعت ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ رات کے آخر میں ایک رکعت ہے"۔

(ب) مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

اس سوال کا جواب بھی پرچہ 2015ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

السؤال الثالث اَخْبَرَنِیْ ابْنُ طَاؤسَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ اَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَتَعْلَمُ اَنَّ الثَّلَاثَ کَانَتْ تُجْعَلُ وَاحِدَةً عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّ ثَلَاثًا مِّنْ اِمَارَةِ عُمَرَ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَعَمْ

(الف): شکلی کلمات الروایة و ترجمیها الی الاردیة

کلمات حدیث پر حرکات وسکنات لگائیں اور اردو میں ترجمہ کریں۔

جواب

حرکات وسکنات اوپر سوال میں لگادی گئی ہیں۔

ترجمہ: طاؤس کے صاحبزادے اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں ابوصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کیا آپ جانتے ہیں کہ ایک شخص کے تین طلاقوں کو نبی ﷺ کے زمانہ اقدس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی تین سالوں میں ایک قرار دیا جاتا تھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں۔ (ایسا ہی ہے)۔

(ب) مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

جواب

تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کے بارے میں مذاہب ائمہ:

تین طلاقوں کو ایک قرار دینے یا تین طلاقیں واقع ہونے کے بارے میں ائمہ فقہ کے

درمیان طویل بحث ہے:

موقف نمبر 1: طاؤس محمد بن اسحاق، حجاج بن ارطاۃ النخعی وابن مقاتل وبعض الظاہریہ کا موقف:

ان کا موقف یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دے دے تو عورت پر ایک طلاق واقع ہوگی جبکہ وہ طلاق سنت وقت میں دی گئی ہو اور وہ سنت وقت یہ ہے کہ وہ عورت طہر کی حالت میں ہو اور اس کے ساتھ صحبت نہ کی گئی ہو۔

دلیل: طاؤس کے صاحبزادے اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ابوصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کیا آپ جانتے ہیں کہ ایک شخص کے تین طلاقوں کو نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے ابتدائی تین سالوں میں ایک قرار دیا جاتا تھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں (ایسا ہی ہے)

یہ لوگ اس بارے میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور تین طلاق کو ایک قرار دیتے ہیں لیکن اس وقت جب وہ طلاق سنت وقت میں دی گئی وہ اگر سنت وقت میں نہ ہو تو وہ طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے وہ ایک مخصوص وقت میں طلاق دیں اور پھر وہ بندے اللہ تعالیٰ کے حکم کے برعکس طلاق دے دیں تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ کیا آپ نے اس بات کا جائز نہیں لیا؟ اگر کوئی شخص کسی دوسرے بندے کو یہ کہے کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دے دے اور اس میں معین وقت بیان کردے تو پھر وہ شخص اس کی بجائے کسی دوسرے وقت میں طلاق دے یا وہ بندہ اس دوسرے بندے کو یہ کہے کہ وہ کسی خاص شرط کے اس کی بیوی کو طلاق دے اور وہ اس شرط کے علاوہ دوسری شرط کے ساتھ طلاق دے دے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ اس نے اس چیز کی مخالفت کی ہے جس کی اسے ہدایت کی گئی تھی یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ اسی طرح جس طلاق کو

دینے کی بندوں کو ہدایت کی گئی ہے جب وہ حکم کے مطابق اسے دیں گے تو وہ طلاق واقع ہو جائے گی جب وہ حکم کے خلاف اسے دیں گے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

دلیل نمبر 2: ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق دینے کے ثبوت میں سنن ابوداؤد کی روایت کا جواب:

امام ابوحنیفہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عبد یزید ابورکانہ سے فرمایا: تم اپنی بیوی کو طلاق دو، سوانہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کرلو، انہوں نے کہا: میں تو اس کو تین طلاقیں دے چکا ہوں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے، تم اس سے رجوع کرلو۔ (سنن ابوداؤد: 2196)

نوٹ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقیں دینے کے بعد بھی رجوع کرنا صحیح ہے کیونکہ ابورکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اس کے باوجود نبی ﷺ نے ان کو ان تین طلاقوں سے رجوع کرنے کا حکم دیا۔

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے ثبوت میں مسند احمد کی روایت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دین پھر وہ اس پر بہت زیادہ غمگین ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے اپنے بیوی کو کیسے طلاق دی تھی؟ انہوں نے بتایا: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں، آپ نے پوچھا: ایک مجلس میں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: یہ تین طلاقیں ایک طلاق ہے اگر تم چاہو تو اس طلاق سے رجوع کرلو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ پھر حضرت رکانہ نے اس طلاق سے رجوع کرلیا۔ (مسند احمد: 2387)

موقف نمبر 2:

ائمہ اربعہ کے نزدیک اور جمہور علماء تابعین کے نزدیک تین طلاقیں تین ہی ہیں یعنی تین واقع ہوجائیں گی۔

اہل علم یہ کہتے ہیں کہ بندوں کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے طلاق دینے کے اندر ویسا ہی ہے جیسا تم بیان کیا ہے کہ جب عورت طہر کی حالت میں ہو اس کے ساتھ صحبت نہ کی گئی ہو یا عورت حاملہ ہو اور بندوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ تین طلاقیں الگ الگ کر کے دیں جیسے وہ انہیں دینا چاہتے ہوں وہ انہیں ایک ساتھ نہیں دیں گے لیکن اگر وہ اس کی مخالفت کر دیتے ہیں اور اس وقت میں طلاق دے دیتے ہیں جس میں انہیں طلاق نہیں دینی چاہیے تھی یا جتنی طلاقوں کا انہیں حکم دیا گیا ہے وہ اس سے زیادہ طلاقیں دے دیتے ہیں تو وہ طلاقیں لازم ہو جائیں گی کیونکہ انہوں نے دے دی ہیں البتہ وہ اس حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا اور اس کا حکم کسی کو وکیل مقرر کرنے کی طرح نہیں ہے کیونکہ وکیل لوگ اپنے مؤکل کے لئے ایسا کام کرتے ہیں جس میں وہ ان کے قائم مقام بن جاتے ہیں اگر وہ اس عمل کو اسی طرح کریں گے جیسے انہیں ہدایت کی گئی تھی تو وہ عمل لازم ہوگا اور اگر وہ اس کے برعکس طریقے سے کریں گے جن کی انہیں ہدایت کی گئی تھی تو وہ عمل لازم نہیں ہوگا لیکن طلاق کے معاملے میں بندے خود اپنی ذات کے لئے ایسا کرتے ہیں کسی دوسرے کے لئے یا اپنے پروردگار کے لئے ایسا نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اس فعل میں کسی دوسرے کے قائم مقام ہوتے ہیں کہ ان سے اسی درستگی کا تقاضا کیا جائے جس کا ان کے کسی دوسرے کے قائم مقام ہونے کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ تو جب ایسی صورت حال ہوگی تو جو انہوں نے کیا ہے وہ لازم ہوجائے گا اگرچہ وہ ایک ایسا عمل ہے جس سے منع کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے بہت سی ایسی چیزوں کو دیکھا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو منع کیا ہے لیکن اگر وہ اس کا ارتکاب کرلیں تو ان پر اس کا حکم لازم ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ نے

بندوں کو ظہار سے منع کیا ہے اور اسے منکر اور جھوٹی بات قرار دیا ہے لیکن اس نے اس بات کو ممنوع قرار نہیں دیا کہ اگر کوئی شخص اس طریقے کے ساتھ اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کرلے تو یہ اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کفارہ ادا نہ کیا جائے تو جب ہم نے یہ دیکھا کہ یہ قول منکر ہے "زور" ہے لیکن اس کے باوجود اس کی حرمت لازم ہو گئی تو یہ طلاق بھی اسی طرح ہوگی جس سے منع کیا گیا ہو تو وہ بھی قول منکر ہوگا اور "زور" ہوگا لیکن اس کے ذریعے حرمت واجب ہو جائے گی۔

دلیل نمبر 1: ہم نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اپنی اہلیہ کو جو حالتِ حیض میں تھیں، طلاق دینے کے بارے میں دریافت کیا تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس خاتون کے ساتھ رجوع کرنے کی ہدایت کی اس بارے میں روایات تواتر کے ساتھ ثابت ہیں یہ بات جائز نہیں ہوگی کہ انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا جائے جس کی طلاق ہی واقع نہیں ہوئی تو جب نبی اکرم ﷺ نے اس طلاق کو لازم کیا جو حیض کی حالت میں تھی اور یہ ایک ایسا وقت ہے جس میں طلاق دینا حلال نہیں ہے تو اسی طرح جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے گا وہ بھی ان تمام طلاقوں کو واقع کردے گا اور اس پر وہ چیز لازم ہوگی جو اس نے اپنی ذات پر لازم کی ہے اگرچہ واس نے کیا ہے وہ اس چیز کے خلاف ہے جس چیز کا اسے حکم دیا گیا تھا۔

دلیل نمبر 2: حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر دی گئی کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے غصہ میں کھڑے ہو کر فرمایا: کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جاتا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں پھر ایک مرد نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! کیا میں اس کو قتل نہ کردوں۔ (سنن نسائی: 3398)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو وہ تین طلاقیں ہی شمار

ہوتی ہیں کیونکہ اگر اکٹھی تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد ہوتی تو رسول اللہ ﷺ فرماتے اس طلاق سے رجوع کرلو اور اس پر ناراض نہ ہوتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا ناجائز اور گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی حد سے تجاوز کرنا ہے۔

دلیل نمبر 3: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کرسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: تین طلاقیں دینے کے بعد تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو جائے گی اور تمہارا اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینا گناہ ہے۔ (مجمع الزوائد: 1402)

السؤال الرابع قالو فلما امره رسول الله ﷺ ان يطلقها فى الطهر وجعله العدة دونها ونهاه ان يطلقها فى الحيض واخرجه من ان يكون عدة ثبت بذالك ان الاقراء ہ الاطهار

(الف) : ترجمى العبارة المذكورة الى الاردية

عبارت مذکورہ کا اردو میں ترجمہ کریں۔

جواب

ترجمہ: "یہ علماء فرماتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ انہیں طہر کی حالت میں طلاق دیں اور آپ نے اس کو عدت قرار دیا اور دوسرے کو نہیں دیا اور آپ نے انہیں اس بات سے منع نہیں کیا کہ وہ انہیں حیض کے دوران میں طلاق دیں اور انہیں اس صورتحال سے نکال دیا کہ وہ عدت ہو تو یہ ثابت ہو گیا کہ اقراء سے مراد طہر ہے۔

(ب) مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

جواب

لفظ ''قروء'' کے معنی میں اختلافِ ائمہ:

ارشادِ ربانی ہے: یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء ''یعنی جب خواتین کو طلاق دی جائے تو وہ بطور عدت تین قروء تک اپنے آپ کو روکیں گی پھر وہ نکاح جدید کرنے کے لئے آزاد ہوں گی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں لفظ ''قروء'' سے کیا مراد ہے؟ اس میں ائمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قروء سے مراد حیض ہے۔

دلیل نمبر 1: مطلقہ عورت تین حیض تک رکے گی پھر وہ نکاح جدید کرنے کے لئے آزاد ہوگی آپ نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔

دلیل نمبر 2: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی غلام اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دے تو وہ عورت اس کے لئے حرام ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ دوسری شادی کرے خواہ وہ عورت آزاد ہو یا کنیز ہو اور آزاد عورت کی عدت تین حیض ہوگی اور کنیز کی عدت دو حیض ہوگی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لفظ قروء سے مراد طہر ہے۔

گویا مطلقہ عورت تین طہر رکے گی پھر وہ نکاح جدید کرنے کے لئے آزاد ہوگی۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر زیرِ بحث حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اس میں قروء سے مراد طہر ہے۔

امام شافعی کی دلیل کا جواب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ لعیہ نے اس طرح دیا ہے کہ یہ خبر واحد ہے جبکہ خبر واحد کے مقابل نص قطعی ہے جب خبر واحد اور نص قطعی کا مقابلہ ہو جائے تو خبر واحد کو ترک کر دیتے ہیں اور نص قطعی پر عمل کرتے ہیں۔

(ج) ما هو الحكم الشرعي للطلاق في الحيض؟ وكيف التوفيق؟

اگر حیض میں طلاق دی تو حکم شرعی کیا ہے اور ثلاثہ قروء پر عمل کیسے ہوگا؟

جواب:

حالت حیض میں طلاق دینے میں مذاہب اور ثلاثۃ قروء پر عمل:

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ حائضہ کو طلاق دینا حرام ہے اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو ایام حیض میں طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی لیکن دینے والا گنہگار ہوگا اور اس شخص کو طلاق سے رجوع کا حکم دیا جائے گا۔

امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب نے کہا ہے کہ اس کو اس طلاق سے رجوع کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

دلیل: ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عبداللہ بن عمر سے کہو کہ وہ اس طلاق سے رجوع کرے۔ (صحیح البخاری: 5251) اس میں امر کا صیغہ ہے اور امر کا تقاضا فرضیت ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اوزاعی، اسحاق اور ابوثور کے نزدیک: انہوں نے کہا ہے کہ اس کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اس کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا انہوں نے کہا کہ اس حدیث میں جو امر کا صیغہ ہے وہ استحباب کے لئے ہے تاکہ اس کی طلاق سنت کے مطابق ہو جائے اور اس پر اتفاق ہے کہ جب اس کی عدت پوری ہو جائے تو اس کو رجوع کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اس میں یہ دلیل ہے کہ رجوع کرنے کا حکم استحباب کے لئے ہے۔ جب ضرورت محسوس ہو تو طلاق مسنون یہ ہے کہ حالتِ طہر میں طلاق دی جائے۔

ثلاثۃ قروء پر عمل:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء (بقرہ:228)

''مطلقہ عورتیں تین قروء تک ٹھہریں'' اگر قروء سے مراد طہر ہے تو پورے تین قروء نہیں

گزریں گے ڈھائی یا ساڑھے تین ہوں گے اسی لئے اس سے مراد حیض ہے علامہ نووی لکھتے ہیں کہ عورت ڈھائی طہر عدت گزارے گی اور قرآن مجید میں اس پر تغلیباً تین کا اطلاق ہے یہ جواب اس لئے درست نہیں ہے کہ جب حقیقت پر عمل ہو سکتا ہے اور قروء کو حیض پر محمول کرنے کی صورت میں پورے تین قروء عدت ہو سکتی ہے تو قرآن مجید کی آیت کو مجاز پر محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع کی دلیل یہ ہے کہ جن احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس طہر میں طلاق دینے کا حکم دیا ہے جس میں مقاربت نہ کی ہو اور فرمایا یہی وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فطلقوهن لعدتهن (طلاق:65) ''عورتوں کو ان کی عدت میں طلاق دو''

اس سے معلوم ہوا کہ عدت حیض نہیں طہر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق دینے کی عدت کا ایک معنی (وقت یا زمانہ) ہے جس کا تعلق مردوں سے ہے اور دوسرا معنی طلاق کے بعد ٹھہرنے کی عدت ہے جس کا تعلق عورتوں سے ہے اس آیت میں مردوں کے طلاق دینے کی عدت کا بیان ہے اور یہ طہر ہے اور ''والمطلقٰت يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء'' میں جس عدت کو بیان کیا ہے وہ عورتوں کی عدت ہے جس سے مراد حیض ہے۔

السؤال الخامس عن ابى سلمة انه قال سالت فاطمة بن قيس فاخبرتنى ان زوجها المخزومى طلقها وانه ابى ان ينفق عليها فجاءت الى رسول الله ﷺ فاخبرته فقال رسول الله ﷺ لا نفقة لک انتقلى الى ابن ام مكتوم فكونى عنده فانه رجل اعمى تضعين ثيابک عنده

(الف) : ترجمی العبارة المذكورة الى الاردية واشرحى المخطوطة شرحا بينا، لا غبار بعده

عبارت مذکورہ کا اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے اس انداز میں تشریح سپرد قلم کریں کہ کوئی

پہلو تشنہ نہ رہے اور مطلب بے غبار ہو جائے۔

جواب

ترجمہ: ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کے مخزومی شوہر نے انہیں طلاق دے دی اور اس نے انہیں خرچ دینے سے انکار کر دیا وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ کو اس بارے میں بتایا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہیں خرچ نہیں ملے گا تم ابن مکتوم کے ہاں منتقل ہو جاؤ اور وہیں رہو کیونکہ وہ نابینا شخص ہیں تم اگر اس کی موجودگی میں اپنے سر سے چادر وغیرہ اتار بھی دو تو کچھ حرج نہیں ہوگا۔

خط کشیدہ الفاظ کی تشریح:

حضرت فاطمہ بن قیس رضی اللہ عنہا کو ان کے مخزومی شوہر نے طلاق دے دی پھر نان و نفقہ اور سکنی دینے سے انکار کر دیا تو وہ پریشانی کے عالم میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور تمام صورتحال عرض کر دی آپ ﷺ نے بھی نفقہ و سکنی دلانے سے انکار کر دیا اور عدت کے لئے ان کے سکنی کا انتظام کرتے ہوئے فرمایا: تم ابن مکتوم کے پاس رہائش اختیار کر لو وہ نابینا شخص ہے لہٰذا اس سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے اور تم اپنا سامان یعنی کپڑے وغیرہ بھی ان کے پاس رکھ لو ابن مکتوم نبی ﷺ کے مشہور صحابی اور مؤذن تھے آپ ﷺ کے تربیت یافتہ اور صاحب تقویٰ تھے جس وجہ سے ہر وقت ان کے پاس ٹھہرنے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔

(ب) : وضحى اختلاف الائمة فى المسئلة المذكورة مع الدلائل

مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

جواب: طلاق ثلاثہ کے بعد نفقہ اور سکنی کے استحقاق میں مذاہب:

امام احمد بن حنبل کا مؤقف:

یہ فرماتے ہیں کہ مطلقہ ثلاثہ اگر حاملہ ہو تو اس کے لئے نفقہ اور رہائش لازم ہے ورنہ کچھ لازم نہیں۔ دلیل نمبر 1: اگر مطلقہ ثلاثہ حاملہ ہو تو اس کے لئے نفقہ اور رہائش لازم ہے **وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن** ترجمہ: "اگر مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو ان کو نفقہ دو تاوقتیکہ حمل وضع ہو جائے۔

نوٹ: اگر حاملہ نہ ہو تو نفقہ واجب نہیں۔ نیز حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر حاملہ مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ اور سکنی نہیں ہے۔

امام مالک اور امام شافعی کا مؤقف:

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ مطلقہ ثلاثہ کے لئے سکنی ہر حال میں لازم ہے اور نفقہ صرف اس صورت میں لازم ہے جب وہ حاملہ ہو۔ حاملہ ہو تو **وان کن اولات حمل فانفقوا** الخ والی آیت سے نفقہ اور **اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم** سے سکنی لازم ہوتا ہے۔

نوٹ: ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو اس کے لئے نفقہ اور سکنی واجب ہے اسی طرح اس پر بھی اتفاق ہے کہ مطلقہ ثلاثہ حاملہ کے لئے نفقہ اور سکنیٰ واجب ہے۔ اختلاف اس مطلقہ ثلاثہ میں ہے جو غیر حاملہ ہو، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس کے لئے سکنیٰ ہے نفقہ واجب نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس کے لئے نفقہ واجب ہے نہ سکنیٰ جیسا کہ پہلے دلائل میں اوپر گزر چکا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف:

ان کے نزدیک مطلقہ ثلاثہ کے لئے شوہر پر ہر حال میں نفقہ اور سکنیٰ (کھانے اور رہائش کا خرچ) لازم ہے خواہ مطلقہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو۔

(۱) وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین (بقرہ:۲۴۱)

ترجمہ: "اور مطلقہ عورتوں کے لئے (اختتام عدت تک) دستور کے مطابق نان ونفقہ دینا پرہیزگاروں پر لازم ہے"۔ اور اس آیت میں (مطلقات) کا لفظ عام ہے اور تمام مطلقات کو شامل ہے وہ حاملہ ہوں یا غیر حاملہ۔

(۲) اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن (الطلاق:۶)

"ان مطلقہ عورتوں کو اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو اور ان پر تنگی کرنے کے لئے ان کو ضرر نہ پہنچاؤ اور اگر یہ مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو وضع حمل ہونے تک ان پر خرچ کرو"۔

علامہ ابو بکر الجصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے وجوب پر اس آیت میں تین دلیلیں ہیں: (۱) سکنیٰ مالیات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مطلقہ کے لئے مال میں حق واجب کیا ہے خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا مطلقہ ثلاثہ ہو اور سکنیٰ بھی نفقہ کا ایک حصہ ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کو ضرر پہنچانے سے منع کیا (**ولا تضاروھن**) اور مطلقہ عورت کو نان نفقہ نہ دینا بھی ضرر ہے۔ (۳) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورت پر تنگی کرنے سے منع کیا ہے (**لتضیقوا علیھن**) یعنی نہ سکنیٰ میں تنگی کرو نہ نان ونفقہ میں تنگی کرو یہ نہیں دونوں کو شامل ہے۔

(۳) امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن جابر عن النبی ﷺ المطلقه ثلاثا لها السکنیٰ والنفقة

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مطلقہ ثلاثہ کے لئے رہائش بھی ہے اور نفقہ بھی۔ (دار قطنی، ج:۴، ص:۲۱، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان)

(۴) فقہاء احناف کی صحیح مسلم کی حسب ذیل روایت بھی دلیل ہے۔

قال عمر لا تترک کتاب الله و سنة رسوله لقول امراة لا تدری لعلها حفظت او نسیت لها السکنیٰ و النفقة قال الله عزوجل لا تخرجوهن من بیوتهن الا ان یاتین بفاحشة مبینة (مسلم ج:۱،ص ۴۸۵، مطبوعہ نور محمد کراچی)

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے پتہ نہیں اس نے حدیث کو یاد رکھا یا بھول گئی۔ مطلقہ ثلاثہ کے لئے رہائش بھی ہے اور نفقہ بھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو الا یہ کہ وہ کھلی بدکاری کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت یہ تھی کہ مطلقہ ثلاثہ کا سکنیٰ اور نفقہ واجب ہے۔

نفقہ کے عدم وجوب پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب:

امام احمد بن حنبل نے مطلقہ ثلاثہ سے نفقہ اور سکنیٰ کے وجوب کی نفی پر اور امام مالک اور امام شافعی نے مطلقہ ثلاثہ سے نفقہ کے وجوب کی نفی پر حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

جواب: حضرت فاطمہ بنت قیس کے شوہر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جب بھی فاطمہ سے اس روایت کو سنتے تو پوری قوت سے اس روایت کا رد کرتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں یہ عورت اس روایت سے دنیا میں ایک فتنہ پیدا کر رہی ہے اور حضرت عمر فاروق نے بھی رد فرمایا ہے۔

حضرت علامہ سرخسی فرماتے ہیں: اگر بالفرض یہ حدیث ثابت ہو تو اس کی دو تاویلیں ہیں: پہلی تاویل یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کے شوہر غائب تھے، مدینہ سے یمن کی طرف گئے ہوئے تھے انہوں نے اپنے بھائی کو جَو کا آٹا بطور نفقہ دینے کا وکیل بنایا انہوں نے

اسے لینے سے انکار کر دیا اور ان کا خاوند وہاں موجود نہیں تھا جو اس کا بدلہ میں کوئی اور چیز ادا کرتا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ روایات کے مطابق حضرت فاطمہ بنت قیس بہت زبان دراز تھیں اور اپنے خاوند کے بھائیوں کو بہت تنگ کرتی تھیں اس وجہ سے ان لوگوں نے ان کو گھر سے نکال دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو حضرت ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا جس وجہ سے انہوں نے گمان کیا کہ ان کے لئے رسول اللہ ﷺ نے نفقہ اور سکنیٰ مقرر نہیں فرمایا۔ (المبسوط، ج۵،ص۲۰۲، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت)

السؤال السادس (الف) جب خاوند بیوی کو کہے تجھے لیلۃ القدر میں طلاق ہے تو کب طلاق واقع ہو گی؟ دلائل کے ساتھ تحقیقی جواب تحریر کریں۔

جواب:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے شب قدر کا تعین نہیں کیا گیا اور نہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے، بلکہ اسے عام رکھتے ہوئے فرمایا یہ پورے رمضان میں ہو گی اور کہیں فرمایا: رمضان کے ابتدائی یا درمیانی حصے میں ہو سکتی ہے اور کبھی فرمایا آخری حصے میں ہو سکتی ہے اور کبھی فرمایا شب قدر کو آخری سات راتوں میں تلاش کرو اور ایک روایت ۲۳ویں رات کو فرمایا اور کبھی فرمایا تم اسے آخری عشرے میں طاق راتوں میں تلاش کرو اور کبھی فرمایا رمضان کے آخری نصف حصے میں تلاش کرو اور ایک روایت میں نویں، ساتویں، اور پانچویں رات میں تلاش کرو اور ایک روایت میں ستائیسویں رات میں تلاش کرو یعنی شب قدر اور ایک حدیث چوبیسویں رات کو بیان کیا گیا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص سال بھر رات کے وقت نوافل ادا کرتا رہے گا وہ اسے پا سکتا ہے اور ایک جگہ صہباوات والی رات ہے ایک جگہ فرمایا یہ قرآن کے نزول والی رات ہے تو ان احادیث مبارکہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ شب قدر متعین

نہیں کیونکہ اس بارے میں ہمارے اصحاب کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے اب اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہہ دے کہ شب قدر میں تمہیں طلاق ہوگی تو طلاق کب واقع ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک قول میں کہ اگر شوہر نے عورت سے یہ بات رمضان کے مہینے سے پہلے کہی ہو تو طلاق اس وقت تک واقع نہیں ہوگی جب تک رمضان کا پورا مہینہ نہ گزر جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ شب قدر کے موقع کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ رمضان کی کون سی رات ہوتی ہے کیونکہ یہ اس پورے مہینے میں کسی بھی وقت ہو سکتی ہے اور کچھ ایسی روایات بھی ہیں کہ یہ اس مہینے میں بطور خاص کسی رات میں ہوتی ہے۔

(۲) اگر اس شخص نے یہ بات رمضان کے مہینے کے دوران کہی خواہ اس کے ابتدائی حصے میں کہی ہو یا آخری حصے میں یا درمیانی حصے میں کہی ہو تو طلاق اس وقت واقع نہیں ہوگی جب تک اس مہینے کا بقیہ حصہ نہیں گزر جاتا اور پھر اگلے برس کا رمضان آنے کے بعد پورا نہیں گزر جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے رمضان کا جو حصہ گزر چکا ہے وہ شب قدر اس میں گزر چکی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ رات مہینے کے باقی رہ جانے والے حصہ میں موجود ہو تو اس میں طلاق واقع ہو جائے گی جب اس بارے میں اشکال پیش آگیا تو میں طلاق کے وقوع کا حکم اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک مجھے اس کے وقوع کا علم نہ ہو جائے اور مجھے علم اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب وہ رمضان گزر جائے جس میں یہ بات کہی گئی اور اس کے بعد اگلا رمضان بھی گزر جائے۔ اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔
امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اسی قول پر فتویٰ دیا اور ایک مرتبہ وہ یہ کہتے ہیں اگر اس شخص نے اپنی بیوی سے یہ بات رمضان کے مہینے کے دوران کہی ہو تو طلاق کا حکم اس وقت تک واقع نہیں ہوگا جب تک اگلے برس رمضان کا اتنا ہی عرصہ گزر نہیں جاتا۔

(۳) امام ابویوسف رحمۃ اللہ علی نے ایک مرتبہ یہ بھی فتویٰ دیا تھا کہ جب وہ شخص

رمضان کے دوران اپنی بیوی سے یہ کہے تو طلاق اس وقت تک واقع نہیں ہوگی جب تک ستائیسویں رات نہیں گزر جاتی۔

نوٹ: امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ آخر میں یہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق باقی یہی ہے باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس بارے میں اس روایت کی طرف گئے پس جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ یہ رمضان کی متعین رات ہوتی ہے اور وہ چوبیسویں اور ستائیسویں رات ہے اس لئے جب ستائیسویں رات گزر جائے گی تو یہ پتہ چل جائے گا کہ شب قدر ہو چکی ہے تو طلاق کا حکم واقع ہو جائے گا اور ایک قول کے مطابق کیونکہ جب اس کے ہونے کا علم نہیں ہوگا تو طلاق کے وقوع کا بھی علم نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم ورسولہ

(ب) مکرہ کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

جواب: اس کا جواب شرح معانی الآثار 2014 کے پرچہ میں دیکھیں۔

الاختباری السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس اهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية (السنة الثانية للبنات)

الموافق سنة 1436هجری، 2015ء، الوقت المحدود: ثلاث ساعات

الورقة الولی: صحیح البخاری، مجموع الارقام، 100

الملاحظہ: السؤال الأخیر اجباری ولک الخیار فی البواقی أن تجیبی عن اثنین فقط

السؤال الاول عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال النبی ﷺ العائد فی هبته كالكلب يقيئ ثم يعود فی قيئه

(الف) ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب

ترجمہ: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہبہ کرکے رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو قے کرکے کھالے“۔

تشریح:

اس حدیث سے طاؤس، عکرمہ، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق نے اس پر استدلال کیا ہے کہ کسی ہبہ کرنے والے کیلئے اپنے ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں سوائے باپ کے جو بیٹے کو ہبہ کرتا ہے۔ امام مالک کے نزدیک کوئی شخص کسی اجنبی کو ہبہ کرکے اس سے رجوع کرسکتا ہے بشرطیکہ اس نے اس سے اس ہبہ کا عوض نہ لیا ہو ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ کسی شخص کا اجنبی کو ہبہ کرکے اس سے رجوع کرنا جائز ہے جبکہ اس سے عوض نہ لیا ہو جب تک وہ چیز قائم ہو اور یہ قول حضرت عمر بن الخطاب حضرت ابوہریرہ اور حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور بہت

سے فقہاء تابعین کا بھی یہی قول ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہبہ کرکے رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو قے کرکے کھالے اس کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ ہبہ کرکے رجوع کرنا اتنا قبیح ہے جتنا کتے کا قے کرکے کھانا قبیح ہے۔ اور یہ مروّت اور اخلاق کے اعتبار سے بُرا ہے شرعاً قبیح نہیں ہے کیونکہ کتے کا فعل حلال اور حرام کے ساتھ متصف نہیں کیا جاتا۔

(ب) ہبہ واپس لینا جائز ہے یا نہیں؟ اختلاف ائمہ مع الدلائل لکھیں۔

جواب

ہبہ سے رجوع کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء:

ہبہ سے رجوع کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے کہ کسی چیز کو ہبہ کرکے اس سے رجوع کرنا کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے، طاؤس اور حسن بصری بھی یہی کہتے ہیں اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس شخص نے کسی ذی رحم محرم کو ہبہ کیا اس کیلئے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے بشرطیکہ اس کے عوض نہ لیا ہو، حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول اس کے خلاف ہے اگر ہبہ کرنے والے نے ہبہ کا عوض نہیں لیا ہے تو وہ ذی رحم محرم سے بھی رجوع کرسکتا ہے۔

سفیان ثوری اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ ذی رحم محرم کے غیر کو کوئی چیز ہبہ کی اور وہ چیز قائم ہو اور ہلاک نہ ہوئی ہو اور اس چیز میں کوئی اضافہ نہ ہوا ہو اور اس کا کوئی عوض نہ لیا ہو تو اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے جیسے اس نے اپنے چچازاد یا ماموں زاد کو کوئی چیز ہبہ کی ہو اور اگر اس نے اپنے ذی رحم محرم کو کوئی چیز ہبہ کی ہے تو اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے مثلاً اس

کی بیٹی یا بھائی یا دادا یا نانا یا ماموں یا چچا یا بھتیجا یا بھانجا۔ امام مالک نے کہا ہے کہ جس چیز کو ثواب کیلئے ہبہ کیا ہے اس سے رجوع کرنا جائز ہے خواہ محرم کو ہبہ کیا ہو یا غیر محرم کو۔

(ج) حدیث مذکور کس کی مؤید ہے؟ اگر آپ کی مؤید نہ ہو تو اس کا جواب دیں۔

جواب: ہبہ سے رجوع کرنے کو مکروہ تنزیہی قرار دینے پر فقہاء احناف کی دلیل:

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ اس کتے کی مثل ہے جو قے میں رجوع کرلے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو قے میں رجوع کرنے والا ہے وہ کتا ہے اور کتا کسی حلال یا حرام کا مکلّف نہیں ہے لہٰذا اس سے ہبہ میں رجوع کی ممانعت ثابت نہیں ہوگی۔ اس حدث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی امت کو اس سے منزّہ فرمایا ہے کہ وہ کتے کی مثل کوئی کام کریں سو ہبہ میں رجوع کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(شرح ابن بطال، جلد ۷، صفحہ ۱۱۰، ۱۰۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

ہبہ سے رجوع کرنے کو مکروہ تحریمی قرار دینے پر حافظ ابن حجر کی دلیل:

نبی ﷺ نے فرمایا: ہمارے لئے اس سے بُری مثال نہیں ہے یعنی ہم مؤمنین کی جماعت کو ایسی مذموم صفت کے ساتھ متصف نہیں ہونا چاہیے جس میں وہ خسیس حیوانات کے خسیس احوال میں مشابہ ہوں آپ نے یوں نہیں فرمایا کہ تم ہبہ کر کے رجوع نہ کرو بلکہ فرمایا: ہبہ کر کے رجوع والا اس کتے کی مثل ہے، جو قے کر کے رجوع کرلے اور اس میں ہبہ میں رجوع کی ممانعت زیادہ قوی اور زیادہ واضح ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ ارشاد کہ ہبہ میں رجوع کرنے والا قے میں رجوع کرنے والے کی مثل ہے اگرچہ تحریم کا تقاضا کرتا ہے لیکن دوسری حدیث میں فرمایا: وہ اس کتے کی مثل ہے جو قے میں رجوع کرے اور کتا غیر مکلف ہے پس اس پر قے کو کھانا حرام نہیں ہے سو اس سے مراد یہ ہے کہ کتے کے فعل کے مشابہ فعل سے منزّہ ہونا چاہیے یعنی ہبہ کر

کے اس سے رجوع کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(صحیح البخاری، جلد نمبر ۵، صفحہ ۴۰۶)

السؤال الثانی كان رسول الله ﷺ اجود الناس و كان اجود مايكون في رمضان حين يلقاه جبريل و كان يلقاه في كل ليلة من رمضان فيدارسه القرآن فلرسول الله ﷺ اجود بالخير من الريح المرسلة

(الف) ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے اور سب سے زیادہ سخاوت آپ رمضان میں کرتے تھے جب حضرت جبریل آپ سے ملاقات کرتے تھے اور حضرت جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے اور آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے، پس رسول اللہ ﷺ (لوگوں کے نفع کے لئے) بھیجی ہوئی ہواؤں سے زیادہ خیر کی سخاوت کرتے تھے۔

تشریح:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے حدیث میں اجود کا لفظ ہے جو جود کا اسم تفضیل ہے علامہ محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی 715ھ نے لکھا ہے: رجل جواد کا معنی ہے: سخی آدمی (لسان العرب جلد نمبر 3، صفحہ 234، دار صادر بیروت) نیز لکھا ہے: من الجواد کا معنی ہے: یہ سخاوت سے ہے لہٰذا اجود کا معنی ہے، جس شخص کے جو چیز لائق ہو اس کو وہ عطا کرنا اور آپ کے سب سے زیادہ جواد ہونے میں کیا شک ہے آپ سب سے زیادہ حسین تھے آپ کے افعال سب سے زیادہ اچھے تھے اور آپ

کے اخلاق سب سے زیادہ عمدہ تھے اسی طرح آپ سب سے زیادہ سخی تھے آپ کسی سائل کو ''نہ'' نہیں فرماتے تھے نیز اس حدیث میں الریح المرسلۃ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بھیجی ہوئی ہوا۔ اور اس کا معنی رحمت (یعنی بارش) کے لئے بھیجی ہوئی ہوا بھی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وهو الّذی یُرسِلُ الرّیٰحَ بشرا بَیْنَ یَدَی رَحْمَتِه (الاعراف:۵۷)

''اور وہی ہے، جو اپنی رحمت (کی بارش) سے پہلے خوش خبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے جس چیز کا بھی سوال کیا جاتا، آپ وہ عطا فرما دیتے۔ (مسند احمد جلد ۱، صفحہ ۲۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ سب سے زیادہ جواد کون ہے؟ اللہ سب سے زیادہ جواد ہے اور بنو آدم میں سب سے زیادہ جواد میں ہوں، اور میرے بعد سب سے زیادہ جواد وہ شخص ہوگا جس نے علم حاصل کر کے اس کو پھیلایا اس کو قیامت کے دن امت میں اکیلا اٹھایا جائے گا اور وہ شخص سب سے زیادہ جواد ہوگا جس نے اپنی جان کی اللہ کی راہ میں سخاوت کی، حتی کہ شہید ہوگیا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ سب سے زیادہ رمضان میں سخاوت کرتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی سب سے زیادہ رمضان میں فیاضی فرماتا ہے رمضان کی ایک شب میں اس نے ہزار مہینوں کی عبادت کا اجر مقرر فرمایا، رمضان میں تسبیحات کا اجر ستر گنا زائد عطا فرماتا ہے اورف فرمایا: روزہ میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں خود ہوں۔

(صحیح البخاری:۱۸۹۴)

نیز اس حدیث مذکور ہے کہ حضرت جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے اور آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔ رمضان میں قرآن مجید کے دور کی حکمت یہ ہے کہ اب تک جو احکام نازل ہو چکے تھے ان پر یقین کو تازہ کیا جائے اور تا کہ

حضرت جبریل قرآن مجید کے الفاظ کی تصحیح اور تجوید کے احکام پہنچائیں تا کہ بہت کے لئے بھی قرأت اور تجوید کی تعلیم حاصل کرنا سنت ہو۔

(صحیح البخاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 148)

(ب) امام بخاری اور صحیح بخاری کا مکمل نام لکھیں۔

جواب

امام بخاری کا مکمل نام: ابوعبداللہ محمد بن ابی الحسن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن الاحنف بردزبہ الجعفی ہے۔

صحیح بخاری کا مکمل نام: امام بخاری نے اپنی صحیح کا نام ''الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسنتہ وایامہ'' رکھا لیکن عوام وخواص میں یہ کتاب ''صحیح بخاری'' کے نام سے مشہور ہوگئی۔

(ج) خط کشیدہ صیغے لکھیں۔

یُدَارِسُ صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معروف ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق، بے ہمزہ وصل، صحیح از باب مفاعلہ۔

اَجْوَدُ صیغہ واحد مذکر اسم تفضیل ثلاثی مجرد اجوف واوی از باب نصر ینصر۔

یَلْقَا صیغہ واحد مذکر غائب، فعل مضارع معروف، ناقص یائی از باب سمع یسمع۔

السؤال الثالث قال رسول الله ﷺ فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام

(الف) ترجمہ وتشریح کریں اور خط کشیدہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کی عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر ہے"۔

تشریح اور خط کشیدہ الفاظ کی وضاحت

ثرید کی تعریف:

گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑوں کو ڈال کر جو طعام بنایا جائے اس کو ثرید کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۶، صحہ ۳۴۵)

خلاصہ یہ ہے کہ ثرید گوشت سے بنتا ہے اور حدیث میں ہے کہ کھانوں کا سردار گوشت ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل دنیا اور اہل جنت کے طعام کا سردار گوشت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عورتوں پر فضیلت ثرید کی طرح ہے اور ثرید گوشت سے بنتا ہے اور کھانوں کا سردار گوشت ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں کی سردار ہیں علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دنیا اور آخرت میں فضیلت کو لازم آتی ہے لیکن ان کی دنیا اور آخرت میں تمام عورتوں سے افضل ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ دوسری احادیث صحیحہ سے حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا ثبوت ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال پوچھا کہ آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا۔ اکابر صحابہ حضرت عائشہ سے فرائض کے متعلق سوال کرتے تھے، عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں اور عام مسائل میں آپ کی

رائے سب سے زیادہ درست ہوتی تھی۔ عروہ نے کہا میں نے فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ سے بڑھ کر کسی کو عالم میں نہیں دیکھا اگر حضرت عائشہ کے فضائل میں صرف قصہ افک ہی ہوتا تو وہی کافی تھا کیونکہ حضرت عائشہ کے متعلق قرآن مجید میں آیات نازل ہوئیں جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔

(ب) حضرت سیدہ عائشہ اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما میں سے افضل کون ہے؟

جواب

شیخ ابن قیم نے کہا ہے کہ اگر افضلیت سے مراد کثرت علم ہے تو لامحالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور اگر اس سے مراد اصل اور ذاتی شرف ہے تو لامحالہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور یہ ایسی فضیلت ہے جس میں ان کی بہنوں کے سوا ان کا کوئی شریک نہیں ہے اور اگر شرف سیادت مراد ہے تو اس کی تصریح صرف سیدہ فاطمہ کے لئے کہ سیدہ فاطمہ اپنی بہنوں سے اس وجہ سے ممتاز ہیں کہ وہ سب نبی ﷺ کی حیات میں فوت ہوگئی تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فضیلت علم کی وجہ سے ممتاز ہیں۔

نوٹ: علامہ زرہونی مالکی متوفی ۱۳۷۸ھ لکھتے ہیں امام بکی نے کہا ہے کہ ہمارا مختار اور ہمارا دین یہ ہے کہ بے شک حضرت فاطمہ افضل ہیں پھر حضرت خدیجہ ہیں اور پھر حضرت عائشہ ہیں۔ علامہ زرہونی لکھتے ہیں کہ تمام محققین کا یہی موقف ہے اور اس کے خلاف کی طرف التفات نہ کیا جائے نیز علامہ بکی نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ کے بعد تمام ازواج مطہرات فضیلت میں مساوی ہیں اور وہ باقی عورتوں سے افضل ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ کے افضل ہونے پر اجماع ہے اور اختلاف صرف حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہے اور بعض نے کہا کہ دنیا میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور آخرت میں حضرت عائشہ افضل ہیں کیونکہ آخرت میں سیدہ فاطمہ

حضرت علی کے پاس ہوں گی اور حضرت عائشہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوں گی۔

(ج) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر مذکورہ بالا حدیث کے علاوہ دو احادیث تحریر کریں۔

جواب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر احادیث:

1-عن عائشة انها قالت قال رسول الله ﷺ اریتک فی المنام ثلاث لیال جآئنی بک الملک فی سرفة من حریر فیقول هٰذه امراتک فاکشف عن وجهک فاذا انت هی فاقول ان یک هذا من عند الله یمضه

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم تین راتوں تک مجھے خواب میں دکھائی گئیں ایک فرشتہ تمہیں (تمہاری تصویر کو) ریشم کے ایک ٹکڑے میں لے کر آیا وہ کہتا تھا کہ یہ تمہاری زوجہ ہیں ان کا چہرہ کھولئے، پس میں نے دیکھا تو وہ تم تھیں، میں نے کہا اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو پورا کردے گا۔

2-عن عائشة ان الناس کانوا یتحرون بهدایا هم یوم عائشة یبتغون بذالک مرضاة رسول الله ﷺ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی رضا جوئی کے لئے لوگ اس دن تحفے بھیجتے تھے جس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری ہوتی تھی۔

3-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں گڑیوں کے ساتھ کھیلتی تھی میری سہیلیاں آتیں سو وہ بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں پھر جب وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھتیں تو وہ بھاگ جاتیں اور رسول اللہ ﷺ ان کو میرے ساتھ شامل کرتے تھے اور وہ میرے ساتھ کھیلتی

تھیں۔

4-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان سے فرماتے تھے جب تم ناراض ہوتی ہو تو میں تمہاری ناراضگی کو پہچان لیتا ہوں اور جب تم راضی ہوتی ہو تو میں تمہاری رضا کو پہچان لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ آپ یہ کیسے پہچان لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: یا محمد اور جب راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو: یارسول اللہ۔

السوال الرابع عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ ﷺ شَقَّتَیْنِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِشْهَدُوْا

(الف) حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

جواب

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا پس نبی ﷺ نے فرمایا: گواہ ہو جاؤ"۔

(ب) معجزہ شق قمر آپ ﷺ نے کیوں ظاہر فرمایا؟

جواب

معجزہ شق قمر ظاہر کرنے کی وجہ:

معجزہ شق قمر آپ ﷺ کے ظاہر فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین نے آپ ﷺ سے کہا کہ اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو چاند کو دو ٹکڑوں میں کر کے دکھائیں تو آپ ﷺ نے ان کو چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا۔

چاند کا شق ہونا بہت عظیم معجزہ تھا یہ معجزات کی عادت سے خارج تھا علامہ خطابی نے کہا

ہے کہ چاند کا شق ہونا بہت عظیم معجزہ تھا انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں سے کوئی معجزہ اس کے برابر نہیں ہے کیونکہ یہ معجزہ اس عالم طبعی سے خارج میں واقع ہے اور کسی شخص کی قدرت میں یہ نہیں ہے کہ وہ اس معجزہ کی نظیر لا سکے لہٰذا اس معجزہ کے ساتھ نبوت کو ثابت کرنا بہت واضح ہے۔ نیز جس وقت یہ معجزہ رونما ہوا اس وقت نبی ﷺ منیٰ میں تھے اور آپ کے ساتھ مومن بھی تھے اور مشرک بھی تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے حتیٰ کہ لوگوں نے حرا پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا تو پھر چاروں طرف سے لوگ آئے تو انہوں نے چاند کے شق ہونے کی خبر دی اور یہ بہت عظیم اور بہت عجیب و غریب معجزہ ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (القمر:۱)

"قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا"۔

(ج) بخاری شریف میں مناقب سیدنا عمر فاروق پر مذکورہ احادیث میں سے تین تحریر کریں۔

جواب

1-قال رسول اللہ ﷺ ایھا یا ابن الخطاب والذی نفسی بیدہٖ ما لقیک الشیطان سالکا فجا قط الا سلک فجا غیر فجک

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، شیطان جب تمہیں کسی راستہ پر جاتے ہوئے ملتا ہے تو وہ تمہارے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر جاتا ہے"۔

2-قال النبی ﷺ لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن من امتی منھم احد فعمر

ترجمہ: "نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ انبیاء ہوں پس اگر ان میں سے کوئی میری امت میں ہے تو وہ عمر ہیں"۔

3-عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول بینا انا نائم رایت الناس عرضوا علیّ و علیھم قمص فمنھا ما یبلغ الثدی و منھا ما یبلغ دون ذالک و عرض علی عمر و علیہ قمیض اجترہ قالوا فما اولتہ یا رسول اللہ؟ قال الدین

ترجمہ: "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے (خواب) میں دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے اور ان پر قمیصیں تھیں پس ان میں سے بعض کی قمیصیں پستانوں تک تھیں اور بعض کی قمیصیں اس سے بھی کم تھیں اور میرے سامنے عمر پیش کئے گئے اور ان پر جو قمیص تھی (وہ اتنی لمبی تھی) کہ وہ اس کو گھسیٹ رہے تھے صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: دین"۔

4- "حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب (نبی) ہوتے"۔ (سنن ترمذی:3686)

5- "حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہترین ہیں۔ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آپ نے یہ کہا ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو عمر سے بہتر ہو"۔

الاختباری السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس اهل السنة باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية (السنة الثانية للبنات)

الموافق سنة 1436هجری، 2015ء، الوقت المحدود: ثلاث ساعات

الورقة الثانية: صحيح المسلم، مجموع الارقام، 100

الملاحظه: السؤال الأول اجباری ولک الخيار فی البواقی أن تجيبی عن الاثنين فقط

السؤال الأول قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ اَوْ شَقَّ الْجُيُوْبَ اَوْ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

الف) اعراب لگائیں، ترجمہ کریں

جواب

اعراب اوپر سوال میں لگا دیئے گئے ہیں۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص منہ پیٹے اور گریبان چاک کرے یا ایام جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ب) حدیث پاک میں مذکورہ تین جملوں میں سے ہر ایک کی الگ الگ تشریح کریں؟

جواب:

من ضرب الخدود کی تشریح:

نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ جو اسلام میں کسی صدمہ، دکھ یا کسی تکلیف پر بے صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے منہ کو پیٹے یعنی منہ پر تھپڑ مارے تو یہ بے صبری ہے یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہے اور مسلمان کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا بلکہ صبر کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے بارے میں فرمایا ہے:

یا ایها الذین اٰمنوا اصبروا و صابروا

''اے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو''۔

اور جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتا ہے: انا لله وانا اليه راجعون

''بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں''۔

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص پر کوئی مصیبت نازل ہوئی اور اس نے اس کی شکایت کی، اس نے اپنے رب کی شکایت کی۔ کیونکہ مصیبت کی شکایت کرنا اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنے کو مستلزم ہے کیونکہ اس مصیبت میں مبتلا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

شق الجيوب کی وضاحت:

''شق الجیوب'' کا مطلب ہے گریبان چاک کرنا، کپڑوں کو پھاڑنا بھی مصیبت پر صبر کے منافی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کے بارے میں فرمایا ہے:

ان الانسان خلق هلوعا o اذا مسه الشر جزوعاo اذا مسه الخير منوعاo

ترجمہ: بے شک انسان کم حوصلہ (بے صبرا) پیدا کیا گیا ہے، جب اس پر مصیبت آتی ہے تو جزع فزع (یعنی بے صبری کا اظہار) کرتا ہے اور جب اس کو نعمت ملے تو اس کو روک کر رکھنے لگتا ہے مگر الا المصلين الذين هم على صلوتهم دائمون ''مگر وہ لوگ جو نمازی ہیں جو اپنی نمازوں پر ہمیشگی کرتے ہیں'' وہ بے صبری نہیں کرتے اور کپڑوں کو نہیں پھاڑتے۔

(اور سورۃ الممتحنہ آیت نمبر ۱۲) میں رب تعالیٰ نے فرمایا: ولا يعصينك فی معروف ''اور نہ کسی نیکی میں آپ کی نافرمانی کریں گی''۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ علی بن ابراہیم لکھتے ہیں ولا تمزقن جيبا ''اپنے گریبان نہ پھاڑو'' اسی طرح شیخ محمد بن حسن طوسی اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ولا يشققن جيبا ''کہ گریبان نہ پھاڑیں''۔ اور شیخ ابوعلی بن حسن طبرسی لکھتے ہیں وتمزيق الثياب و

شق الجیب ''اور کپڑے نہ پھاڑیں اور گریبان نہ پھاڑیں''۔

پس معلوم ہوا کہ کپڑے اور گریبان پھاڑنا نیکی نہیں۔

دعا بدعوی الجاهلية کی وضاحت:

اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار نہیں کرے کیونکہ اسلام جاہلیت کے تمام برے کاموں کے کرنے سے منع کرتا ہے زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو جب مصیبت پہنچی تو وہ اپنے آباؤاجداد کی خوبیاں بیان کرنے لگ جاتے اور اُن کی شان میں مرثیہ وغیرہ کہتے اور حضور ﷺ نے فرمایا میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار عادتیں ہیں جن کو وہ ترک نہیں کرے گی، خاندانی شرافت پر فخر کرنا اور نسب پر طعن کرنا، ستاروں سے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا۔ اور زمانہ جاہلیت میں عورتیں بلند آواز سے روتیں اور اپنے مرنے والوں کی خوبیاں بیان کرتی تھیں جس طرح حضرت خالد بن ولید فوت ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کو اس وقت تک رونے سے منع نہ کرو جب تک سر پر خاک نہ ڈالیں یا آواز نہ نکالیں تو اس سے معلوم ہوا کہ بغیر آواز سے رونے کی اجازت ہے مگر آواز نکالنا کہ ہائے وہ مرگیا، ہائے یہ مرگیا، ہائے وہ مرگیا وغیرہ یہ دورِ جاہلیت کا طریقہ ہے اور اس سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

نوٹ: تو معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت سے مراد اسلام کے ظہور سے پہلے کا زمانہ فترت، یعنی زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرنا اور مُردے کے متعلق کہنا ہائے پہاڑ، ہائے میرے باز، یہ اہل جاہلیت کا طریقہ ہے شریعتِ اسلام مین جائز نہیں (عمدۃ القاری، ج8، ص127)

(ج) کیا مذکورہ کام کرنے والا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے؟

جواب:

جو شخص منہ پیٹے یا گریبان چاک کرے یا ایام جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا کیونکہ کبیرہ گناہ کرنے والا گناہ گار تو ہوتا ہے لیکن کافر نہیں ہوتا۔

لیس منا کا مطلب:

''لیس منا'' کا معنی یہ ہوگا کہ ایسا شخص ہماری سیرت کاملہ اور ہمارے پسندیدہ طریقہ پر نہیں ہے۔ وہ ہماری اقتدا کرنے والا نہیں اور ہماری سنت پر عمل کرنے والا نہیں اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ دین سے بالکل خارج ہو گیا کیونکہ اہل سنت کے نزدیک کوئی شخص معصیت کے ارتکاب سے دین سے خارج نہیں ہوتا، ہاں! اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ معصیت حلال و جائز ہے تو پھر وہ دین سے خارج ہو جائے گا، یہ جملہ تغلیظ کیلئے ہے۔

(د) جاہلیت کا معنی اور وجہ تسمیہ:

اسلام سے پہلے کے زمانہ کو جاہلیت کا زمانہ کہتے ہیں کیونکہ اس زمانہ میں انسانوں کے اندر بہت سے بُری عادتیں پیدا ہوگئی تھیں مثلاً زندہ لڑکیوں کو دفن کرنا وغیرہ اور اسلام نے آکر ان چیزوں کو ختم کر دیا اس لئے اسلام سے پہلے زمانہ کو دورِ جاہلیت اور بعد کے زمانہ کو سلام سے منسوب کیا گیا۔

زمانہ جاہلیت سے مراد:

اسلام کے ظہور سے پہلے کا زمانہ فترت، یعنی زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرنا اور مُردے کے متعلق کہنا: ہائے پہاڑ، ہائے میرے بازو، یہ اہل جاہلیت کا طریقہ ہے۔ شریعتِ اسلام میں جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری، جلد8، صفحہ 127، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ)

السوال الثانی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا

بَیْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ

(الف) ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب:

• ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ ان کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزاء جنت ہی ہے۔

تشریح:

حضور ﷺ کا جو فرمانا ہے ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنا ان کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ جب بندہ ایک عمرہ کرتا ہے تو دوسرے عمرہ کے درمیان اگر اس سے کوئی صغیرہ گناہ ہو جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے دوسرا عمرہ کرنے کی برکت سے اس کے گناہ کو معاف فرمادیتا ہے جیسے بہت سی دوسری احادیث کا مفہوم ملتا ہے کہ ایک نماز دوسری نماز کے درمیان کے گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک کے گناہ اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ بندے کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔

اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا: حج مبرور کی بس ایک ہی جزا ہے اور وہ جنت ہے کیونکہ حج کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ بندے کو اپنے گناہوں پر توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے اور جب بندہ گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو ایسا ہو جاتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور حج کے بارے میں بھی ہے کہ حج کرنے والے کے سارے گناہوں کو رب تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے۔

(ب) کیا حج کبیرہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے؟ اگر نہیں تو "لیس لہ جزاء الخ...... کا کیا

مطلب ہے؟

جواب:

حج کرنے والے کے کبیرہ گناہوں کو معاف فرمادینا:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور اہل عرفات کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے میرے ان بندوں کی طرف دیکھو ان کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں یہ دور دراز کے راستوں پر چل کر میرے سامنے آئے ہیں میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی ہے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بھی لوگ دوزخ سے آزاد نہیں کیے گئے۔

ابن جریج نے از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ اہل عرفہ کے اوپر ایک لحظہ میں مغفرت نازل ہوتی ہے اس وقت ابلیس اپنے سر پر مٹی ڈال لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے ہلاکت! ہائے موت! پھر تمام شیاطین اس کے پاس جمع ہو کر پوچھتے ہیں کہ کیا ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے ان کو ساٹھ ستر سال سے فتنہ میں ڈالا ہوا تھا اور (آج) پلک جھپکنے میں ان کی مغفرت کر دی گئی۔

ملا علی قاری کی یہ تحقیق کہ حج کرنے سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اور نہ حقوق العباد معاف ہوتے ہیں:

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

حج کرنے سے گزشتہ تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن اس پر اجماع ہے کہ عبادات سے صرف وہ صغائر معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق العباد سے نہ ہو، کیونکہ

حقوق العباد اس وقت معاف ہوتے ہیں جب صاحب حق کو راضی کر دیا جائے علاوہ ازیں شرک کے علاوہ باقی گناہوں کا معاف ہونا اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔

(مرقات، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 382، المکتبۃ الحقانیۃ، پشاور)

(ب) کیا حج کبیرہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے؟ اگر نہیں تو **لیس لہ جزاء الخ** کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

حج کرنے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں:

بعض علماء نے فرمایا حج کرنے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن جن علماء کے نزدیک حج کرنے سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں ان کی تحقیق نے تو حج کی عظمت اور اہمیت کو ختم کر دیا ہے صرف صغائر کی مغفرت تو ایک نماز پڑھنے سے بھی بلکہ وضو کرنے سے بھی ہو جاتی ہے۔ پھر حج کی خصوصیت کیا رہے گی! یہ ٹھیک ہے کہ کبیرہ گناہوں کی معافی توبہ سے ہوتی ہے لیکن حج کرنے والا میدان عرفات میں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہے اس لئے حج کرنے سے اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(صحیح البخاری، جلد 3، صفحہ نمبر 778)

لیس لہ جزاء الخ کا مطلب:

حج کرنے سے انسان کے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس شخص پر جنت واجب ہو جاتی ہے لیکن اگر حج کرنے کے بعد اس سے جو بھی گناہ ہوں گے ان گناہوں کی وجہ سے اس کی پکڑ ہو گی جس طرح جب کوئی کافر شخص مسلمان ہوتا ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں لیکن اگر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد گناہ کرتے گا تو اس کو ان گناہوں کی وجہ سے ضرور سزا دی جائے گی، لیس لہ جزاء الخ کا مطلب بھی یہی ہے۔

(ج) حج مبرور کی تعریف کریں اس کی علامات لکھیں عمرہ کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ لکھیں؟

جواب

"حَجٌّ" ح کے زبر سے بمعنی قصد و ارادہ ہے چونکہ حج سال میں ایک بار ہوتا ہے اور اس میں بیت اللہ کا ارادہ بھی کیا جاتا ہے، لہٰذا اسے حج کہتے ہیں۔

(تفسیر نعیمی، صفحہ نمبر 304، جلد نمبر 2)

حج کا لغوی معنیٰ: حج کا لغوی معنیٰ کسی معظم چیز کا ارادہ کرنا ہے۔

حج کا اصطلاحی معنیٰ: حج کے مہینوں میں مخصوص مقامات یعنی کعبۃ اللہ اور عرفات کے مخصوص افعال یعنی حج کا احرام باندھنا، طواف کرنا، میدان عرفات میں ٹھہرنا وغیرہ کے ساتھ زیارت کرنا حج ہے۔

مبرور: لفظ مبرور کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ۔

لغوی معنیٰ: "المبرور" کا ماخذ "بر" ہے اس کا معنیٰ ہے، نیکی۔

اصطلاحی معنیٰ: ابن خالویہ نے کہا: اس کا معنیٰ ہے حج مقبول، دوسروں نے کہا: اس کا معنیٰ ہے جس حج میں کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

حج مبرور کی تعریف وعلامات:

حج مبرور وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ نہ کیا ہو، یا وہ حج جس کے بعد کوئی گناہ نہ ہو، یا حج مقبول۔ لیکن یہ ایک امر باطن ہے اور تیسرا معنیٰ بھی اس لفظ کے مفہوم پر زائد ہے اس سے پہلے دو معنیٰ معتبر ہیں۔ حاکم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج مبرور کی تفسیر کھانا کھلانے اور اچھی باتوں سے کی ہے۔

عمرہ کالغوی معنی: العمرۃ لغۃ الزیارۃ عمرہ کالغوی معنی ہے زیارت کرنا۔

عمرہ کا اصطلاحی معنی:

تطلق شرعا مجموع الأمور الاربعۃ (۱) الاحرام، (۲) الطواف بالبیت (۳) السعی بین الصفا والمروۃ، (۴) الحلق او القصر

عمرہ کا شرعی معنی چار چیزوں کا مجموعہ ہے (۱) احرام، (۲) بیت اللہ کا طواف، (۳) سعی، (۴) سر مونڈنا یا بال کٹوانا۔

(التسہیل الضروری لمسائل القدوری، صفحہ نمبر 153، حصہ اول)

نوٹ: عمرہ، عمرٌ سے بنا ہے بمعنی زندگی چونکہ یہ عبادت عمر بھی میں ہر وقت کی جا سکتی ہے اس لئے عمرہ کہا جاتا ہے اور ممکن ہے عمرہ بمعنی آبادی ہو چونکہ بیت اللہ اس عبادت کی بدولت ہر وقت آباد رہتا ہے، لہٰذا اسے عمرہ کہا جاتا ہے۔

السؤال الثالث قال رسول اللہ ﷺ یحرم من لارضاعۃ ما یحرم من الولادۃ

(الف) ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب:

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔ (حوالہ: شرح صحیح مسلم، کتاب الرضاعۃ، صفحہ نمبر 903، جلد نمبر 3)

تشریح:

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دودھ پینے والے پر اس کے رضاعی ماں، باپ اور ان کے تمام اصول اور فروع حرام ہو جاتے ہیں خواہ وہ نسباً اصول وفروع ہوں یا رضاعاً حتی کہ اگر دودھ پلانے والی کے ہاں اس کے موجودہ شوہر سے یا کسی اور شوہر سے اولاد ہو خواہ دودھ

پلانے سے پہلے ہو یا دودھ پلانے کے بعد ہو یا وہ کسی اور بچہ کو دودھ پلائے یا دودھ پلانے والی کے شوہر کی کسی اور بیوی سے اولاد ہو خواہ اس کو دودھ پلانے سے پہلے ہو یا بعد، تو یہ سب دودھ پینے والے کے بھائی اور بہن ہیں اور ان کی اولاد اس کے بھائیوں اور بہنوں کی اولاد ہیں دودھ پلانے والی کے شوہر کا بھائی اس کا چچا اور اس کی بہن اس کی پھوپھی ہے اور دودھ پلانے والی کا بھائی اس کا ماموں ہے اور بہن اس کی خالہ ہے اسی طرح دادا، دادی، نانا، اور نانی کے رشتے ہیں۔ رضاعت کی وجہ سے سسرالی رشتوں کی حرمت بھی ہوتی ہے حتی کہ دودھ پلانے والی کے شوہر کی بیوی دودھ پینے والے پر حرام ہے اور دودھ پینے والے کی بیوی اس کے رضاعی باپ پر حرام ہے باقی سسرالی رشتوں کی تفصیل بھی اسی پر قیاس ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ دودھ پینے والا، دودھ پلانے والی کا محرم ہے اس کے ساتھ اس کا نکاح دائمی طور پر حرام ہے اس کو دیکھنا اس کے لئے حلال ہے اور اس کے ساتھ خلوت جائز ہے اس کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے لیکن نسب کے تمام احکام رضاعت میں جاری نہیں ہوتے، ان کے درمیان وراثت جاری نہیں ہوتی اور نہ ان میں سے کسی کا دوسرے پر نفقہ واجب ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ دودھ پینے والے اور دودھ پلانے والی کی اولاد بھی ایک دوسرے پر حرام ہے۔

(ب) کتنا دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے؟ اختلاف ائمہ مع الدلائل لکھیں؟

جواب

کتنا دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، اس کی مقدار میں اختلاف ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ کم از کم پانچ چسکیاں اس کے لئے ضروری ہیں اس سے کم میں رضاعت ثابت نہ ہو گی۔ لیکن جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین اور فقہاء مجتہدین رحمہم اللہ اجمعین کا یہ نظریہ ہے کہ ایک قطرہ پینے سے

بھی رضاعت ثابت ہوجائے گی۔امام مالک اور امام اعظم رحمہم اللہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔

امام شافعی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دلائل:

1-عن عائشة رضی الله عنها انها قالت كان فيما انزل الله من القرآن عشر رضعات معلومات يحرمن ثم نسخن بخمس معلومات فتوفی رسول الله ﷺ وهی فيما يقرأ من القرآن وفی رواية ابن يوسف بخمس معلومات يحرمن

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ الفاظ نازل فرمائے عشر رضعات یعنی دس مرتبہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوگی پھر اُن میں سے پانچ مرتبہ کو منسوخ کردیا گیا اور حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور بقیہ پانچ مرتبہ پینے کے الفاظ پڑھے جاتے تھے اور ابن یوسف کی روایت میں خمس معلومات آیا ہے۔

2-عن عائشة رضی الله عنها انها كانت تقول نزل فی القرآن عشر فضعات معلومات يحرمن ثم صرن الی خمس يحرمن و كان لا يدخل علی عائشة الا من استكمل خمس رضعات

(بیہقی شریف جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 454، باب من قال لامحرم من الرضاع)

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ قرآن کریم میں عشر رضعات معلومات کے الفاظ نازل ہوئے جو حرمت رضاعت ثابت کرتے تھے پھر پانچ مرتبہ تک باقی رہی اور زائد پانچ منسوخ ہوگئیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر اسے آنے دیتی تھیں جس نے پانچ مرتبہ دودھ مکمل کرلیا ہو۔

نوٹ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ موطا امام محمد میں ہے کہ آپ نے سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنی ہمشیرہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ ان کو دس مرتبہ دودھ پلاؤ تاکہ میں ان کی خالہ بن جاؤں۔ لیکن انہوں نے صرف تین بار دودھ پلایا جس کی بناء پر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بے حجاب آنے کی اجازت نہ دی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دلائل کے خلاف جمہور کے دلائل:

قال جمهور العلماء يثبت برضعة واحدة حكاه ابن المنذر عن علی و ابن مسعود و ابن عمر وابن عباس و عطاء و طاووس وابن المسيب والحسن ومكحول والزهری و قتادة والحكم وحماذ و مالك والاوزاعی والثوری وابی حنيفة رضی الله عنهم

(نووی شریف شرح صحیح مسلم جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 468، کتاب الرضاع مطبوعہ نور محمد کراچی)

حوالہ بالا سے معلوم ہوا کہ جمہور صحابہ کرام اور تابعین حضرات کا یہ مسلک ہے کہ حرمت رضاعت صرف ایک مرتبہ دودھ پینے سے کہ جس سے ایک قطرہ حلق سے اتر جائے، ثابت ہو جاتی ہے۔اس مسئلہ پر حضرات صحابہ کرام کے کچھ مزید اقوال درج ذیل ہیں۔

اقوالِ صحابہ کرام:

1-اخبرنا ابن جريح قال قال عطاء يحرم منها ما قل وما كثر قال وقال ابن عمر لما بلغه عن ابن الزبير انه ياثر عن عائشة فی رضاع انه قال لا يحرم منها دون سبع رضعات قال الله خير من عائشة قال الله تعالیٰ واخواتكم من الرضاعة ولم يقل رضعة ولا رضعتين

ترجمہ: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا کہ جناب عطاء نے فرمایا: رضاعت خواہ کم ہو یا زیادہ اس سے حرمت آجاتی ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب انہیں حضرت ابن زبیر سے یہ بات پہنچی کہ وہ حضرت عائشہ سے ایک اثر نقل کرتے ہیں وہ یہ کہ سات مرتبہ دودھ چوسنے سے کم میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی ابن عمر نے کہا: اللہ تعالیٰ قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات سے بہتر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تمہاری رضاعی بہنیں

تم پر حرام ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ چوسنا یا دو مرتبہ چوسنے کا ذکر نہیں کیا۔

نوٹ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کے خلاف جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات سے بہتر ہے وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے رضاعت کے ساتھ پانچ یا ساتھ مرتبہ کی قید نہیں لگائی ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لگاتی ہیں۔

2-عن عبدالکریم ابن امیة عن طاوس قال تحرم من الرضاعة المرة الواحدة

ترجمہ:عبدالکریم ابن امیہ جناب طاؤس سے بیان کرتے ہیں: ''دودھ ایک مرتبہ پینے سے بھی حرمت آجاتی ہے''۔

3-عبدالرزاق قال اخبرنی ابن جریح قال اخبرنی ابن طاؤس عن ابیه انه قال تحرم المرة الواحدة قلت هی المصة قال نعم

ترجمہ:عبدالرزاق کہتے ہیں کہ مجھے ابن جریح نے خبر دی وہ کہتے تھے کہ مجھے ابن طاؤس نے اپنے والد سے بتایا انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ دودھ پینے سے حرمت آجاتی ہے میں نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ دودھ پینے سے مراد ایک مرتبہ چوسنا ہے؟انہوں نے فرمایا:ہاں!

4-عن الزهری و قتادة عمن سمع الحسن قالوا فی الرضاع قلیله و کثیره سواء

ترجمہ: جناب زہری اور قتادہ رضی اللہ عنہما اس شخص سے بیان کرتے ہیں جس نے جناب حسن سے یہ مسئلہ سن رکھا تھا کہ انہوں نے دودھ کے متعلق کیا فرمایا؟فرمایا: کہ رضاعت قلیل ہو یا کثیر حرمت لانے میں برابر ہے۔

(شرح موطا امام محمد جلد دوم، صفحہ نمبر 241،244)

(ج) مدتِ رضاعت میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف لکھیں

جواب: **مدتِ رضاعت میں اختلاف:**

مدتِ رضاعت میں اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ مدت تیس ماہ ہے۔ صاحبین یعنی امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک دو سال اور امام زفر کے نزدیک تین سال ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کی دلیل:

ان کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ہے:

والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة

مائیں اپنی اولاد کو دو سال مکمل دودھ پلائیں یہ اس کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت مکمل کرنا چاہتا ہے۔اور تکمیل کے بعد اضافہ نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر فرماتا ہے:**وفصاله فی عامین** اور اس کا دودھ چھڑانے کے بعد دودھ نہیں پلایا جاسکتا اس سے ظاہر ہوا کہ دو سال کے اندر بچے کی دودھ کفایت کرتا ہے اور دو سال کے بعد رضاعت کا معاملہ بڑوں کی مثل ہو جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل:

ان کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وحمله و فصاله ثلاثون شهرا

''اس کو پیٹ میں رکھنے اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے''۔

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدتِ حمل اور مدتِ رضاعت دونوں کی علیحدہ علیحدہ مدت تیس ماہ ہے کیونکہ حمله وفصاله میں فصاله کا عطف حمله پر ہے اور عطف جانبین میں مغائرت کا تقاضا کرتا ہے لہٰذا یہ دونوں آپس میں مغائر ہیں اس لئے حمل اور دودھ چھڑانا دو الگ الگ چیزیں ہیں اور دونوں کیلئے مذکورہ مدت (تیس ماہ) الگ الگ مقرر ہونی چاہیے۔

چونکہ دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ مدتِ حمل دو سال سے زائد نہیں ہوسکتی لہٰذا دوسری چیز یعنی مدت رضاعت تیس ماہ ہی ہونی چاہیے اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے دو سال مکمل دودھ

پلانے والی آیت (حولین کاملین) میں دوسال مکمل کرنے کے بعد فرمایا:

وان اراد فصالا عن تراض منهما و تشاور

''اگر میاں بیوی باہمی رضامندی سے دودھ چھڑوانا چاہیں تو دونوں میں سے کسی پر گناہ نہیں''۔

اس سے معلوم ہوا کہ دوسال بعد باہمی مشورہ سے دودھ چھڑایا جاسکتا ہے جس پر کوئی گناہ نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوسال کے بعد بھی دودھ پلانا جائز ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرۃ آیت 233 میں فرمایا:

وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم فلا جناح عليكم

اور اگر تم اپنے بچوں کو کسی اور عورت سے دودھ پلانا چاہو تو کوئی گناہ نہیں (جب ان کی حقیقی مائیں دودھ پلانے پر راضی نہ ہوں) اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس آیت سے مراد دوسال کے بعد دودھ پلانا ہے اس لئے کہ دودھ جس طرح دوسال تک رضاع بنتا ہے اس طرح دوسال کے بعد بھی رضاع بنتا ہے اور دودھ دوسال کے فوراً بعد نہیں چھڑایا جاسکتا بلکہ بتدریجاً چھڑایا جاتا ہے یہاں تک کہ بچہ آہستہ آہستہ دودھ پینا بھول جائے اور دیگر اشیاء کھا پی کر گزارا کرنے لگے اس لئے دوسال پر کچھ مدت بڑھانا لازمی ہے جب اضافہ ضروری ہوا تو ہم نے اس کے لئے ادنیٰ مدت حمل کو لیا جو چھ ماہ ہے اور دودھ پلانے کی انتہا کو حمل کی ابتداء پر قیاس کیا امام زفر کہتے ہیں کہ جب دوسال پر اضافہ کرنا ہی ہے تو سال کا اضافہ کیا جائے۔ اس لئے آپ مدت رضاعت تین سال قرار دیتے ہیں۔

(المبسوط جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 136,137، باب الرضاع، مطبوعہ بیروت)

السؤال الرابع عن ابن عمر رضی الله عنهما قال لاعن رسول الله ﷺ بین رجل من الانصار وامرأته و فرق بينهما

الف) ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک انصاری اور اس کی عورت کے درمیان لعان کرایا اور ان کے درمیان تفریق کردی''۔

تشریح:

لعان کا لفظ ''لعن'' سے ماخوذ ہے۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کہ لعن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اس کا معنی ہے دھتکارنا اور خیر سے دور کرنا اور جب اس کی نسبت مخلوق کی طرف ہو تو یہ بددعا کا کلمہ ہے اور لکھتے ہیں کہ لعان کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے تو امام اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرائے اور مرد سے ابتداء کرے مرد چار بار یہ کہے کہ میں اللہ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ اس نے فلاں مرد کے ساتھ زنا کیا ہے اور میں اپنی اس تہمت میں صادق ہوں جب وہ چار بار یہ قسم کھالے تو پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ زنا کی اس تہمت لگانے میں جھوٹا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو پھر عورت کو کھڑا کیا جائے اور وہ چار بار یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو اس پر گواہ بناتی ہوں کہ اس شخص نے جو مجھ پر تہمت لگائی ہے یہ اس تہمت میں جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر یہ سچوں میں سے ہو تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو لعان کے بعد وہ عورت اس شخص سے بائنہ ہو جائے گی اور کبھی اس شخص کے لئے حلال نہیں ہوگی، اگر وہ حاملہ ہو تو بچہ اس عورت کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔

(شرح صحیح مسلم، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 1148، کتاب اللعان)

(ب) لعان کی ضرورت کب ہوتی ہے؟ نیز اگر مرد یا عورت کا جھوٹ ثابت ہو جائے تو کیا کیا جائے گا؟

جواب

لعان کی ضرورت کب ہوتی ہے:

مرد نے اپنی عورت کو زنا کی تہمت لگائی اس طرح پر کہ اگر اجنبیہ عورت کو لگاتا تو حد قذف (تہمتِ زنا کی حد) اس پر لگائی جاتی یعنی عورت عاقلہ، بالغہ، مسلمہ، عفیفہ ہو تو لعان کیا جائے گا۔

مرد یا عورت کا جھوٹ ثابت ہو جائے تو کیا کیا جائے؟

اگر لعان کرنے والا شخص لعان کے بعد اپنی بات کو جھٹلا دیتا ہے تو کیا وہ دوبارہ اس عورت کے ساتھ شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما اس بات کے قائل ہیں کہ ایسی صورت میں وہ شخص اس عورت کے ساتھ دوبارہ شادی کر سکتا ہے۔

دلیل: امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما اپنے مؤقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں: ''شوہر کا اپنی بات کی تکذیب کر دینا اس کے گواہی سے رجوع کرنے کے مترادف ہے اور جب گواہی دینے کے بعد اس سے رجوع کر لیا جائے تو اس گواہی کا حکم باقی نہیں رہتا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ وہ عورت اس شخص کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو چکی ہے۔

دلیل: امام ابو یوسف کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''لعان کرنے والے میاں بیوی کبھی دوبارہ شادی نہیں کر سکتے''۔ اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے۔ حرمت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ثابت ہوتی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اس عورت کے ساتھ دوبارہ کبھی بھی شادی نہیں کر سکتا۔

نوٹ: امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنے مؤقف کی تائید میں جو حدیث پیش کی ہے یہ اس وقت ہے جب وہ دونوں میاں بیوی لعان کرنے والے کے طور پر برقرار رہیں، تو ان دونوں کے درمیان حرمت بھی برقرار رہے گی لیکن جب شوہر نے اپنی بات کو جھٹلا دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے اپنی گواہی کو ختم کر دیا اور جب گواہی ختم ہوگئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لعان اپنی اصل صورت میں برقرار نہیں رہا اور جب لعان برقرار نہیں رہا تو اب وہ دونوں بعد میں اکٹھے ہو سکتے ہیں یعنی ایک دوسرے کے ساتھ شادی کر سکتے ہیں۔

الاختيار السنوى النهائى تحت اشراف تنظيم المدارس اهل السنة باكستان

الوقت المحدود ثلاث ساعات الورقة الثالثة: جامع ترمذی مجموع الارقام :100

الموافق سنة ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ء

الملاحظة: السؤال الأول اجبارى ولک الخيار فى البواقى ان تجيبى عن اثنين فقط

السوال الاول عَنْ اَنَسٍ اَنَّ نَاسًا مِّنْ عُرَيْنَةَ قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ فَاجْتَوَوْهَا فَبَعَثَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِىْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ وَقَالَ اشْرِبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَ اَبْوَالِهَا

(الف) ترجمہ کریں اور کلمات حدیث پر حرکات و سکنات لگائیں

جواب

اعراب اوپر سوال میں لگا دیا گیا ہے۔

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں عرینہ قبیلے کے کچھ لوگ مدینہ منورہ آئے وہاں کی آب و ہوا انہیں موافق نہیں آئی، نبی اکرم ﷺ نے انہیں صدقے کے اونٹوں کی طرف بھیج دیا اور فرمایا: ان کا دودھ اور پیشاب پیو''۔

(ب) کیا اونٹ کا پیشاب پینا جائز ہے؟ اگر نہیں تو حدیث کا جواب کیا ہے؟

جواب

فقہاء فرماتے ہیں کہ حلال جانوروں کے فضلات پاک ہوتے ہیں۔ علامہ ابوعبداللہ ابی وشتانی مالکی لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں فقہاء مالکیہ کی دلیل ہے کہ حلال جانوروں کے فضلات پاک ہوتے ہیں اور جو فقہاء ان کے فضلات کو نجس کہتے ہیں وہ اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ ضرورت کی بناء پر حرام چیزوں سے علاج کرنا جائز ہے۔

علامہ نووی کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ حلال جانوروں کے فضلات نجس ہیں اور ہمارے فقہاء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ ان کو اونٹنیوں کا پیشاب پلانا علاج کی ضرورت سے تھا اور ہمارے نزدیک خمر (انگور کی شراب) اور دیگر نشہ آور چیزوں کے سواہر نجس چیز کے ساتھ علاج کرنا جائز ہے۔

علامہ خطابی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں دوا اور علاج کا ثبوت ہے اور یہ کہ ہر انسان کا علاج اس کی عادات کے مطابق کرنا چاہیے کیونکہ وہ لوگ گنوار اور جنگلی تھے ان کی عادت تھی کہ وہ اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ پیتے تھے اور وہ جنگلوں میں رہنے والے تھے جب وہ شہر میں داخل ہوئے اور اپنی مانوس آب وہوا اور غذاؤں کو چھوڑ آئے تو بیمار پڑ گئے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی مانوس اور مزاج کے مطابق غذا کی ہدایت دی اور جب انہوں نے اپنی مانوس اور مالوف غذا کھائی تو صحت منداور فربہ ہوگئے۔

(ج) فاجتووا کی صرفی تحقیق کریں

صیغہ جمع مذکر غائب بحث فعل ماضی مطلق مثبت معروف ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق باہمزہ وصل ناقص یائی از باب افتعال۔

السؤال الثانی (۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال کنا نأکل علی عھد رسول اللہ ﷺ و نحن نمشی و نشرب

(۲) عن انس ان رسول اللہ ﷺ نھی ان یشرب الرجل قائما، فقیل الاکل قال ذالک اشد

(الف) احادیث طیبہ کا ترجمہ کریں۔

جواب

ترجمہ: حدیث نمبر 1: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہم لوگ چلتے پھرتے ہوئے کھالیا کرتے تھے اور پی لیا کرتے تھے''۔

ترجمہ حدیث نمبر 2:

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع کیا ہے ان سے دریافت کیا گیا کھانے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ زیادہ شدید (برا) ہے''۔

(ب) دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے، تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟

جواب

کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق جواز اور ممانعت دونوں قسم کی احادیث ہیں اسی لئے ان میں تطبیق دینے کے متعلق علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) علامہ خطابی مالکی علامہ ابو محمد بغوی، علامہ محمد مازری مالکی، قاضی عیاض مالکی، علامہ ابو العباس قرطبی مالکی اور علامہ ابوزکریا نووی شافعی رحمہم اللہ کا قول یہ ہے کہ ممانعت تنزیہہ پر محمول ہے اور حضور ﷺ کا عمل بیان جواز کے لئے ہے۔ (۲) علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت سے چلتے ہوئے پانی پینے کی ممانعت مراد ہے (اس توجیہہ پر یہ اعتراض ہے کہ جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم عہدِ رسالت میں کھڑے ہو کر اور چلتے ہوئے کھاتے اور پیتے تھے۔ سعیدی)۔ (۳) علامہ ابوالولید باجی مالکی اور علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث اس صورت پر محمول ہیں کہ کوئی شخص اپنے اصحاب کے پاس کوئی مشروب لے کر آئے اور ان کے پینے سے پہلے کھڑے ہو کر پی لے۔ (۴) علامہ ابوعمر وابن عبدالبر اور دیگر مالکی علماء نے کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث ضعیف ہیں (اس توجیہ پر بھی اعتراض ہے)۔ (۵)

علامہ ابوحفص شاہین اور علامہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث منسوخ ہیں۔(٦) شیخ ابن جزم نے کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کی ناسخ ہیں۔(٧) علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ ممانعت کی احادیث کراہت تنزیہی پر محمول ہیں اور نبی ﷺ کا کھڑے ہو کر پانی پینا بیان جواز کے لئے ہے۔ سو اب کوئی اشکال اور تعارض نہیں ہے اور جس شخص نے یہ کہا کہ ان میں سے ایک حدیث دوسری حدیث کی ناسخ ہے اس نے سخت غلطی کی، کیونکہ جب ان احادیث کو جمع کیا جا سکتا ہے تو پھر نسخ کی کیا ضرورت ہے اور تاریخ کے علم کے بغیر نسخ کا قول کرنا کس طرح صحیح ہے؟ (علامہ عینی فرماتے ہیں) یہاں علامہ نووی نے کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے اور روضۃ الطالبین میں لکھا ہے کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ (تحریمی) ہے۔ علامہ رافعی کا بھی یہی مختار ہے۔

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مین چلتے پھرتے کھاتے تھے اور کھڑے ہو کر پیتے تھے یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کھڑے ہو کر کھانا اور پینا بلا کراہت جائز ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ نبی ﷺ کو اس کا علم ہوا ہو اور آپ نے اس کو مقرر رکھا ہو ورنہ ائمہ کا مختار یہ ہے کہ سوار ہو کر، چلتے ہوئے اور کھڑے ہو کر نہ کھائے۔

(شرح صحیح مسلم، صفحہ نمبر 278، باب کتاب الاشربۃ)

(ج) دوسری حدیث میں صرف مرد کا ذکر ہے تو کیا مرد اور عورت کے لئے حکم مختلف ہے؟

جواب

مرد و عورت کے لئے حکم:

دوسری حدیث میں جو صرف مرد کا ذکر ہے اس سے مراد مرد اور عورت دونوں شامل ہیں کیونکہ بعض دفعہ مذکر بول کر مذکر و مؤنث دونوں مراد ہوتے ہیں جیسے "یا ایھا الذین امنوا"

اب اس سے مذکر اور مؤنث دونوں مراد ہیں۔ اسی لئے اس حدیث میں مرد اور عورت کے لئے ایک ہی حکم ہے۔

السوال الثالث

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ لو اھدی الی کراع لقبلت ولو دعیت الیہ لاجبت

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب:

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اگر بکری کے پائے یا دستی کی طرف دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا"۔

تشریح:

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دعوت معمولی کھانے کی بھی دی جائے تو اس دعوت کو قبول کر لینا چاہیے کیونکہ اس میں تواضع ہے اور لوگوں میں باہمی الفت و محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جس شخص کو کھانے پر بلایا جائے اس کو چاہیے کہ دعوت قبول کرے اور وہاں جا کر پھر کھائے یا نہ کھائے۔

(ب) رسول اللہ ﷺ کے مبارک بالوں اور کنگھی کے بارے میں آپ کیا جانتی ہیں؟

جواب: حضور ﷺ کے سر کے موئے مبارک کے احوال:

حضور اقدس ﷺ کے سر مبارک کے بال نہ تو بہت گھونگر والے تھے اور نہ بہت سیدھے۔ بلکہ دونوں کے بین بین تھے ان بالوں کی درازی میں مختلف روایتیں آتی ہیں۔ ایک روایت میں حضور اقدس ﷺ کے سر کے بالوں کی لمبائی کانوں تک، اور دوسری روایت

میں کانوں کے درمیان تک اور تیسری روایت میں کانوں کی لو تک، شانہ مبارک کے نزدیک تک، شانوں تک۔ (شمائل ترمذی)۔

ان سب روایتوں میں تطبیق یوں ہے کہ ان کو مختلف اوقات واحوال پر محمول کیا جائے کہ آپ کبھی تیل لگاتے یا کنگھی فرماتے تو بال دراز ہو جاتے ورنہ اس کے برعکس رہتے یا پھر ترشوانے سے پہلے اور بعد میں ان میں اختصار وطول ہوتا رہتا۔ مواہب لدنیہ میں اور اس کے موافق مجمع البحار میں یہ مذکور ہے کہ جب بالوں کو ترشوانے میں طویل وقفہ ہو جاتا تو بال لمبے ہو جاتے اور جب ترشواتے تو چھوٹے ہو جاتے تھے۔

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ بالوں کو ترشواتے تھے منڈواتے نہ تھے لیکن حلق منڈوانے کے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ حج وغیرہ کے دو موقعوں کے سوا بال نہیں منڈواتے تھے۔ واللہ اعلم (مدارج النبوۃ)

اگر موئے مبارک خود بخود پراگندہ ہو جاتے تو آپ ان کو دو حصے بطور مانگ کر لیتے۔ اور اگر از خود نہ بکھرتے تو بحال خود رہنے دیتے بہ تکلف مانگ نہ نکالتے۔ حضور اقدس ﷺ بالوں میں کثرت سے کنگھی کیا کرتے تھے آپ ﷺ جس کسی کے پراگندہ اور بکھرے ہوئے بال دیکھتے تو کراہت سے فرماتے کہ تم میں سے کسی کو وہ نظر آیا ہے (یہ اشارہ شیطان کی طرف ہے) اسی طرح آپ بہت زیادہ بننے سنورنے اور لمبے بالوں سے بھی کراہت فرماتے۔ اعتدال اور میانہ روی آپ ﷺ کو بہت پسند تھی۔ (مدارج النبوۃ)۔

حضور ﷺ شروع میں اپنے سر کے بالوں کو بے مانگ نکالے جمع کر لیا کرتے تھے پھر بعد میں آپ مانگ نکالنے لگے۔ (شمائل ترمذی، نشر الطیب)

سر منڈوانے میں آپ ﷺ کی سنت یہ ہے کہ یا تو سارا سر منڈواتے یا سارے بال رہنے دیتے اور ایسا نہ کرتے کہ کچھ حصہ منڈواتے اور کچھ حصہ رہنے دیتے۔

حضور ﷺ کا سر کے موئے مبارک میں کنگھی کرنا:

آنحضرت ﷺ سوتے وقت مسواک کرتے، وضو کرتے اور سر کے بالوں اور داڑھی مبارک میں کنگھا کرتے۔ حضور نبی کریم ﷺ سفر میں ہوتے یا حضر میں ہمیشہ بوقت خواب آپ ﷺ کے سرہانے سات چیزیں موجود ہوتیں: تیل کی شیشی، کنگھا، سرمہ دانی، قینچی، مسواک، آئینہ، اور ایک لکڑی کی چھوٹی سی سیخ جو سر کھجانے میں کام آتی تھی۔

ابن جریج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھی کے دانت کا کنگھا تھا جس سے آپ ﷺ کنگھا کرتے تھے۔

جو شخص بال رکھے اس کو چاہیے کہ ان کو دھولیا کرے اور صاف رکھے روزانہ داڑھی اور سر میں کنگھا کرنے کی نسبت بہتر یہ ہے کہ ایک آدھ دن بیچ میں ناغہ کرلیا کرے۔

ایک دن چھوڑ کر کنگھی کرنا:

عن عبداللہ بن معفل قال نھی رسول اللہ ﷺ عن الترجل الا غبا

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا، ہاں! اگر کبھی کبھی۔

نوٹ: کنگھی یا اس قسم کی دوسری آرائش وزیبائش کی باتیں جن کی وجہ سے انسان عیش وعشرت کا عادی ہو جائے جو شخص رات دن عیش وعشرت میں پڑ جاتا ہے وہ سست اور کاہل ہو جاتا ہے اس سے دین اور دنیا دونوں کے کام نہیں ہوتے لہٰذا ہر مسلمان کو محنت، جہد مسلسل اور جفاکشی کی عادت ڈالنی چاہیے زمانہ یکساں نہیں رہتا جو قوم زیادہ عیش میں پڑ جاتی ہے وہ آہستہ آہستہ خراب و برباد ہو جاتی ہے اور محنتی و جفاکش قوم اسے مغلوب کرلیتی ہے اسی لیے محنت میں عظمت ہے اور محنتی قوم کے افراد ہاتھ، پاؤں، جسمانی محنت اور کا سے عقلی کاموں میں بے پناہ ترقی کرتی ہے اور عیش وعشرت کے دلدادہ ہاتھ پاؤں سے کام نہ کرنے والے ناکام اور برباد ہوتے ہیں۔

السؤال الرابع قال رسول اللہ ﷺ انی کنت نھیتکم عن الظروف وان ظروفا لا یحل شیئا ولا یحرمه و کل مسکر حرام

(الف) حدیث شریف کا اردو میں ترجمہ کریں۔

جواب:

ترجمہ: ”نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے تمہیں (مخصوص) برتن استعمال کرنے سے منع کیا تھا برتن کسی بھی چیز کو حرام یا حلال نہیں کرتے ہیں البتہ ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے“۔

(ب) جن برتنوں کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ کیا اُن سے مراد کون سے برتن ہیں اور آپ ﷺ نے پہلے پہل ان کے استعمال سے کیوں منع فرمایا تھا؟

جواب: حضور ﷺ نے جن برتنوں میں کھانے سے منع فرمایا:

جن برتنوں میں نبی اکرم ﷺ نے نبیذ تیار کرنے سے منع کیا ہے، میں نے کہا: آپ ہمیں اپنی زبان میں ان کے الفاظ بتائیں اور ہماری زبان میں اس کی وضاحت کریں تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے چار چیزوں سے منع فرمایا ہے:

(۱) حنتمہ: یہ مٹکے کو کہتے ہیں۔ (۲) دباء: آپ نے دباء سے منع فرمایا ہے یہ کدو کو کہتے ہیں۔ (۳) نقیر: آپ ﷺ نے نقیر سے منع فرمایا ہے اور نقیر کھجور کی جڑ کو کہتے ہیں۔ (۴) مزفت: آپ ﷺ نے مزفت سے منع فرمایا اور اِس سے مراد رال کا روغنی برتن ہے۔

ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت کی حکمت اور اس کے منسوخ ہونے کی وجوہات:

نووی لکھتے ہیں: ان برتنوں میں نبیذ بنانا ابتدائے اسلام میں ممنوع تھی تا کہ نبیذ نشہ آور حد کو نہ پہنچ جائے کیونکہ بسا اوقات انسان یہ سمجھ کر نبیذ پیتا ہے کہ وہ نشہ آور نہیں ہوگا حالانکہ وہ نبیذ نشہ آور ہوتا ہے اور چونکہ نشہ آور مشروب کی اباحت کا زمانہ قریب تھا اسی لئے ان برتنوں

میں نبیذ بنانا منسوخ کر دیا گیا اور جب کافی عرصہ گزر گیا تو نشہ آور مشروبات کی تحریم مشہور ہوگئی اور ان کے دلوں میں نشہ آور مشروبات کی حرمت راسخ ہوگئی تو پھر ان کے لئے ہر برتن میں نبیذ بنانے کی رخصت دے دی گئی بشرطیکہ وہ نشہ آور مشروب کو نہ پئیں، جیسا کہ حضرت بریدہ کی روایت (حدیث نمبر 5090) میں اس کا صراحۃً بیان ہے۔

علامہ بدرالدین حنفی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت اس وقت تھی جب لوگوں کو ان برتنوں کی ضرورت نہ تھی۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کو ان برتنوں کے استعمال کی ضرورت ہے تو آپ نے ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی یا سابق حکم وحی سے منسوخ ہوگیا یا سابق حکم آپ کی رائے کی طرف مفوض تھا علامہ ابن بطال نے کہا ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت شراب کا بالکلیہ سدِ باب کرنے کے لئے تھی تا کہ شراب پینے کا ہر وسیلہ اور ذریعہ ختم ہو جائے لیکن جب صحابہ نے کہا ہمیں ان برتنوں کے استعمال کی ضرورت ہے تو آپ نے ان کی اجازت دے دی اور ہر وہ چیز جس کی ممانعت لذاتہ نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے اس کی ممانعت ہو اس کی حیثیت اسی طرح ہوتی ہے مثلاً آپ نے راستہ میں بیٹھنے سے منع فرمایا اور جب صحابہ نے کہا کہ بعض اوقات ان کا راستہ پر بیٹھنا ضروری ہوتا ہے تو آپ نے اس شرط کے ساتھ اجازت دے دی کہ راستہ کا حق ادا کرنا۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہر قسم کے برتنوں میں نبیذ مباح ہے اور ممانعت کی احادیث، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے منسوخ ہوگئی ہیں۔

علامہ ابوبکر جصاص حنفی اور علامہ سرخسی حنفی نے حضرت جابر اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہما کی احادیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار کا پینا جائز ہے اور اس مشروب کو نشہ کی حد تک پینا منع ہے۔

(شرح صحیح مسلم، صفحہ نمبر 254، جلد 6)

(ج) نبی کریم ﷺ کے چار پسندیدہ کھانے بیان کریں۔

جواب: حضور ﷺ کے پسندیدہ کھانے:

میٹھی چیز، شہد، کدو شریف، جانور کی دستی، مرغی کا گوشت، تربوز اور تر کھجور ملا کر۔

الاختیار السنوی النھائی تحت اشراف تنظیم المدارس اھل السنة باکستان

الوقت المحدود ثلاث ساعات الورقة الرابعة لسنن ابی داؤد مجموع الارقام :100

الموافق سنة ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵

الملاحظة: السؤال الأول اجباری ولک الخیار فی البواقی ان تجیبی عن اثنین فقط

السؤال الاول عَنْ بُرَیْدَةَ اَنَّ امْرَأَةً اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ کُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلٰی اُمِّی بِوَلِیْدَةٍ وَاِنَّهَا مَاتَتْ وَتَرَکَتْ تِلْکَ الْوَلِیْدَةَ قَالَ قَدْ وَجَبَ اَجْرُکِ وَرَجَعَتْ اِلَیْکِ فِی الْمِیْرَاثِ قَالَتْ وَاِنَّهَا مَاتَتْ وَعَلَیْهَا صَوْمُ شَهْرٍ اَفَیُجْزِیُ اَوْ یَقْضِیُ عَنْهَا اَنْ اَصُوْمَ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ وَاِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ اَفَیُجْزِیُ اَوْ یَقْضِیُ عَنْهَا اِنْ اَحُجَّ قَالَ نَعَمْ

(الف) حدیث پاک پر حرکات وسکنات لگائیں اور ترجمہ کریں۔

جواب

ترجمہ: ”حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اس نے کہا: میں نے اپنی والدہ کو ایک کنیز بطور صدقہ پیش کی تھی، اب وہ فوت ہوگئی ہے اور اس نے وہ کنیز چھوڑی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا اجر واجب ہوگیا ہے وہ کنیز بطور وراثت تیری ملک میں واپس آگئی ہے اس نے کہا بے شک وہ فوت ہوئی اس حال میں کہ اس پر ایک مہینے کے روزے تھے اگر میں اس کی طرف سے روزے رکھوں تو کفایت کریں گے یا اس کی طرف سے قضا ہو جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں!۔ اس نے کہا بے شک اس نے حج نہیں کیا اگر میں اس کی طرف سے حج کروں تو اس کی طرف سے کفایت کرے گا یا اس کی طرف سے قضا ادا ہوگا؟ فرمایا: ہاں!“۔

(ب) میت کی طرف سے ولی رمضان، نذر یا کفارے کے روزے رکھ سکتا ہے یا

نہیں؟ اس حوالے سے اختلاف ائمہ مع الدلائل لکھیں۔

جواب: میت کی طرف سے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ:

امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ کا مسلک یہ ہے کہ: اگر کسی شخص نے روزوں کی نذر مانی اور نذر پوری کئے بغیر فوت ہوگیا تو اس کا ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے رکھے اور اگر کسی شخص پر رمضان کے روزے تھے اور وہ فوت ہوگیا تو ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے نہ رکھے بلکہ اس پر واجب ہے کہ اس کے مال سے ان روزوں کا فدیہ دے۔

امام مالک بن انس متوفی 179ھ کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں خواہ وہ روزے نذر کے ہوں یا رمضان کے، ولی اس کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا، البتہ اگر اس نے اپنے مال سے روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کی ہو تو اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا واجب ہے ورنہ اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا مستحب اور نفل ہے۔

امام شافعی متوفی 204ھ کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر رمضان کے روزے ہوں تو اس کے ہر روزے کے بدلہ میں ایک مسکین کو ایک دن دو مد طعام کھلایا جائے اور جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ اس پر روزوں یا نمازوں کی نذر ہو تو اس کی طرف سے روزے نہیں رکھے جائیں گے البتہ اس کے روزوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا اور جس پر نمازیں ہوں تو اس کی طرف سے نمازیں پڑھی جائیں گی نہ نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ متوفی 150ھ کے نزدیک اگر کسی شخص پر روزے ہوں تو اس کا ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا، البتہ اگر اس نے کفارہ ادا کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے اس کی وصیت پوری کرنا لازم ہے ورنہ مستحب ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفا اور مرفوعا روایت ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف

سے نماز پڑھے، دوسری دلیل یہ ہے کہ زندگی میں عبادت کی ادائیگی میں کوئی شخص کسی کا نائب نہیں ہوسکتا لہٰذا موت کے بعد بھی نہیں ہوسکتا جس طرح کہ نماز میں سب کا اتفاق ہے، کیونکہ عبادت کا مکلف کرنے سے یہ مقصود ہے کہ مکلّف کے بدن پر اس عبادت کی مشقت ہو اور نائب کے ادا کرنے سے مکلّف کے بدن پر کوئی مشقت نہیں ہوئی، البتہ اس کی طرف سے ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا کیونکہ اب اس مکلّف کا خود روزہ رکھنا نہیں ہے تو فدیہ اس کا قائم مقام ہوجائے گا جیسا کہ شیخ فانی کے مسئلہ میں ہے اور جب اس نے فدیہ کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے کھانا کھلانا لازم ہے خواہ وصیت کرے یا نہیں، کھانے کے فدیہ کی مقدار ہمارے نزدیک ہر مسکین کے لئے نصف صاع (125 کلوگرام) گندم ہے اور امام شافعی کے نزدیک ایک مد (162 کلوگرام) ہے۔

السوال الثانی عن عبدالرحمن ابن سمرة قال قال لی النبی ﷺ یا عبدالرحمن بن سمرة اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرها خیرا منها فکفر عن یمینک ثم ائت الذی هو خیر

(الف) ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب

ترجمہ: ''حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! جب تم کسی بات پر قسم کھاؤ اور بھلائی اس کے سوا میں دیکھو تو اپنی قسم کا کفارہ دے دو اور بھلائی کی طرف ہو جاؤ''۔

تشریح:

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی

قسم کھائے اور قسم پورا کرنے سے قسم کو توڑنا بہتر ہو تو فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کے لئے قسم کو توڑنا مستحب ہے اور اس پر کفارہ لازم ہوگا جیسے کوئی شخص کسی نیکی کے کام کے نہ کرنے پر قسم کھائے مثلاً میں نماز نہیں پڑھوں گا میں روزہ نہیں رکھوں گا، اپنے والدین کی زیارت نہیں کروں گا، میں قرآن پاک کی تلاوت نہیں کروں گا، میں اپنی بیوی سے جھگڑا کروں گا، اپنے بچوں کو گھر سے نکال دوں گا تو اب ان تمام کاموں میں بھلائی یہی ہے کہ یہ سارے کام کرے اور اپنی قسم کو توڑ دے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے کیونکہ یہ سارے عمل شریعت کے خلاف ہیں اور گناہ کے کام ہیں، لہٰذا گناہوں سے رکنا اور نیکی کرنا یہ شریعت کو پسند ہے اور یہ کام کرنے سے اللہ ورسول دونوں راضی ہوتے ہیں اور یہ کام جنت میں جانے کا ذریعہ بھی ہیں لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ وہ اپنی قسم کو توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کرے اور یہی حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی بات پر قسم اٹھاؤ اور بھلائی اس کے غیر میں دیکھو تو بھلائی کی طرف ہوجانا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دو اور بھلائی کی طرف ہوجاؤ۔

(ب) یمین کی اقسام اور اُن کا شرعی حکم لکھیں۔

جواب

یمین کی تین قسمیں ہیں

(۱) یمین لغو، (۲) یمین منعقدہ، (۳) یمین غموس

یمین لغو کی تعریف اور اس کا حکم:

ازہری نے کہا ہے کہ لغو کے کلام عرب میں دو معنی ہیں ایک معنی بے فائدہ اور باطل کلام جس سے کوئی عقد نہ کیا جائے دوسرا معنی ہے فحش اور بیہودہ کلام، جو گناہ کا موجب ہو قرآن مجید میں ہے **لا یسمعون فیها لغوا الا سلاما** ''وہ جنت میں کوئی فضول اور گناہ کی بات

نہیں سنیں گے، بجز سلام کے"۔

جس شخص کا ارادہ قسم کھانے کا نہ ہو اور بلا قصد اس کی زبان پر قسم کے الفاظ آ جائیں یا وہ شخص کسی چیز پر قسم کھانے کا ارادہ کرے اور اس کی زبان سے کوئی اور چیز نکل جائے تو یہ یمین ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا اور حضرت ابن عمر ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: کوئی شخص کہے نہیں خدا کی قسم ہاں خدا کی قسم اور جو چیز زبان پر قصداً آ جائے اس میں مواخذہ نہیں ہوتا جیسے سبقت لسان سے کلمہ کفر نکل جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہے۔ انسان کو گمان ہو کہ یقینی طور پر فلاں واقعہ ہوا اور وہ اس پر قسم کھالے اور حقیقت واقعہ اس کے خلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے۔ اس میں نہ کفارہ ہے نہ گناہ ہے۔

ایک شخص اپنے گمان کے مطابق کسی چیز پر قسم کھائے اور وہ اس کے گمان کے مطابق نہ ہو تو یہ یمین لغو ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس میں کفارہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس حضرت ابوہریرہ حضرت ابو مالک، حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے حسن بصری نخعی امام مالک امام ابوحنیفہ امام اوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے، علامہ ابن عبد البر نے کہا اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے: امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس میں کفارہ ہے، امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

ایک شخص ماضی کے کسی واقعہ پر قسم کھائے اور اس کے گمان میں وہ واقعہ اسی طرح ہوا اور درحقیقت واقعہ اس کے برخلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے مواخذہ نہیں فرمائے گا اور ایک شخص کے متعلق قسم کھائے کہ یہ زید ہے اور اس کا یہی گمان ہو اور وہ درحقیقت عمرو ہو تو یہ بھی یمین لغو ہے۔

یمین منعقدہ کی تعریف اور اس کا حکم:

مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی جائے تو یہ یمین منعقدہ ہے اس

قسم کو پورا کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لیکن اللہ تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے اس قسم میں کفارہ بالاتفاق مقرر ہے خواہ کسی طاعت پر قسم کھائی ہو یا کسی معصیت پر۔ لیکن اگر اس نے کسی معصیت پر قسم کھائی تو اس پر لازم ہے کہ وہ معصیت نہ کرے اور اس قسم کا کفارہ دے جیسا کہ ہم اس سے پہلے کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قسم توڑنے پر کفارہ لازم ہے خواہ اس نے عمداً قسم توڑی ہو یا بھول کر یا خطا سے یا جبر سے کیونکہ قرآن مجید نے قسم توڑنے پر مطلقاً کفارہ لازم کیا ہے اور اس میں عمداً اور نسیان کا فرق نہیں کیا۔

امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نسیان، خطا یا جبر سے قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت سے خطا، نسیان اور جبر سے مواخذہ اٹھالیا گیا ہے"۔

یمین غموس کی تعریف اور اس کا حکم:

ماضی یا حال کے کسی واقعہ پر عمداً جھوٹی قسم کھائی جائے تو یہ یمین غموس ہے اور اس کے ارتکاب پر جھوٹی قسم کھانے والا عذاب کا مستحق ہوگا۔ اس میں کفارہ نہیں ہے اس پر توبہ لازم ہے کیونکہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ پر توبہ لازم ہے قضاء احناف فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنبلیہ کا یہی مذہب ہے۔

حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے قسم اٹھائی اور وہ اس میں جھوٹا تھا تا کہ کسی مسلمان شخص کے مال کو حاصل کرلے تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا اور اس کو دوزخ میں داخل کر دے گا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کوئی فیصلہ کروایا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گناہ کبیرہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا فرمایا: یمین غموس (جھوٹی قسم) اور شعبہ کہتے ہیں آپ نے فرمایا: کبائر یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، یمین غموس، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، یا فرمایا: کسی کو قتل کرنا۔ امام شافعی کے نزدیک یمین غموس می جھوٹ کا گناہ کفارہ سے ساقط ہو جاتا ہے جیسے یمین منعقدہ میں قسم توڑنے کا گناہ کفارہ سے ساقط ہوتا ہے۔

(ج) قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس حدیث سے کیا مراد ہے؟

جواب

قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا قسم کھانے کے بعد اور قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ امام مالک، امام اوزاعی، امام ثوری، امام شافعی اور چودہ صحابہ اور فقہاء تابعین اس کو جائز کہتے ہیں سو یہ جمہور کا قول ہے لیکن ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ قسم توڑنے کے بعد کفارہ دیا جائے امام شافعی نے روزے کے کفارے کا استثناء کیا ہے اور کہا ہے کہ روزہ توڑنے سے پہلے روزہ کا کفارہ جائز نہیں ہے نہ رمضان کا روزہ اور مالی کفارہ کو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے جس طرح زکوۃ کو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے۔ بعض شافعیہ نے معصیت کی قسم کا استثناء کیا ہے تاکہ معصیت پر اعانت لازم نہ آئے لیکن جمہور نے معصیت کی قسم کے کفارے کی تقدیم کو بھی جائز کہا ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور اشہب مالکی نے کہا

ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارے کا ادا کرنا کسی صورت سے جائز نہیں ہے تو اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ: امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال فقال رسول الله ﷺ من حلف علی یمن فرای غیرها خیرا منها فلیاتها ولیکفر عن یمینه

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کیا سو وہ اس بہتر کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔

اس حدیث مبارکہ میں فاء کے ساتھ قسم توڑنے کا ذکر ہے اور اس کے کفارے کا ذکر ہے اور فاء کا لفظ یہ چاہتا ہے کہ قسم توڑنا کفارے پر مقدم ہو۔

حافظ زیلعی امام سرقسطی کی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ان احادیث میں پہلے قسم توڑنے کا ذکر ہے اور اس کے بعد قسم کا کفارہ دینے کا ذکر ہے اور یہ احادیث اصول کے مطابق ہیں کیونکہ قسم توڑنا کفارہ کا سبب ہے اور کفارہ مسبب ہے اور سبب مسبب پر مقدم ہوتا ہے۔

السؤال الثالث **عن ابی موسی الاشعری یقول: قال رسول الله ﷺ ان بین ایدیکم فتن کقطع الید المظلم یصبح الرجل فیها مومنا ویمسی کافرا او یمسی مومنا و یصبح کافرا القاعد فیها خیر من القائم فیها خیر من الماشی والماشی فیها خیر من الساعی قالوا فبما تأمرنا قال کونوا احلاس بیوتکم**

(الف) ترجمہ کریں

جواب:

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک تمہارے سامنے اندھیری رات کے حصوں جیسا فتنہ ہے اس میں صبح کو آدمی مومن اور شام کو کافر ہو جائے گا۔ نیز شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر ہو جائے گا۔ بیٹھنے والا اس میں کھڑے ہونے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا اُس میں دوڑنے والے سے بہتر ہوگا لوگ عرض گزار ہوئے کہ آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا کہ اپنے گھریلو کمبلوں کی طرح ہو جانا۔

(ب) دس علاماتِ قیامت زینت قرطاس کریں۔

جواب: علاماتِ قیامت کا بیان:

علی بن محمد وکیع سفیان، فرات القزاز، عامر رضی اللہ عنہ بن واثلہ، ابوالطفیل، حذیفہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن بالا خانہ سے برآمد ہوئے اور ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہوں: (۱) مغرب سے سورج کا طلوع ہونا، (۲) دجال کا نکلنا، (۳) دھوئیں کا نکلنا، (۴) دابۃ الارض کا نکلنا، (۵) یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا، (۶) عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اور تین بار زمین کا دھنسنا، (۷) ایک خسف مشرق میں ہوگا، ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں اور آگ عدن کے ایک گاؤں ابین کے ایک کنویں سے ظاہر ہوگی جو لوگوں کو محشر کی جانب کھینچے گی جب یہ لوگ سوئیں گے تو وہ بھی رک جائے گی اور جب یہ چلیں گے تو وہ بھی چلے گی۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ بے شک علامات قیامت میں سے یہ ہے

کہ (۸) اٹھا لیا جائے گا علم اور ظاہر ہو جائے گا جہل، (۹) عام ہو جائے گا زنا اور پی جائے گی شراب، (۱۰) عورتیں کثیر ہو جائیں گی اور مرد کم ہو جائیں گے حتیٰ کہ ہوگا پچاس عورتوں کا ذمہ دار ایک مرد۔

فائدہ: یکثر النساء:

عورتوں کی کثرت کی وجہ کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں بعض فرماتے ہیں کہ عورتوں کی کثرت اس وجہ سے ہوگی کہ فتنے بہت ہوں گے قتال ہوگا مرد قتال میں مر جائیں گے عورتیں جہاد نہیں کرتی ہیں وہ باقی رہ جائیں گی۔

ابو عبد الملک فرماتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے کثرت فتوح کی طرف کہ مسلمانوں کو خوب فتوحات ہوں گی عورتیں قید کر کے لائی جائیں گی ایک ایک آدمی کے پاس کثیر موطوآت جمع ہوں گی۔

مگر حافظ نے اس قول کو رد فرما دیا کہ مراد یہ کہ آخر زمانہ میں مردوں کی پیدائش کم ہوگی عورتوں کی پیدائش زیادہ ہوگی۔

نوٹ: دوسری حدیث مبارکہ میں جن امور کو ذکر کیا گیا ہے اُن امور کو آپ ﷺ نے علامات قیامت میں سے شمار کیا ہے کیونکہ اصلاح معاش و معاد میں ان اُمور سے خلل پڑتا ہے چنانچہ رفع علم و ظہور جہل سے دین تباہ ہوگا، اور شرب خمر سے عقل اور زناء سے نسب اور کثرت فتن جو عورتوں کی کثرت کا نتیجہ ہے اس میں نفس و مال کی تباہی ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ عالم کی تباہی میں ان امورِ مذکورہ کو زیادہ تر دخل ہے ظاہر ہے کہ جب یہ اُمور پائے جائیں گے تو عالم میں فساد ہوگا، پھر تو قیامت آ ہی جائے گی۔

السؤال الرابع عن عرباض بن سارية قال رسول الله ﷺ عليكم بسنتي

و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها و عضوا علیها بالنواجذ و ایاکم و محدثات الأمور فان کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة

(الف) ترجمہ وتشریح کریں

جواب

ترجمہ: "حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم پر میری اور ہدایت یافتہ اور ہدایت کا مرکز خلفاء کی سنت کی پیروی لازم ہے۔ تم اسے پکڑ لینا اور اسے مضبوطی سے تھام لینا اور تم نئے پیدا ہونے والے معاملات سے پرہیز کرنا کیونکہ ہر چیز نئی پیدا ہونے والی بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

تشریح:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کام حضور ﷺ کے زمانہ یا صحابہ کے زمانہ میں ہوئے اُن کو مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیے کیونکہ حضور ﷺ نے خلفائے راشدین کے کامون کو اپنی سنت کہا ہے اور اس کو پکڑنے کی تاکید فرمائی ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے ایک کے سوا سب جہنمی ہیں۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! وہ ایک کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس پر ہم اور ہمارے صحابہ ہیں اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی پیروی جنت کا راستہ ہے اور ان کا فرمان سنت نبوی ہے اور اسی طرح مشکوۃ باب مناقب الصحابہ میں ہے:

اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم

"میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جس کے پیچھے ہو لو ہدایت پالو گے"۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی پیروی باعث نجات ہے لہٰذا اُن کے ایجاد کردہ کام بدعت نہیں کیونکہ بدعت تو گمراہ کن ہے اور خلفائے راشدین کے اقوال وافعال کو لغوی

معنی سے سنت فرمایا گیا:

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و من سن فی الاسلام سنة سیئة

اس حدیث میں سنت بمعنی طریقہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سنت خلفاء اس کو کہتے ہیں جو اصل میں سنت رسول اللہ وہ مگر اس کو مسلمانوں میں رائج کرنے والے خلفاء ہوں۔

(ب) بدعت کا لغوی واصطلاحی معنی واقسام لکھیں

جواب: بدعت کا لغوی معنی:

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز، نیا کام، نئی ایجاد، نئی بات وغیرہ، قرآن کریم فرماتا ہے: قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (احقاف)

"فرمادو کہ میں نیا رسول نہیں ہوں"۔

نیز فرماتا ہے: بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (بقرۃ:117)

"آسمانوں اور زمینوں کا ایجاد کرنے والا ہے" نیز فرماتا ہے:

وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ (حدید:۲۷)

ان آیات میں لفظ بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی ایجاد کرنا، نیا بنانا وغیرہ۔

بدعت کا اصطلاحی معنی: ہر وہ کام جو حضور ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں نہ ہو بلکہ بعد میں ایجاد ہوا ہو۔

بدعت کی اقسام: بدعت کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدعت حسنہ، (۲) بدعت سیئہ۔

بدعت حسنہ کی تعریف: ہر وہ طریقہ جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہ ہو بعد میں ایجاد ہوا ہو۔ اور وہ کام شریعت کے خلاف نہ ہو جیسے نماز تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرنا، قرآن وحدیث کو سمجھنے کیلئے بہت سے دوسرے علوم وفنون پڑھنا اور سیکھنا، دینی مدارس قائم

کرنا، قرآن مجید کے اعراب کا لگایا جانا، کمپیوٹر اور ٹیلی ویژن کو دین کی ترویج کیلئے دیکھنا۔

کشاف اصطلاحات الفنون میں امام شافعی کے حوالے سے ہے:

وما احدث من الخیر ولم یخالف شیئا من ذالک فهو البدعة المحمودة

''اور وہ بدعت جو کتاب اللہ، سنت، اجماع یا اثر صحابہ کے خلاف نہ ہو تو یہ بدعت حسنہ ہے''۔ نیل الاوطار میں ہے:

والتحقیق انها ان کانت مما یندرج تحت مستحسن فی الشرع فهی حسنة

''اور تحقیق یہ ہے کہ اگر بدعت کسی ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں مستحسن ہے تو یہ بدعت حسنہ ہے''۔

بدعتِ سیئہ کی تعریف: ہر وہ کام جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں نہ ہو بلکہ بعد میں ایجاد ہوا ہو اور وہ شریعت کے مخالف ہو جیسے عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں جمعہ کا خطبہ پڑھنا۔

نیل الاوطار میں ہے اگر بدعت ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے تو یہ ''بدعت سیئہ'' ہے۔ کشاف اصطلاحات الفنون میں ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ بدعت جو کتاب، سنت، اجماع یا اثر صحابہ کے خلاف ہو تو یہ بدعت ضالہ (سیئہ) ہے۔

معلوم ہوا کہ ''بدعت'' جو گمراہی کا سبب بنتی ہے اور جسے بدعت ضالہ یا بدعت ضلالۃ کہا گیا ہے وہ اس نئی ایجاد یعنی بدعت پر صادق آتی ہے جو کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع یا اثرِ صحابہ کے خلاف ہو۔

نوٹ: وہ بدعت جس کی مذمت کی جاتی ہے اور جس پر عمل کرنا مکروہ اور ناجائز ہے وہ ''بدعت سیئہ'' ہے اور حدیث رسول میں جو آیا ہے کہ ''ہر بدعت گمراہی ہے'' اس سے مراد بھی ہر بدعت سیئہ ہی ہے۔ ''ہر نیا کام بدعت ہے'' اس سے مراد وہ نیا کام جو شریعت کے مخالف ہو اور سنت کے موافق نہ ہو۔

الاختیار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس اهل السنة باکستان

شهادة العالمیة فی العلوم العربیة والاسلامیة (السنة الثانیة للبنات)

الموافق سنة 1436هجری، 2015ء

الورقة الخامسة: لسنن نسائی وابن ماجه الوقت المحدود ثلاث ساعات مجموع الارقام :100

الملاحظة: السؤال الأول اجباری ولک الخیار فی البواقی ان تجیبی عن اثنین فقط

القسم الاول: سنن النسائی

السؤال الاول: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَنَاجَشُوْا وَلَا یَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ، وَلَا یَبِعِ الرَّجُلُ عَلٰی بَیْعِ اَخِیْهِ، وَلَا یَخْطُبْ عَلٰی خِطْبَةِ اَخِیْهِ، وَلَا تَسْاَلِ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَکْتَفِیءَ مَا فِیْ اِنَائِهَا

(الف) حدیث پاک پر اعراب لگائیں اور ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خریدار کو دھوکہ دینے کے لئے چیزوں کی قیمت میں اضافہ نہ کیا کرو اور مقیم شخص مسافر کو مال فروکت نہ کرے اور کوئی شخص اپنے بھائی کے مول پر مول نہ لگائے اور کوئی شخص اپنے بھائی کے پیام پر پیام نہ کرے اور کوئی عورت اپنی مسلمان بہن کو طلاق نہ دلوائے تاکہ وہ اس کے برتن میں جو کچھ موجود ہے اسے اوندھا کردے۔

تشریح:

ولا تناجشوا کی وضاحت:

اور نجش نہ کرو، نجش کا لغوی معنی ہے کسی چیز کی تعریف میں مبالغہ کرنا، اور اصطلاح میں

اس کا معنی ہے کسی چیز کی مصنوعی تعریف کر کے کسی شخص کو اس کے خریدنے پر راغب کرنا اور اس چیز کی زیادہ قیمت لگانا خواہ اس کا اپنا ارادہ اس کو خریدنے کا نہ ہو اور وہ یہ اس لئے کرے کہ دوسرا آدمی پھنس جائے اور اس چیز کو خرید لے۔

ولا یبیع حاضر لباد کی وضاحت:

کوئی شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی ناواقف اور ناتجربہ کار شخص شہر کے نرخ پر اپنا سامان بیچنے کیلئے دیہات سے شہر کی طرف آئے تو کوئی شہری اس سے کہے کہ یہ سامان میرے پاس چھوڑ دو میں اس سامان کو تدریجاً زیادہ قیمت پر فروخت کر دوں گا۔ یہ فعل حرام ہے لیکن یہ بیع صحیح ہے کیونکہ اس حدیث میں ممانعت اس چیز کی طرف راجع ہے جو نفس عقد سے خارج ہے ایک قول یہ ہے کہ شہری دیہاتی کے لئے حلال نہ بنے اس صورت میں یہ ممانعت خریدنے اور فروخت کرنے دونوں کو شامل ہے۔

ولا یبیع الرجل علی بیع اخیہ کی وضاحت:

کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے خریدار سے یہ کہا: تم اس سے بیع کو فسخ کر دو، میں تم کو اس سے کم قیمت پر فروخت کرتا ہوں یا ایک شخص نے بائع سے یہ کہا کہ تم اس سے بیع فسخ کر دو میں تم سے یہ چیز اس سے زیادہ قیمت سے خریدوں گا یہ اس وقت جائز نہیں جب خریدار اور بائع ایک قیمت پر متفق ہو چکے ہوں اسی طرح جب کسی شخص نے کسی چیز کی قیمت لگا دی تو دوسرا شخص اس سے زیادہ قیمت نہ لگائے یہ اس وقت جائز نہیں ہے جب کہ خریدار اس چیز کو خریدنے میں دلچسپی رکھتا ہو۔

ولا یخطب علی خطبة اخیہ کی وضاحت:

ایک شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اور وہ عورت اس پیغام کو قبول کر لے اور اس شخص

سے نکاح کرنے پر راغب ہو جائے تب کسی دوسرے شخص کیلئے اس عورت کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے، لیکن جب اس عورت کی کسی سے نکاح پر رضامندی اور اسے قبول کرنے کا علم نہ ہو تو پھر کسی اور شخص کے اس عورت کو نکاح کا پیغام دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ولا تسأل المرأة طلاق اختها لتكفي ما في انائها کی وضاحت:

کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا اس لئے سوال نہ کرے تاکہ اپنے برتن میں اس کا حصہ ڈالے، اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اور اس کی پہلے بھی ایک بیوی ہو تو جس کو اس نے نکاح کا پیغام دیا ہے وہ یہ شرط لگائے کہ تم پہلی بیوی کو طلاق دو تاکہ وہ اس شخص کی تمام خیر کو حاصل کرے اور اس کی پہلی بیوی کو محروم کر دے۔ اس حدیث میں جو مذکور ہے، کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے اس میں بہن سے مراد عام ہے خواہ وہ اس کی نسبی بہن ہو یا دینی، بہن ہو یا اہل کتاب میں سے ہو۔

(ب) حدیث پاک کی روشنی میں بانجھ عورت سے شادی کرنے کا حکم بیان کریں۔

جواب: بانجھ عورت سے نکاح کرنا مکروہ ہے:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے ایک شریف اور مرتبہ والی عورت ملی ہے لیکن اس کی اولاد نہیں، کیا میں اس کے ساتھ نکاح کر لوں؟ آپ نے منع فرمایا، بعد ازاں وہ پھر آیا، پھر منع کیا، پھر تیسری مرتبہ آیا آپ نے منع فرمایا اور آپ نے فرمایا: کہ تم ایسی عورت سے نکاح کرو جس سے اولاد ہو اور وہ بہت محبت کرنے والی ہو کیونکہ میں تمہاری وجہ سے اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔

السؤال الثانی عن خنساء بنت خذام ان اباها زوجها وهي ثيب

فکرهت ذالک فاتت رسول الله فرد نکاحه

(الف) ترجمہ کریں

جواب:

ترجمہ: ’’حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ان کے والد حضرت خذام نے ان کا نکاح کیا درآں حالیکہ وہ کنواری نہ تھیں تو انہیں بُرا معلوم ہوا لہٰذا یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے اس کا نکاح توڑ ڈالا‘‘۔

(ب) خیارِ بلوغ سے کیا مراد ہے؟ کب اور کیسے حاصل ہوتا ہے اور کیسے نہیں؟

جواب: خیارِ بلوغ سے مراد:

بالغ ہونے کے بعد لڑکی یا لڑکے کو جو اختیار حاصل ہوتا ہے اس کو خیارِ بلوغ کہتے ہیں۔

مثال: اگر کسی صغیر یا صغیرہ کا نکاح کر دیا، اب ان کے بالغ ہونے پر اس صغیر یا صغیرہ کو نکاح کے باقی رکھنے یا باقی نہ رکھنے کا حق حاصل ہوتا ہے اس کو خیارِ بلوغ کہتے ہیں۔

خیارِ بلوغ کب حاصل ہوتا ہے اور کیسے حاصل ہوتا ہے؟

باپ اور دادا کے علاوہ کوئی دوسرا رشتہ دار صغیر یا صغیرہ کی شادی کروا دیتا ہے تو لڑکی ہو یا لڑکا، بالغ ہونے کے بعد اسے یہ اختیار حاصل ہوگا کہ اگر وہ چاہیں تو اس نکاح کو برقرار رکھیں اور چاہیں تو فسخ کر دیں۔ کیسے حاصل ہوتا ہے؟ لڑکے اور لڑکی دونوں کو حاصل ہوتا ہے، کب حاصل ہوتا ہے؟ جب لڑکی اور لڑکا چھوٹے ہوں تو ان کو خیارِ بلوغ، بالغ ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

خیارِ بلوغ کیسے حاصل نہیں ہوتا:

اگر نابالغ لڑکے یا نابالغ لڑکی کی شادی اس کا باپ یا دادا کم سن میں کرتے ہیں تو بالغ ہونے کے بعد اس نکاح کو ختم کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

نوٹ: بالغ ہونے پر حاصل ہونے والے اختیار کی وجہ سے ہونے والی علیحدگی شمار نہیں ہوگی۔

(ج) ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کے مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل لکھیں۔

جواب: امام محمد کے نزدیک:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں نکاح منعقد ہو جاتا ہے لیکن وہ ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر ولی برقرار رکھے گا تو نکاح درست شمار ہوگا اور اگر ولی اس سے انکار کر دے تو نکاح کالعدم قرار دیا جائے گا۔

دلیل: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: یہ خلل، ولی کی اجازت دینے سے ختم ہو سکتا ہے تو اس لئے ہم اسے موقوف قرار دیں گے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ عورتوں کے انعقاد کے ذریعے یہ اپنی اصل کے اعتبار سے منعقد نہیں ہوتا۔

دلیل: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ نکاح کا مقصد مخصوص مقاصد کی تکمیل ہے اگر آپ اس کو عورتوں کے سپرد کر دیں گے تو اس کے نتیجے میں اس کے مقاصد میں خلل آجائے گا۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آزاد عاقل اور بالغ عورت کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے اگرچہ ولی نے اس کا انعقاد نہ کروایا ہو، خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو، یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور ’’ظاہر روایت‘‘ کے مطابق یہ حکم امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ روایت بھی منقول ہے کہ ولی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی یہ دلیل پیش کی ہے کہ عورت نے اپنے حق کے بارے میں تصرف کیا ہے اور وہ بہت صرف کرنے کی اہل بھی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عاقل اور بالغ ہے، معاملات میں تمیز کر سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ عاقل اور بالغ ہونے کی وجہ سے وہ عورت مال میں بھی تصرف کر سکتی ہے تو اسے شادی کرنے کا بھی اختیار ہونا چاہیے۔

السوال الثالث عن البراء قال ما رأيت احدا احسن فى حلة حمراء من رسول الله ﷺ و جمته تضرب منكبيه

(الف) بالوں کو سرخ، کالا یا زرد رنگ کرنے کا شرعی حکم دلیل کے ساتھ لکھیں۔

جواب: الخضابُ بالصّفرة:

"زرد رنگ کا خضاب لگانا" حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ اپنی داڑھی خوشبو سے رنگتے تھے۔ میں نے پوچھا: اے ابوعبدالرحمٰن! آپ اپنی ڈاڑھی خوشبو سے زرد کرتے ہیں؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی ڈاڑھی اسی کے ساتھ زرد کرتے۔ آپ ﷺ اپنے کپڑے حتیٰ کہ اپنی پگڑی بھی اس خوشبو سے رنگتے۔

الخضاب بالخناء والکتم یعنی سرخ رنگ مہدی اور وسمہ کا خضاب:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمام اشیاء سے افضل چیز

جن سے تم بڑھاپے کا رنگ بدلتے ہو، مہدی اور وسمہ ہے۔

نوٹ: اگر ان دونوں (مہدی اور وسمہ) کو ملا کر رنگ سیاہ ہو جائے تو وہ ممنوع ہے لہٰذا انہیں الگ الگ استعمال کرنا چاہیے۔

سب سے زیادہ پسندیدہ رنگ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک شخص گزرا جس نے مہدی سے بالوں کو رنگا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کتنا اچھا ہے، پھر ایک شخص مہدی اور کتم (ایک جڑی بوٹی جس سے سیاہ رنگ نکلتا ہے) سے بالوں کو رنگے ہوئے گزرا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ اس سے بھی اچھا ہے، پھر ایک شخص زرد رنگ سے بالوں کو رنگے ہوئے گزرا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ سب سے اچھا ہے۔

النهى عن الخضاب بالسواد سیاہ خضاب لگانا ممنوع ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: آخری دور میں ایک قوم ہوگی جو سیاہ خضاب لگائیں گے، کبوتروں کے پوٹوں کی طرح اور وہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کریت ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو اپنے بالوں کو سیاہ رنگ کے ساتھ رنگے گی، اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے دن لوگ حضرت ابوقحافہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے، اُن کے سر اور ڈاڑھی مبارک کے بال ثغامہ (ایک سفید گھاس کے پھلوں اور پھولوں) کی طرح دکھائی دے رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس رنگ کو

کسی دوسرے رنگ سے تبدیل کرو تاہم سیاہی سے پرہیز کرو۔

سرخ، کالا، زرد رنگ کا خضاب لگانے کا حکم:

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ مرد اور عورت کیلئے زرد اور سرخ رنگ سے سفید بالوں کو رنگنا مستحب ہے اور سیاہ رنگ سے رنگنا حرام ہے۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور مختار قول یہ ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: سیاہ رنگ سے اجتناب کرو، یہی ہمارا مذہب ہے۔

نوٹ:

عن عبداللہ بن عمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الصفرة خضاب المؤمن والحمرة خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ زرد رنگ مومن کا خضاب ہے، سرخ رنگ مسلم کا خضاب ہے اور سیاہ رنگ کافر کا خضاب ہے۔

(ب) حضور ﷺ کے مبارک بالوں وغیرہ سے حصولِ برکت پر ایک مضمون لکھیں

جواب: حضور ﷺ کے موئے مبارک سے برکت کے واقعات:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ (مزدلفہ سے) منیٰ تشریف لائے اور جمرۃ العقبۃ پر کنکریاں ماریں پھر قربانی کر کے اپنے مکان میں تشریف لائے پھر آپ ﷺ نے حجام کو بلایا اور اپنے سر مبارک کے داہنی طرف کے بال مبارک منڈوائے اور ابوطلحہ انصاری کو بلا کر عطا فرمائے۔ پھر آپ نے اپنے بائیں طرف کے بال منڈوائے اور وہ بھی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو عنایت کئے اور فرمایا کہ ان تمام بالوں کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ حجام

آپ کے سر مبارک کی حجامت بنا رہا تھا اور آپ کے اصحاب آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے وہ یہی چاہتے تھے کہ آپ کا جو بال بھی گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے مبارک بالوں کو اس غرض سے حاصل کیا کرتے تھے کہ بطور تبرک ان کو اپنے پاس رکھیں اور ان سے برکت حاصل کریں گے اور حضور ﷺ بھی ان کو اس سے روکتے نہیں تھے بلکہ خود اپنے بال مبارک ان میں تقسیم کرواتے تا کہ یہ لوگ میرے بالوں سے برکت و رحمت حاصل کریں۔

حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری بیوی نے مجھے ایک پانی کا پیالہ دے کر ام المومنین ام سلمہ کے پاس بھیجا اور میری بیوی کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کسی کو نظر لگتی یا کوئی بیمار ہوتا تو وہ برتن میں پانی ڈال کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا کرتی، کیونکہ ان کے پاس حضور ﷺ کا موئے مبارک تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کے اس بال مبارک کو نکالتیں جس کو انہوں نے چاندی کی نلی میں رکھا ہوا تھا اور پانی میں ڈال کر ہلا دیتیں اور مریض وہ پانی پی لیتا (جس سے اس کو شفا ہو جاتی)۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام موئے مبارک تبرکاً اپنے پاس رکھتے اور عموماً لوگ اس کی برکت حاصل کرتے اور امراض سے شفا پاتے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خوش قسمتی سے حضور ﷺ کی پیشانی مبارک کے بال میرے پاس تھے میں نے ان کو اپنی ٹوپی میں آگے کی طرف سی رکھا تھا ان بالوں کی برکت تھی کہ عمر بھر ہر جہاد میں فتح و نصرت حاصل ہوتی رہی۔

حضرت محمد بن سیرین تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس حضور ﷺ کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس یا اہل انس سے ملے ہیں۔ (یہ سن کر) حضرت عبیدہ نے کہا کہ میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا میرے نزدیک

دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہے۔

ان احادیث میں غور و فکر کے ساتھ ساتھ اندازہ کیجئے کہ صحابہ کرام کے نزدیک ان مقدس بالوں کی کتنی قدر و شان تھی اور پھر وہ جلیل القدر صحابی حضرت خالد جن کی شان میں خود حضور ﷺ نے فرمایا "سَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ" "کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے"۔ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ خود فرما رہے ہیں کہ میری ساری فتوحات کا باعث یہی ٹوپی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کے موئے مبارک ہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال اور ناخن مبارک منگوائے اور وصیت کی کہ یہ میرے کفن میں رکھ دیئے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اہل ایمان پر صحابہ کرام کے فضائل و کمالات مخفی نہیں ہیں باوجود اس کے ان کا یہ خیال کہ تبرکات کو قبر میں اپنے ساتھ لے جائیں، تبرکات کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے اس قسم کی باتوں کو جو لوگ بُت پرستی وغیرہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں یہ ان کی زیادتی ہے، اصل میں یہ لوگ اسرارِ محبت سے ناآشنا ہیں۔

ایک تاجر بلخ کا رہنے والا تھا اور بہت دولت مند تھا علاوہ دولت کے اس کے پاس حضور ﷺ کے تین موئے مبارک بھی تھے اس کے دو لڑکے تھے جب تاجر کا انتقال ہو گیا تو کل مال دونوں لڑکوں میں تقسیم کیا گیا جب ایک ایک بال مبارک دونوں نے لے لیا تو بڑا لڑکا بولا کہ تیسرے بال کے دو ٹکڑے کر کے وہ بھی تقسیم کیا جائے اس پر چھوٹے لڑکے نے کہا کہ میں ہرگز گوارہ نہ کروں گا کہ رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے۔ بڑا لڑکا بولا اگر تم کو موئے مبارک سے ایسی ہی محبت اور عقیدت ہے تو ایسا کرو سب مال و دولت جو تمہارے حصے میں آیا ہے مجھے دے دو اور تینوں موئے مبارک لے لو۔ چھوٹا لڑکا اس ڈیل پر بخوشی راضی ہو گیا اور اپنا سب مال دے کر حضور ﷺ کے نورانی موئے مبارک لے لئے اس کا

یہ کام ہو گیا کہ حضور ﷺ کے مبارک بالوں کی زیارت کرتا اور کثرت سے درود شریف پڑھتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تماشا دیکھئے کہ بڑے لڑکے کا مال روز بروز گھٹنا شروع ہو گیا اور چھوٹے لڑکے کے مال میں از برکتِ موئے مبارک، روز افزوں ترقی ہوتی گئی کچھ عرصے کے بعد وہ چھوٹا لڑکا مر گیا اس زمانے کے ایک بزرگ حضور ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دو کہ جس کو کوئی حاجت حق تعالیٰ سے ہو تو وہ اس تاجر کے لڑکے کی قبر پر جائے اور اپنے حصول مقصد کے لئے جا کر دعا کرے تو اس کا مقصد پورا ہو گا۔

اس واقعے کے بعد لوگوں میں اس لڑکے کے مزار کی بڑی عظمت ہو گئی اور لوگ وہاں جانے لگے یہاں تک کہ اس مزار کی عزت ہوئی کہ بڑے بڑے لوگ بھی وہاں سے سوار ہو کر نہیں گزرتے تھے بلکہ بوجہ غایت ادب پیدل چلتے تھے۔ اس تاجر کے چھوٹے بیٹے کی اتنی عزت کہ اس کو مرنے کے بعد بھی کتنی عزت دی گئی یہ سب کچھ جو اسے ملا ہمارے حضور ﷺ کے موئے مبارک کی برکت سے ملا۔

القسم الثانی: سنن ابن ماجہ

السؤال الرابع معاویة بن ابی سفیان یحدث عن رسول اللہ ﷺ قال الخیر عادة والشر لجاجة ومن یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین

(سنن ابن ماجہ، صفحہ نمبر ۲۰، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم)

(الف) ترجمہ کریں اور بتائیں کہ الخیر عادة الشر لجاجة سے کیا مراد ہے؟

جواب

ترجمہ: حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: بھلائی ایک عادت ہے یعنی فطرت میں داخل ہوتی ہے اور بُرائی نفس کی جانب سے آتی ہے اور جس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا کر دیتا ہے۔

الخير عادة الشر لجاجة سے مراد:

الخير عادة والشر لجاجة الخ المراد منه والله اعلم ان الانسان مجبول على الخير قال الله تعالىٰ فطرة الله التى فطرلناس عليها لا تبديل لخلق الله ذالک الدين القيم ولكن اكثر الناس لا يعلمون وقال ﷺ مامن مولود الا وقد يولد على الفطرة فابواه يهوّدانه او ينصّرانه و يمجّسانه الحديث والشر لجاجة واللجاجة بالفتح الخصومة ويقال للنفس اللجوج لانه منصوب بعداوة الانسان كما جاء فى الخبر اعدى عدوک نفسک التى بين جنبيک فالمراد منه ان النفس تتلج وتضطر الى الشرادة فالواجب على كل انسان ان يزيل تلک الشرارة عن نفسه بما جاء من موعظة الله و رسول فان الانبياء قد بعثوا لتزكية النفوس قد افلح من زكّٰها وقد خاب من دسّٰها

(ج) قرآن وحدیث کی روشنی میں فضیلت علم پر نوٹ لکھیں۔

جواب: علم کے فضائل قرآن پاک کی روشنی میں:

قرآن حکیم میں علم کے فضائل پر یہ ارشاداتِ باری مذکور ہیں:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران:۱۸)

"اللہ اس پر گواہ ہے کہ اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، فرشتوں اور علم والوں نے بھی اس بات کی گواہی دی اور یہ کہ اللہ ہی انصاف قائم کرنے والا ہے"۔

شرف اور فضیلت، بزرگی اور کمال کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے اس (خاص) بات پر اپنی گواہی پیش کی ہے کہ اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں، اور اپنے ساتھ ساتھ فرشتوں کی گواہی بھی پیش کی ہے اور علم والوں کی گواہی بھی۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلہ:۱۱)

"تم میں سے جو ایمان لائے اور علم رکھتے ہیں اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے گا"۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الزمر:۹)

"آپ فرما دیجئے: کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں"۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (الفاطر:۲۸)

"بے شک اللہ کے بندوں میں سے علم والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں"۔

"آپ فرما دیجئے: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے اور جو علم والے ہیں"۔

"اور جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں اسے (ملکہ بلقیس کے تخت کو) تیرے پاس لاؤں گا"۔

"اور جنہیں علم تھا وہ کہنے لگے تمہارے لئے خرابی ہو اللہ کا دیا ہوا ثواب ان کیلئے بہتر ہے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے"۔

اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ آخرت کی قدر و منزلت علم کی بدولت ہی معلوم ہو سکتی ہے۔

"اور ہم نے ان کے پاس کتاب پہنچا دی ہے جس میں ہم نے اپنے علم سے کھول کر بیان کر دیا"۔

"پھر ہم ان پر ضرور بیان کریں گے اپنے علم کے ساتھ"۔

"بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں جو ان لوگوں کے سینے میں ہیں جنہیں علم دیا گیا"۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ

"انسان کو پیدا فرمایا (اللہ تعالیٰ نے، اور) اسے بیان سکھایا"۔

علم کی فضیلت احادیث کی روشنی میں:

علم کے فضائل میں حضور ﷺ کے یہ ارشادات مذکور ہیں:

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین

"اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے"۔

العلماء ورثۃ الانبیاء "باعمل علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں"۔

یستغفر للعالم ما فی السموٰت والارض

"عالم (باعمل) کے لئے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز بخشش ومغفرت طلب کرتی ہے"۔

یہ کتنی بزرگی اور کمال کی بات ہے کہ جو شخص محض اپنی ذات کے لئے مغفرت و بخشش کا امیدوار ہے اہل علم ہونے کے ناطے آسمان اور زمین کے فرشتے اس کے لئے مغفرت و بخشش چاہنے میں مشغول ہیں۔ یہ اعزاز، یہ منصب، عالم باعمل کے لئے ہے اور جس کی مغفرت و بخشش آسمانوں اور زمین کے فرشتے چاہیں، اس کا مقام ومرتبہ کیا ہوگا!

"بے شک حکمت (علم) عزت والوں کا وقار اور بلند کرتی ہے اور غلام کو وہ عروج عطا کرتی ہے کہ اسے بادشاہوں کے مقام پر پہنچا دیتی ہے"۔

"لوگوں میں وہ عالم بہترین انسان اور مومن ہے کہ جب کوئی حاجت مند اس کے پاس جائے تو اس کی حاجت روائی کرے اور جب لوگ اس سے بے پروائی کریں تو وہ بھی بے پروائی کرے"۔

"میری امت میں سے جو شخص چالیس حدیثیں یاد کرلے، قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے ایک فقیہہ اور عالم کی صورت میں ملے گا"۔

"جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں سمجھ رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی مشکلوں میں اس کی کفایت کرے گا اور اسے وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں کا اسے گمان بھی نہ ہوگا"۔

"عالم زمین پر اللہ کی امانت رکھنے والا ہے"۔

رسول اکرم ﷺ نے علم کو عبادت اور شہادت پر فضیلت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسی مجھے اپنی فضیلت اصحابی پر حاصل ہے"۔

غور کا مقام ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علم کو کس طرح سے مقام نبوت کے برابر قرار دیا ہے اور عمل سے خالی علم کا مقام کسی طرح سے گرادیا ہے حالاں کہ عابد جس عبادت پر ہمیشگی کرتا ہے اس کے بارے میں علم تو رکھتا ہی ہے اگر اسے علم نہ ہو تو وہ عبادت کیسے کرسکتا ہے۔

السؤال الخامس قال رسول اللہ ﷺ الا انبئکم باھل الجنۃ کل ضعیف متضعف الا انبئکم باھل النار کل عتل جواظ مستکبر

(الف) ترجمہ کریں۔

جواب:

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اہل جنت کے بارے میں بتاؤں، ہر کمزور اور لاچار آدمی (جنتی ہے) کیا میں تمہیں اہل جہنم کے بارے میں بتاؤں ہر سخت مزاج، بددماغ اور مغرور شخص (جہنمی) ہے۔

(ب) ضعیف سے کیا مراد ہے؟ مسلمانوں کے ضعفاء کی فضیلت قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب: ضعف سے مراد:

عاجز، کمزور حالات والا جسے لوگ کمزور سمجھتے اور اس پر زبردستی کرتے اور دباؤ ڈالتے

ہیں اور بعض نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے اس کا نفس جھکنے والا ہے۔

ضعفاء کی فضیلت قرآن وحدیث کی روشنی میں:

قال اللہ تعالیٰ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناک عنھم

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اپنے آپ کو روک کر دیکھیں ان لوگوں کے ساتھ جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اسی ہی کی رضا جوئی چاہنے والے ہیں اور مت ہٹائیں اپنی نگاہ ان سے۔(الکہف)

وقال اللہ تعالیٰ: فاما الیتیم فلا تقھر واما السائل فلا تنھر

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر یتیم پر سختی نہ کر اور سائل کو مت ڈانٹ۔(الضحیٰ:۹)

ضعفاء کی فضیلت حدیث کی روشنی میں:

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ کیا میں تمہیں جنت والوں کی اطلاع نہ دوں؟ پھر فرمایا: ہر کمزور، کمزور قرار دیا جانے والا، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا فرمادیتا ہے یعنی اگر وہ کوئی قسم اللہ تعالیٰ کے کرم کی امید میں اٹھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی مراد دے دیتا ہے۔

"حضرت ابو العباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا۔ آپ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھنے والے سے فرمایا: اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا یہ شریف لوگوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم! یہ اس قابل ہے کہ اگر یہ کہیں پیغام نکاح دے تو اس کا نکاح کر دیا جائے اور اگر یہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے پس رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے پھر ایک اور شخص گزرا۔ رسول

اللہ ﷺ نے اس شخص کو فرمایا: اس آدمی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کم مال والے مسلمانوں میں سے ہے یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ پیغامِ نکاح دے تو اس کا نکاح نہ کیا جائے اور اگر سفارش کرے تو سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر کوئی بات کہے تو اس کی بات نہ سنی جائے اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ فقیر بہت بہتر ہے اس جیسے دنیا بھر کے لوگوں سے"۔

یعنی اس حدیث مبارکہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ گمنام اور فقراء سے توہین سے پیش نہیں آنا چاہیے کیونکہ بہت سے پراگندہ، غبار آلود لوگ مالداروں اور ظاہر پرستوں سے دنیا بھر جائے تو تب بھی بہتر ہیں انسان کے تقویٰ پر دارومدار ہے قوی نسب وشرف پر اعتبار نہیں۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہت سے پراگندہ، غبار آلود، دروازوں سے دھکیل دیئے جانے والے اگر وہ اللہ کی قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرمادیتے ہیں"۔

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مہاجرین فقراء جنت میں مالداروں سے آدھے دن یعنی پانچ سو برس پہلے داخل کئے جائیں گے"۔

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں یہ نہ بتادوں کہ جنت کے بادشاہ کون لوگ ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں آپ نے فرمایا: وہ کمزور ناتواں جنہیں لوگ کچھ نہ سمجھتے ہوں پھٹے پرانے کپڑے پہنتے ہوں لیکن اگر اللہ کے بھروسے پر وہ کسی شے کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اسے پوری فرمادے گا"۔

(ج) تکبر کی مذمت پر جامع نوٹ لکھیں۔

جواب

تکبر کی مذمت:

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے دل میں رائی کے برابر بھی غرور، تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ میں نہ جائے گا"۔

یعنی تکبر حرام ہے اور متکبر جنت میں داخل نہ ہوگا اگر اس کا تکبر ایمان کے انکار اور ایمان کو مسترد کر دینے کے ساتھ ہو یا جنت میں ابتدائی طور پر داخلہ سے محروم رہے گا۔ اگر تکبر اس سے کم درجہ کا ہو، اچھے کپڑے پہننا جائز ہے بشرطیکہ دل میں بڑائی پیدا نہ ہو۔

"حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے تکبر میری چادر ہے، عظمت میرا تہبند ہے جو شخص ان میں سے میری ایک شئے بھی چھینے گا میں اسے دوزخ میں ڈالوں گا"۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے ایک درجہ تواضع اختیار کرے گا اللہ تبارک وتعالیٰ ایک درجہ بلند کرے گا اور جو ایک درجہ تکبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ گرائے گا حتی کہ اسے اسفل السافلین میں پہنچا دے گا"۔

تکبر سے گریزاں رہنا چاہیے اور تواضع کو اپنانا چاہیے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ عنقریب جنت لوگوں میں اعمال صالحہ والوں کو منتخب کرے گی جو جنت کو بھر دیں گے اور آگ لوگوں میں برے اعمال والوں کو، جو اس کو بھر دیں گے۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو نہیں دیکھے گا جس نے تکبر کی وجہ سے اپنی چادر کو کھینچا"۔

تکبر کی وجہ سے کپڑے کو لمبا کرنا حرام ہے اور اگر تکبر کی وجہ نہ ہو تو پھر بھی کراہت سے خالی نہیں، مستحب یہ ہے کہ نصف پنڈلی تک ازار ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی اپنے ایک جوڑے میں چل رہا تھا اور اس کو اپنا آپ اچھا معلوم ہو رہا تھا اور اس کے سر پر کنگھی کی ہوئی تھی اپنی چال میں وہ اترا رہا تھا اسی وقت اللہ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا پس وہ زمین میں قیامت تک دھنستا رہے گا"۔

تکبر خود پسندی حرام ہے اور اس آدمی یعنی جو شخص تکبر کرے گا اسے بدانجامی کا سامنا ہو گا جو ان صفات کو اختیار کرنے والا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا اور نہ انہیں پاک فرمائے گا نہ ہی انہیں رحمت سے دیکھے گا ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا، (۱) بوڑھا زانی، (۲) جھوٹا متکبر، (۳) متکبر فقیر۔

یعنی زنا حرام ہے جھوٹ حرام ہے تو تکبر کے حرام میں کیا شبہ ہو سکتا ہے مگر فقیر کا تکبر بہت زیادہ برا ہے کیونکہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر وہ تکبر کرے پس یقیناً اس کے تکبر کی بنیاد دین کی تحقیر پر ہے ان میں تین قسم کے لوگ یعنی جو حدیث میں ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے ہر ایک نے ایسی معصیت اور گناہ کو لازم کر لیا ہے جس سے وہ دور ہے اور کوئی ضرورت ان کے کرنے کی نہیں بلکہ گناہوں کے مواقع اس کے حق میں بہت ضعیف و کمزور ہیں اگرچہ گناہوں کے سلسلہ میں کوئی معذور نہیں مگر جب ان کے گناہوں کے لئے کوئی مجبوری نہیں اور نہ ہی ان گناہوں کے اسباب اس کو مجبور کرنے والے ہیں تو پھر اس کا ان پر اقدام ضد، ہٹ دھرمی، اللہ تعالیٰ کے حق کی تحقیر اور جان بوجھ کر معصیت کا ارتکاب کرنے کے مترادف ہے نہ مجبوراً

السؤال السادس عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ انه قال ویل للمکثرین الا من قال بالمال هکذا هکذا هکذا اربع عن یمنیه وعن شماله ومن قدامه و من ورائه

(الف) ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب

ترجمہ: "حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مالداروں کے لئے بربادی ہے مگر ہاں وہ شخص جو مال کو دائیں بائیں آگے پیچھے خرچ کرے"۔

تشریح:

نبی ﷺ نے کثرت دنیا کی ہوس کے نتائج سے خبردار کیا ہے کیونکہ عام طور پر دولت انسان کو گمراہی کے راستے پر ڈال دیتی ہے اور بالآخر اس کی دنیا اور آخرت تباہ کر دیتی ہے۔

نبی ﷺ صاحب نظر تھے، انہیں فتنہ دولت کی سنگینی کا صحیح اندازہ تھا اس لئے حضور نبی کریم ﷺ نے امت کو اس خطرے سے آگاہ کیا تا کہ مسلمان ہوسِ دولت کی دوڑ میں شریک ہو کر اپنی دنیا و آخرت تباہ نہ کریں۔ دولت کی ہوس انسان کو تباہی کے کنارے پر پہنچا کر ہی دم لیتی ہے اس لئے آپ ﷺ نے اس کے نتیجہ کو بھی مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا کہ پہلی قومیں اس مرض کی وجہ سے بُرے انجام سے دوچار ہوئیں اگر تم نے بھی یہی راستہ اختیار کیا تو تمہارا انجام بھی اس سے مختلف نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قانون (جزاء وسزا) سب کے لئے ایک ہی ہے اس میں مسلم وغیر مسلم کی کوئی قید نہیں آج مسلمانوں کے زوال کی وجہ یہی حصول مال کی جنگ ہے جس میں مسلمان مبتلا ہو چکے ہیں مالی بے ضابطگیوں نے ہمیں دنیا میں ذلیل ورسوا کر کے رکھ دیا ہے ہم پر پہلی قوموں جیسا عذاب تو نہیں آیا لیکن وسائل ہوتے

کے باوجود مسلمان ممالک کی اقتصادی تباہی اور دنیا میں مسلمانوں کی معاشی بے وقاری عذابِ خداوندی سے کم نہیں اس لئے نبی ﷺ نے فرمایا:

ان لکل امة فتنة و فتنة امتی المال

"بے شک ہر امت کے لئے آزمائش ہے اور میری امت کی آزمائش مال ہے"۔

کثرت دنیا اور قرآن مجید:

قرآن مجید نے کثرت دنیا کی طلب سے خبردار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو آزمائش قرار دیا ہے:

اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ

"بے شک تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہے"۔

لیکن اگر ہم اسی مال کو اچھے طریقے سے شریعت کے اصول کے مطابق خرچ کریں گے تو یہ مال ہمارے لئے آزمائش نہیں بلکہ اس کی بدولت ہم آخرت کو خرید سکتے ہیں جیسے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس مال تھا تو انہوں نے اُس مال کو اس طرح خرچ کیا کہ اس مال کے بدلے آخرت کو خرید لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس مال تھا انہوں نے اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا تو انہوں نے آخرت کو خرید لیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس مال تھا تو انہوں نے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا تو یہ مال یعنی کثرت مال ان کے لئے آزمائش نہیں بلکہ اسی مال سے انہوں نے آخرت کو خرید لیا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مالداروں کے لئے بربادی ہے مگر ہاں وہ شخص جو مال کو دائیں بائیں آگے پیچھے خرچ کرے یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں (طریقوں) کے مطابق۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فرض عبادات کی بجاآوری کے بعد حلال طریقہ سے روزی حاصل کرنا سب سے اہم فرض ہے اور فرمایا کہ حرام مال کی کمائی میں سے نہ صدقہ قبول کیا جاتا ہے نہ اس کے خرچ میں برکت دی جاتی ہے جو شخص حرام مال چھوڑ کر مرتا ہے وہ مال اس کے لئے جہنم کا زادِ راہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی کے ذریعے نہیں مٹاتا بلکہ بُرائی کو بھلائی کے ذریعہ مٹاتا ہے کیونکہ خبیث، خبیث کو نہیں مٹا سکتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اپنے بندے کو

حلال روزی کی تلاش میں محنت کرتا اور تکلیف اٹھاتا دیکھے۔

(ج) کسبِ حلال پر خوبصورت اور جاندار مضمون زینت قرطاس کریں۔

جواب: کسبِ حلال:

دولت بذاتِ خود جوانی کی طرح ہے جو بہت نشہ آور ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان گمراہ ہو جاتا ہے اگر محاسبۂ دولت کا خیال نگہبانِ زندگی رہے تو بہتر ہے اسے اپنے ذرائع آمدن کے متعلق معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حلال ہیں یا حرام۔ زندگی کیا اعمال صالحہ کی قبولیت کی شرائط میں صرف حلال کا ہونا بنیادی شرط ہے اس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا: جو جسم رشوت یا کسی اور حرام طریقے سے پلا وہ جنت میں نہیں جائے گا اس کے لئے آگ ہی بہتر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص حرام کا ایک لقمہ بھی اندر ڈالتا ہے اس کی چالیس دن تک عبادت قبول نہیں ہوتی کسب حلال کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: کسی نے کبھی اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا مگر جو اس کے ہاتھوں کی کمائی ہے اور بے شک اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے اور کھاتے تھے۔ اس لئے چوری، رشوت، جوئے، سمگلنگ، ملاوٹ، وزن میں کمی بیشی، جھوٹ اور دھوکے کی کمائی آخرت میں گلے پڑ جائے گی اور دنیا میں اقتصادی تباہی کا باعث بنے گی آج ہمارے زوال کی وجہ حرام کمائی اور اس کے اثرات بد ہیں۔

اب ہم کسب حلال پر چند حدیثیں بیان کرتے ہیں:

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کہ فرض عبادت کی بجا آوری کے بعد حلال طریقہ سے رزق حاصل کرنا سب سے اہم فرض ہے"۔

"حضور ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کی حرام مال کی کمائی میں سے نہ صدقہ قبول کیا جاتا ہے نہ اس کے خرچ میں برکت دی جاتی ہے اور جو شخص حرام مال چھوڑ کر مرتا ہے وہ مال اس کے جہنم کا زادِ راہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی کے ذریعے نہیں مٹاتا بلکہ بُرائی کو بھلائی کے ذریعے مٹاتا ہے کیونکہ خبیث، خبیث کو نہیں مٹا سکتا ہے"۔

"حضور ﷺ نے فرمایا: یہ مال (کسب حلال) خوش مزہ چیز ہے جو شخص اس کو حق کے

ساتھ (یعنی شرع کے موافق) حاصل کرے اور حق میں (یعنی جائز موقع میں) خرچ کرے تو وہ اچھی مدد دینے والی چیز ہے"۔

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اپنے بندے کو حلال روزی کی تلاش میں محنت کرتا اور تکلیف اٹھاتا دیکھے۔

کونسا ذریعہ معاش سب سے افضل ہے:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ کون سا ذریعہ معاش سب سے افضل ہے؟ اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ سب سے افضل زراعت ہے دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے افضل صنعت وحرفت ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ سب سے افضل تجارت ہے اکثر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سب سے افضل ہاتھ کی کمائی اور صنعت و حرفت ہے، حدیث میں ہے: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ ﷺ کون سا کسب سب سے پاکیزہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر حلال بیع (خرید و فروخت)۔

تحقیق یہ ہے کہ اگر لوگوں کی خوراک اور غذا کی زیادہ ضرورت ہو تو زراعت سب سے افضل ہے تاکہ لوگ وسعت سے غذا حاصل کر سکیں، اور جب لوگوں کو تجارتی ساز و سامان کی زیادہ ضرورت ہو تو تجارت افضل ہے اور جب لوگوں کو صنعت و حرفت کی زیادہ ضرورت ہو مثلاً لوہے، لکڑی اور پلاسٹک کی چیزیں بنوانا، کا کپڑے سلوانا، اور کپڑے دھلوانا تو صنعت و حرفت کی زیادہ فضیلت ہے۔

(عمدۃ القاری، جلد 12، صفحہ 220، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ)

الاختیار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس اهل السنة پاکستان

شهادة العالمیة فی العلوم العربیة والاسلامیة (السنة الثانیة للبنات)

الموافق سنة 1436هجری، 2015ء

الورقة السادسة: لشرح معانی الآثار الوقت المحدود ثلاث ساعات مجموع الارقام :100

الملاحظة: السؤال الأول اجباری ولک الخیار فی البواقی ان تجیبی عن ثلاثة فقط

السؤال الاول

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام محدثین کرام اور فقہاء عظام کے نزدیک کیا ہے؟ اور شرح معانی الآثار کا مرتبہ امہات ستہ میں کیا ہے؟ تحریر کریں۔

جواب: محدثین کرام وفقہاء عظام کے نزدیک امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام:

امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ تیسری صدی کے عظیم محدث اور بے بدل فقیہ تھے۔ محدثین اور فقہاء کے طبقات میں ان کا یکساں شمار کیا جاتا تھا۔ سلف صالحین میں ایسے جامع حضرات کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں جو حدیث اور فقہ دونوں شعبوں میں سند کی حیثیت رکھتے ہوں۔

محدثین کرام ان کو حافظ اور امام کہتے ہیں۔ فقہاء عظام ان کو مجتہد منتسب قرار دیتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر نے کہا کہ وہ ثقہ، نبیل اور حدیث کا مسکن تھے۔ سمعانی نے کہا: وہ امام عاقل اور ثقہ شخصیت کے مالک تھے اور ان کی وفات کے بعد دنیا آج تک ان کی نظیر نہیں پیش کر سکی۔ امام سیوطی نے کہا: وہ حدیث اور فقہ میں امام، علوم دینیہ کے ماوٰی اور احادیث نبویہ کے ملجاء تھے۔ حافظ ابو شیرازی نے کہا اما ابو جعفر طحاوی اصحاب ابو حنیفہ کی علمی ریاست کی منتہی ہیں۔ حافظ ابن عبدالبر نے کہا: کہ وہ کوفیوں کی روایات اور مسائل فقہیہ کی سب سے زیادہ معرفت رکھتے تھے اور تمام مذاہب فقہاء کے عالم تھے۔ اتقانی نے کہا: کہ مذہب حنفیہ تو الگ رہا ابو جعفر طحاوی کی نظیر کسی مذہب میں نہیں ملتی۔

شرح معانی الآثار کا مرتبہ:

''شرح معانی الآثار'' فن حدیث میں ایک عظیم تصنیف اور احناف کا سرمایہ افتخار ہے۔ اس کتاب میں حدیث، فقہ اور رجال کے متعدد علوم کو حسن اور عمدگی کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔ تبھی تو فاضل اتقانی نے فخر سے سر اٹھا کر کہا تھا کہ جو شخص امام طحاوی کی علمی مہارت کا اندازہ کرنا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ وہ ''شرح معانی الآثار'' کا مطالعہ کرے۔ مسلک حنفی تو الگ رہا کسی مذہب سے بھی اس کتاب کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی ہے۔

اس کتاب سے امام طحاوی کا مقصد صرف احادیث کو جمع کرنا نہیں تھا بلکہ ان کے سامنے اصل مقصد احناف کی تائید اور یہ ثابت کرنا تھا کہ مسائل شرعیہ میں امام اعظم کا مؤقف کسی جگہ بھی احادیث کے خلاف نہیں ہے اور جو روایات بظاہر امام اعظم کے مسلک کے خلاف ہیں وہ یا مؤول ہیں یا منسوخ۔

اس تصنیف میں امام طحاوی متعدد جگہ پر احادیث پر فنی حیثیت سے کلام کرتے ہیں اور مخالفین کی پیش کردہ روایات پر فن رجال کے لحاظ سے جرح کرتے ہیں اس کے علاوہ عقلی لحاظ سے بھی مخالفین کے نقطہ نظر کی تصنیف کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب روایت اور درایت کی جامع ہے اور جن خوبیوں اور محاسن پر یہ کتاب مشتمل ہے صحاح ستہ کی تمام کتب ان سے خالی ہیں۔

السؤال الثانی عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ افْتَتَحَ صَلٰوتَهٗ بِرَكْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ ثُمَّ صَلّٰی ثَمَانِ رَكْعَاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ

(الف) خط کشیدہ صیغے بتائیں۔

جواب

خط کشیدہ صیغے اِفْتَتَحَ: صیغہ واحد مذکر غائب، فعل ماضی مطلق مثبت معروف ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق برباعی باہمزہ وصل صحیح از باب افتعال۔

خَفِيفَتَيْنِ: یہ خَفِيفَةٌ کا تثنیہ ہے۔

صَلّٰی: صیغہ واحد مذکر غائب، فعل ماضی معروف، ثلاثی مزید فیہ، بے ہمزہ وصل، ناقص واوی از باب تفعیل۔

(ب) وتروں کی تعداد میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

جواب

وتر کی رکعتوں کی تعداد: وتر کی رکعتوں کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ وتر ایک سلام کے ساتھ ہے یا دو سلاموں کے ساتھ۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف:

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 620ھ فرماتے ہیں:

ان احمد قال انا نذھب فی الوتر الی رکعة وان اوتر بثلاث او اکثر فلا باس

ترجمہ: ''امام احمد بن حنبل نے فرمایا وتر میں ہمارا مذہب ایک رکعت ہے اور اگر تین یا زیادہ رکعات پڑھیں پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(المغنی ج۱، ص ۷۴۴، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

دلیل نمبر 1:

مسلم شریف میں ابن عمر سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

الوتر رکعة من اخر اللیل

''یعنی وتر کی ایک رکعت ہے رات کے آخری حصے میں''

یہ حدیث صراحۃً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وتر کی ایک رکعت ہے۔

دلیل نمبر 2:

نیز حضور علیہ ﷺ سے روایت ہے:

قال من احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحدة فلیفعل

ترجمہ: ''یعنی آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے وتر کی پانچ رکعات کو پسند کیا تو اس کو کرے اور جس نے ایک رکعت کو پسند کیا تو وہ اس کو کرے''۔

نوٹ: وتر کی سات، نو اور گیارہ رکعت کی تعداد بھی مروی ہے۔ (عنایہ)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف:

قول نمبر 1: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم از کم وتر ایک رکعت ہے۔

قول نمبر 2: یہ ہے کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں مگر دو سلاموں کے ساتھ ادا کرے۔

نوٹ: یہی قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔

علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الوتر سنة عندنا بلا خلاف واقله رکعة بلا خلاف و ادنی کماله ثلاث رکعات و اکمل منه خمس ثم سبع ثم تسع ثم احدی عشرة وھی اکثره علی المشھور فی المذھب

(شرح المہذب مع الشروح، جلد نمبر ۴، ص ۱۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: ''ہمارے نزدیک وتر بالاتفاق سنت ہے اور کم از کم وتر بالاتفاق ایک رکعت ہے اور کم از کم درجہ کمال تین رکعت ہیں پھر اس سے کامل پانچ، پھر سات، پھر نو، پھر گیارہ رکعت ہیں اور بنا بر شہرت یہ وتر کی سب سے زیادہ رکعات ہیں۔

نوٹ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف والے دلائل ہی ان کے دلائل ہیں۔

قول نمبر 2 پر دلیل نمبر 1:

سالم بن عبداللہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں کہ وہ اپنی جفت نماز اور طاق نماز میں سلام کے ذریعے فصل کیا کرتے تھے اور حضرت ابن عمر نے یہ بات بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

دلیل نمبر 2:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے دو رکعات ادا کی پھر فرمایا: اے لڑکے ہماری سواری تیار کردو پھر وہ اٹھ کر کھڑے ہوئے اور انہوں نے ایک رکعت وتر ادا کی۔

دلیل نمبر 3:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک اور دو رکعت کے درمیان وتر کی نماز میں سلام پھیرا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کسی کام کی ہدایت بھی کردیتے تھے۔

نوٹ: ان آثار میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وتر کی نماز میں تین رکعات ادا کیا کرتے تھے البتہ ایک اور دو رکعت کے درمیان فصل کیا کرتے تھے اور وتر کی نماز کے بارے میں ان سے اس بارے میں اتفاق ہے کہ وہ تین رکعات ہوتی ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

قاضی ابن رشد مالکی فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ تین رکعت وتر پڑھے جائیں اور ان رکعات میں سلام کے ساتھ فصل بھی کیا جائے۔

نوٹ: امام مالک کے نزدیک حقیقت میں وتر ایک رکعت ہے یا ایک رکعت پڑھی جائے اور اس سے پہلے ایک دوگانہ ہو یا ان کے نزدیک جس وتر کا حکم دیا گیا ہے وہ جفت اور طاق رکعت پر مشتمل ہے جب بھی کسی دوگانہ کے بعد ایک رکعت پڑھ لی جائے گی تو وتر ہو

جائیں گے۔

نوٹ: ان کے دلائل بھی مذکورہ ہیں جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کے دلائل میں بیان کردیئے گئے ہیں۔

علماء احناف کا موقف:

علماء احناف کے نزدیک وتر کی تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ واجب ہیں یعنی درمیان میں ایک اور سلام لاکر ان کے درمیان فصل نہ کرے۔

علماء احناف کے دلائل:

دلیل نمبر 1: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

ان النبی ﷺ کان یوتر بثلاث رکعات

ترجمہ: کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی نماز میں تین رکعتیں ادا فرماتے تھے"۔

دلیل نمبر 2:

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ ﷺ لا یسلم فی الرکعتین الاولین من الوتر

"یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

دلیل نمبر 3:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: **وتر اللیل ثلاث کوتر النہار** "یعنی رات کا وتر تین رکعتیں ہیں جیسا کہ دن کا وتر تین رکعتیں ہیں"۔

نوٹ: دن کے وتر سے مراد مغرب کی نماز ہے۔ (فتح القدیر)

دلیل نمبر 4:

عن عائشة رضی اللہ عنہا ان النبی ﷺ کان یوتر بثلاث یقرأ فی اول رکعة سبح اسم ربک وفی الثانیة قل یا ایھا الکافرون وفی الثالثہ قل ھو اللہ والمعوذتین

یعنی حضور ﷺ تین رکعتیں وتر کی پڑھتے تھے پہلی میں سبح اسم ربک اور دوسری میں قل یا ایہاالکافرون اور تیسری رکعت میں قل ہو اللہ احد اور معوذتین پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر 5:

نھی رسول اللہ ﷺ عن البتیراء

''یعنی حضور ﷺ نے صلوۃ بتیراء یعنی ایک رکعت پڑھنے سے منع فرمایا ہے''۔

دلیل نمبر 6:

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے وتر کی ایک سلام کے ساتھ تین رکعات پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے چنانچہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

قال اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی اخرھن

''یعنی کہا کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں صرف ان کے آخر میں سلام پھیرے''۔

دلیل نمبر 7:

ابوخالد نے بیان کیا کہ میں نے جلیل القدر تابعی ابوالعالیہ سے وتر کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا ہم کو اصحاب رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی کہ وتر مغرب کی نماز کے مانند ہے یہ ات کا وتر ہے اور مغرب کی نماز دن کا وتر ہے۔

نوٹ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ مغرب کی نماز کی طرح وتر کی بھی تین رکعتیں ہیں بغیر

درمیان کے سلام کے ساتھ پڑھی جائیں گی کیونکہ مغرب کی نماز میں آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔

دلیل نمبر 8:

جو حضرات وتر کی ایک رکعت کے قائل ہیں ان کی طرف سے پیش کردہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کا جواب بقول امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے قول **(فصل رکعة)** کے معنی یہ ہیں کہ **صل رکعة مع ثنتین قبلھا** یعنی حضور ﷺ نے فرمایا: اس سے پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر ایک رکعت اور پڑھ لے پس اب تین رکعتیں ہوئیں نہ کہ ایک۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک رکعت یا پانچ رکعتیں یا سات، نو، گیارہ کی روایت استقرار وتر سے پہلے کی ہیں لیکن جب تین رکعتوں پر استقرار ہو گیا اور ٹھہراؤ ہو گیا تو باقی روایتیں منسوخ ہو گئیں۔

السؤال الثالث **عن ابن عباس رضی اللہ عنھما لما خیرت بریرة رأینا زوجھا یتبعھا فی سکک المدینة ودموعة تسیل علی لحیتہ فکلم لہ العباس النبی ﷺ ان یطلب الیھا فقال لھا رسول اللہ ﷺ زوجک وابو ولدک فقالت اتأمرنی بہ یا رسول اللہ؟ فقال انما انا شافع قالت ان کنت شفعا فلا حاجة لی فیہ واختارت نفسھا**

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب بریرہ کو اختیار دیا گیا تو ہم نے اس کے شوہر کو دیکھا وہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں اس کے پیچھے جارہا تھا اس کے آنسو اس کی داڑھی پر بہہ رہے تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے بات کی اور بولے آپ بریرہ کو بلائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے کہا: یہ تمہارا شوہر ہے اور تمہارے بچوں کا باپ ہے۔ بریرہ نے عرض کیا: کیا آپ مجھے حکم دیتے ہیں؟ یا

رسول اللہ! علیہ السلام نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں سفارش کر رہا ہوں اس نے عرض کی اگر آپ سفارش کر رہے ہیں تو مجھے اس کی ضرورت نہیں اور بریرہ نے اپنے آپ کو اختیار کیا"۔

(ب) مذکورہ خیارِ عتق میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

جواب: جس کنیز کو آزاد کر دیا جائے تو اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام، تو کیا اس کنیز کو شوہر سے علیحدگی اختیار کرنے کا اختیار ہوگا یا نہیں؟

امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء کا مسلک:

امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اگر لونڈی کو آزاد کیا جائے اور اس وقت اس کا شوہر غلام ہو تو لونڈی کو اختیار ہے کہ اس کے نکاح میں رہے یا اس نکاح کو فسخ کر دے اور اگر اس وقت اس کا شوہر آزاد تھا تو پھر اس کو اختیار نہیں ہے کیونکہ غلام کے نکاح میں آزاد کا رہنا باعث عار ہے اور آزاد کے نکاح میں رہنے میں کوئی عار نہیں ہے۔

امام مالک، امام شافعی و جمہور فقہاء کی دلیل:

جمہور فقہاء کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں حضرت بریرہ کے شوہر کو غلام بتایا گیا ہے۔
دلیل نمبر 1: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں بریرہ کا شوہر ایک غلام شخص تھا اگر وہ آزاد ہوتا تو نبی اکرم ﷺ اسے اختیار نہ دیتے۔
دلیل نمبر 2: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب بریرہ کو آزاد کیا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے اختیار دیا تھا اس کا شوہر غلام تھا۔
نوٹ: جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ یہ بات محض اپنے قیاس سے نہیں کہہ سکتیں کیونکہ یہ ایک تشریعی معاملہ ہے علاوہ ازیں اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ جب حضرت بریرہ کو اختیار دیا تو ان کے شوہر غلام تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جب لونڈی کو آزاد کیا جائے تو اس کو ہر حال میں اختیار ملے گا خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام کیونکہ لونڈی پر شوہر کی ملکیت کم ہوتی ہے اور وہ صرف دو طلاقوں سے مغلظہ ہو کر شوہر کے نکاح سے آزاد ہو جاتی ہے اور آزاد پر شوہر کی ملکیت زیادہ

ہوتی ہے وہ تین طلاقوں سے مغلظہ ہوتی ہے اس لئے جب وہ آزاد ہوئی تو اس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اس زائد ملکیت کو قبول کرتی ہے یا نہیں۔
نوٹ: جس وقت لونڈی کو آزاد کیا جائے اس وقت اگر اس کا شوہر غلام ہو تو تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ باندی کو اختیار دیا جائے گا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر اس کا خاوند اس وقت آزاد ہو پھر بھی اس کو اختیار دیا جائے گا اس اختلاف کا سبب دراصل اس بات میں ہے کہ جس وقت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا گیا تھا اس وقت ان کے شوہر مغیث غلام تھے یا آزاد، ائمہ ثلاثہ کی تحقیق یہ ہے کہ وہ اس وقت غلام تھے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ وہ اس وقت آزاد تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ حدیث ہے جسے امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے: "اسود کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے بریرہ کو خریدا اس کے مالکوں نے اس کی ولاء کی شرط لگائی، میں نے اس کا نبی ﷺ سے ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو آزاد کر دو، ولاء اس کا حق ہے جو پیسے ادا کرے، میں نے اس کو آزاد کر دیا پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو بلا کر اس کے شوہر میں اس کو اختیار دیا، بریرہ نے کہا کہ اگر وہ مجھے اتنے اتنے پیسے دے پھر بھی میں اس کے پاس نہیں رہوں گی اس نے (شوہر کے مقابلہ میں) خود کو اختیار کر لیا اور اس کا شوہر آزاد تھا"۔

(سنن نسائی، ج ۲، ص ۸۷، مطبوعہ نور محمد، کراچی)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فقال الحکم و کان زوجها حراً قال ابو عبدالله و قول الحکم مرسل

ترجمہ: "حکم کہتے ہیں کہ بریرہ کا خاوند آزاد شخص تھا امام بخاری نے کہا یہ حدیث مرسل ہے"۔ (بخاری جلد نمبر 2، ص 999، مطبوعہ نور محمد، کراچی)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن الاسود عن عائشة فی قصة بریرة قال الاسود و کان زوجها حرا

ترجمہ: "اسود نے حضرت عائشہ سے بریرہ کا جو قصہ روایت کیا ہے اس میں اسود نے

بیان کیا کہ ان کا خاوند آزاد شخص تھا'۔ (ترمذی، ص ۱۸۶، مطبوعہ کراچی)

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الزهری ان النبی ﷺ قال لامة عتقت ولها زوج انی ذاکر لک امرا فلا علیک ان لا تفعلیه ولکنی اتحرج ان اکتملیه ان لک الخیار علی زوجک

(المصنف، ج ۷، ص ۲۵۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ)

ترجمہ: ''زہری بیان کرتے ہیں کہ جب ایک شادی شدہ لونڈی آزاد کی گئی تو نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: میں تم سے ایک مسئلہ ذکر کرتا ہوں اگر تم اس پر عمل نہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن میں اس مسئلہ کو چھپانا پسند نہیں کرتا، تمہیں تمہارے خاوند کے بارے میں اختیار ہے''

نوٹ: یہاں بھی نبی ﷺ نے باندی کے اختیار کو مطلق رکھا ہے تو معلوم ہوا کہ اگر آزاد شدہ باندی کا شوہر آزاد ہو یا غلام تو لونڈی کو اختیار ہے کہ اس کے نکاح میں رہے یا اس کے نکاح کو فسخ کردے اور یہی مؤقف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

شوہر کے آزاد ہونے کے باوجود خیارِ عتق پر فقہاء احناف کے دلائل:

اگر آزاد شدہ باندی کا شوہر غلام ہو تو اس کا اختیار اتفاقی امر ہے اور آزاد ہونے کی صورت میں اس کے اختیار پر درج ذیل اقوال تابعین دلیل ہیں:

۱۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ جب آزاد شخص کی بیوی آزاد کی دی جائے تو اس کو اختیار ہے۔

۲۔ امام شعبی کہتے ہیں کہ باندی کو اختیار دیا جائے گا خواہ وہ آزاد کے نکاح میں ہو یا غلام کے۔

۳۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ جب کسی آزاد شخص کی بیوی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کو اختیار ہے۔

(المصنف، ج ۷، ص ۵۴، ۲۵۵، مکتب اسلامی بیروت)

غلام اور آزاد ہونے والی حدیث میں تطبیق:

ان روایات میں تطبیق اس طرح دی جائے گی کہ جن روایات میں ذکر ہے کہ وہ غلام تھے اس میں ان کے ماضی کے حال کی خبر دی ہے اور جن روایات میں ہے کہ وہ آزاد تھے ان میں اس وقت کے حال کا بیان کیا گیا ہے جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا حضرت ابن عباس کی روایت میں جو ان کے غلام ہونے کا ذکر ہے وہ بھی ماضی کے حال کے اعتبار سے ہے یعنی چونکہ وہ ماضی میں غلام رہے تھے اس لئے ان پر غلام کا اطلاق کر دیا اور یہ اطلاق

عرف اور محاورے میں بکثرت ہوتا ہے۔

حضرت بریرہ کے شوہر کی آزاد ہونے والی روایت کی از روئے درایت ترجیح:

علامہ ابن ہمام نے پہلے تو ان دو حدیثوں میں تطبیق دی پھر فرمایا کہ ان دو روایتوں میں مغیث کے آزاد ہونے والی روایت درایۃً راجح ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب دو حدیثیں متعارض ہوں اور ایک حدیث میں کسی وصف زائد کی نفی ہو اور دوسرے میں وصف زائد کا اثبات ہو تو اس حدیث کو ترجیح دی جاتی ہے کہ جس میں کسی وصف زائد کا اثبات ہو کیونکہ جس میں نفی ہے اس میں حالت اصلیہ کے اعتبار سے روایت کی گئی ہے اور جس میں اثبات ہے اس میں راوی اپنے علم کی بناء پر کسی دلیل سے وصف زائد کی حکایت کر رہا ہے اور چونکہ تمام صحابہ روایت میں عادل ہیں اس لئے اثبات والی روایت کا اعتبار کیا جائے گا پس حضرت ابن عباس نے جو مغیث کے غلام ہونے کی روایت کی ہے وہ ان کی حالت اصلیہ کے اعتبار سے ہے کیونکہ وہ اصل میں غلام تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو ان کے آزاد ہونے کی روایت کی ہے وہ اس پر محمول ہے کہ انہیں علم تھا کہ حضرت بریرہ کو جب آزاد کیا گیا تھا اس وقت حضرت مغیث رضی اللہ عنہ بھی آزاد ہو چکے تھے اس لئے حضرت ابن عباس کی روایت پر حضرت عائشہ کی روایت کو ترجیح ہے۔ جس میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کے وقت حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کو آزاد بتایا گیا ہے کیونکہ اس میں ایک وصف زائدہ کا اثبات ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب:

خیارِ عتق میں غلام کی قید لگانے پر ائمہ ثلاثہ نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ آزاد عورت کے لئے غلام کے نکاح میں رہنا باعث عار ہے اور آزاد کے نکاح میں رہنا کوئی عار نہیں ہے اس لئے باندی کو جب آزاد کیا جائے اس وقت اگر اس کا خاوند غلام ہو تو اس کا خیارِ عتق ملے گا ورنہ نہیں۔

علامہ بابرتی اس کے جواب میں فرماتے ہیں عدم کفاءت کی وجہ سے نکاح کے ہونے یا نہ ہونے کا اعتبار ابتداء عقد میں ہوتا ہے ابقاء عقد میں نہیں ہوتا کیونکہ امارت اور غربت بھی کفو میں معتبر ہیں اگر کوئی شخص امیری میں کسی امیر لڑکی سے نکاح کرے اور بعد میں غریب ہو جائے تو بعد میں کفوتہ رہنے کی بناء پر کسی امام کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے کہ عورت کو فسخ

نکاح کا اختیار دیا جائے۔

السؤال الرابع فَلَمَّا ثَبَتَ فِیْ هٰذِهِ الْاَشْیَاءِ اَنَّ الْمُکْرَهَ عَلَیْهَا مَحْکُوْمٌ عَلَیْهِ بِحُکْمِ الْفَاعِلِ، کَذٰلِکَ فِی الطَّوَاعِیَةِ فَیُوْجِبُوْنَ عَلَیْهِ فِیْهَا مِنَ الْاَمْوَالِ مَا یَجِبُ عَلَی الْفَاعِلِ لَهَا فِی الطَّوَاعِیَةِ ثَبَتَ اَنَّهٗ کَذٰلِکَ الْمُطَلِّقُ وَالْمُعْتِقُ وَالْمُرَاجِعُ فِی الْاِسْتِکْرَاهِ یُحْکَمُ عَلَیْهِ بِحُکْمِ الْفَاعِلِ فَیَلْزَمُ اَفْعَالَهٗ کُلَّهَا

(الف) مذکورہ عبارت پر اعراب لگائیں۔

اعراب لگا دیا گیا ہے

جواب:

ترجمہ: جب ان تمام صورتوں کے ذریعے یہ بات لازم ہوگئی کہ جس شخص کو مجبور کیا گیا ہو اس پر وہی حکم لازم ہوگا جو اپنی رضامندی کے ساتھ یہ عمل کرنے والے کا حکم ہے تو اب اس صورت میں علماء اس پر وہ چیز لازم قرار دیں گے جس کا تعلق اموال کے ساتھ ہے وہی چیز لازم قرار دیں گے جو اس شخص پر لازم ہوتی جو اپنی مرضی کے ساتھ یہ عمل کرتا تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ طلاق دینے والے، آزاد کرنے والے اور رجوع کرنے والے جبکہ وہ مجبوری کے عالم میں ہوں ان پر وہی حکم لازم ہوگا جو اسے (رضامندی کے ساتھ) کرنے والے کا حکم ہے اور ان کے تمام افعال لازم ہوں گے"۔

(ب) طلاق مکرہ میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

جواب: طلاق بالجبر کی حیثیت:

مکرہ بفتح الراء وہ شخص ہے جس کو جان یا عضو کا ضرر پہنچانے کی بادشاہ نے دھمکی دی ہو یا اس شخص نے جس کی طرف سے ایسا کرنا متصور ہو پس مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اس نے مجبور ہو کر طلاق دے دی تو اس میں اختلاف ائمہ ہے کہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کا مسلک:

یہ ہے کہ اگر کسی کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اس نے مجبور ہو کر طلاق دے دی تو اس کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل نمبر 1:

یہ ہے کہ اکراہ اور اختیار دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور تصرفات شرعی اختیار ہی کے ساتھ معتبر ہوتے ہیں پس اختیار نہ ہونے کی وجہ سے مکرہ کی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی بخلاف ہازل (ٹھٹھا کرنے والے کے) کیونکہ اگر کوئی شخص ہنسی مذاق میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق واقع ہو جائے گی اس لئے کہ ہازل طلاق کا تکلم کرنے میں مختار ہے۔

دلیل نمبر 2: حضرت امام شافعی حضور ﷺ کے ارشاد: رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیہ سے بھی استدلال کرتے ہیں یعنی میری امت سے خطا اور نسیان اور جس پر مجبور کیا گیا ہے اس کو اٹھا لیا گیا۔

احناف کا مسلک:

یہ ہے کہ اگر کسی کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اس نے مجبور ہو کر طلاق دے دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

احناف کی دلیل نمبر 1:

یہ ہے کہ مکرہ نے اپنی منکوحہ پر طلاق واقع کرنے کا ارادہ کیا ہے درآں حالیکہ اس کو طلاق واقع کرنے کی لیاقت بھی ہے پس یہ قصدِ طلاق اپنے مقتضی اور حکم سے خالی نہ جائے گا تاکہ تحلف حکم عن العلت لازم نہ آئے اور تاکہ مکرہ کی حاجت دفع ہو جائے۔

مکرہ کی حاجت یہ ہے کہ جس چیز سے اس کو ڈرایا گیا ہے اس سے چھٹکارا پا جائے اور اس مکرہ کو قیاس کیا گیا ہے طائع پر یعنی جس طرح اپنی رضا اور اختیار سے طلاق دینے کی سورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اسی طرح مکرہ کے طلاق دینے پر بھی طلاق واقع ہو جائے گی اور یہ قصد طلاق اس سے معلوم ہوا کہ مکرہ کے سامنے دو برائیاں تھیں ایک جان کا ضائع ہونا دوسرے بیوی کا ضائع ہونا یعنی اگر طلاق دے تو بیوی گئی اور اگر طلاق نہ دے تو جان گئی۔

اس شخص نے ان دونوں برائیوں میں سے آسان (وقوع طلاق) کو اختیار کرلیا اور دو برائیوں کو پہچاننا اور اہون کو اختیار کرنا یہ ہی قصد اور اختیار کی علامت ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ مکرہ نے اپنے اختیار سے طلاق دی ہے نہ کہ بلا اختیار۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مکرہ ایقاع طلاق کے حکم (وقوع طلاق) راضی نہیں تھا مگر ہم کہتے ہیں کہ ایقاع طلاق کے حکم پر عدم رضا وقوع طلاق میں مخل نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بغیر رضامندی کے بھی طلاق واقع ہو سکتی ہے جیسے ہازل کی طلاق وقوع طلاق پر عدم رضا کے باوجود واقع ہو جاتی ہے۔

امام شافعی کی دلیل کا جواب:

امام شافعی جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں آخرت میں رفع حکم مراد ہے نہ کہ دنیا میں۔ یعنی خطا اور نسیان کی وجہ سے آخرت میں مواخذہ نہیں ہوگا البتہ دنیا میں خطاء و نسیان وغیرہ پر احکام مرتب ہوں گے۔

مثلاً قتل خطاء میں اگرچہ آخرت میں مواخذہ نہیں ہوگا لیکن دنیا میں دیت واجب ہوتی ہے اسی طرح نماز میں اگر نسیاناً واجب ترک ہو گیا تو گو آخرت میں اس پر مواخذہ نہیں ہوگا لیکن دنیا میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ بہر حال اس حدیث کو استدلال میں پیش کرنا درست نہیں ہے۔

احناف کی دلیل نمبر 2:

الفرج بن فضالہ نے عمرو بن شراحیل سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر پر زبردستی کر کے اس کو طلاق دینے پر مجبور کیا تو اس کے شوہر نے اس عورت کو طلاق دے دی پھر یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس طلاق کو نافذ کر دیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس کی مثل مروی ہے اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ (المحلی بالآثار، ج۹ ص۴۶۳)

السؤال الخامس ان النبی ﷺ لاعن بالحمل

ترجمہ: ''نبی اکرم ﷺ نے حمل کی وجہ سے لعان کروا دیا تھا''۔

(الف) حدیث مذکورہ کی ترکیب نحوی کریں۔

جواب: حدیث مذکورہ کی نحوی ترکیب:

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، ''النبی'' اِنَّ کا اسم، ''لَاعَنَ'' صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی مطلق مثبت معروف ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق برباعی بے ہمزہ وصل صحیح از باب مفاعلہ، ہو ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل (با) حرف جار، ''الحمل'' مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ظرف لغو متعلق ہوا لاعن فعل کے، لاعن فعل اپنے فاعل اور ظرف لغو سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہوئی اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کے، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(ب) لعان بالحمل کے بارے میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

جواب: حمل کی نفی سے لعان کا وجوب و عدم وجوب:

مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو اس سے لعان واجب ہوگا یا نہیں؟ اس کے بارے میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے۔

امام ابو حنیفہ، امام زفر اور امام احمد کا موقف:

ان کا موقف یہ ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو اس سے نہ لعان واجب ہوگا اور نہ حد۔

نوٹ: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مشہور قول ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام زفر اور امام احمد کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ جس وقت حمل کی نفی کی گئی اس وقت حمل کا ہونا یقینی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ پیٹ میں ہوا بھری ہو جس کو حمل خیال کیا اس وجہ سے شوہر تہمت لگانے والا شمار نہیں ہوگا اور جب قذف ثابت نہیں ہوا تو لعان واجب نہیں ہوگا۔

امام محمد، امام مالک، امام ابو یوسف کا غیر مشہور قول:

صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر اس عورت نے تہمت لگانے کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں بچہ جنا تو حمل کی نفی کر دینے سے لعان واجب ہو جائے گا اور یہ چھ ماہ سے کم کی قید مبسوط

میں بھی مذکور ہے۔

دلیل نمبرا۔ اس حدیث سے استدلال کی ہے جو علقمہ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ سے منقول ہے نبی اکرم ﷺ نے حمل کی وجہ سے لعان کروادیا تھا۔

دلیل نمبر۲۔ ان کی یہ دلیل یہ ہے کہ جب قذف کرن کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو ہم کو یقین ہو گیا کہ قذف کے وقت حمل موجود تھا پس جب قذف کے وقت حمل موجود تھا تو تہمت لگانا پایا گیا اور جب تہمت لگایا پایا گیا تو شوہر پر لعان واجب ہوگا۔

امام ابوحنیفہ کی طرف سے صاحبین کی دلیل کا جواب:

امام ابوحنیفہ کی طرف سے صاحبین کی دلیل کا جواب یہ ہوگا کہ شوہر کا قول: لیس حملک منی فی الحال تو قذف نہیں ہوا کیونکہ فی الحال وجود حمل متعین نہیں ہے پس ایسا ہو گیا جیسا کہ شرط پر معلق کیا گیا شوہر نے کہا: ان کان بک حمل فلیس منی یعنی اگر تو حاملہ ہے تو وہ مجھ سے نہیں اور قذف کو شرط پر معلق کرنا درست نہیں ہے اس لئے یہ قذف نہیں ہوگا اور جب قذف نہیں ہوا تو لعان بھی واجب نہیں ہوگا۔

ابوحنیفہ کی طرف سے صاحبین کی دلیل نمبر ایک کا جواب:

صاحبین نے وہ حدیث جو حجت کے طور پر پیش کی وہ مختصر حدیث ہے جسے روایت کرنے والے نے مختصر طور پر روایت کیا ہے اور اس میں غلطی کی ہے اور اس روایت کی اصل یہ ہے: ان رسول اللہ ﷺ لاعن بینھما وھی حامل کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان دونوں کے درمیان لعان کروا دیا تھا اور وہ عورت اس وقت حمل کی حالت میں تھی ہمارے نزدیک یہ قذف کی وجہ سے لعان تھا حمل کی نفی کی وجہ سے لعان نہ تھا اسے روایت کرنے والے نے یہ وہم کیا ہے کہ یہ حمل کی وجہ سے لعان ہے اس لئے اس نے حدیث کو مختصر طور پر نقل کیا ہے۔

سالانہ پرچہ عالمیہ سال دوم 2016ء

پرچہ نمبر 1: صحیح البخاری

نوٹ: پہلا سوال لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

1. باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ وقول اللہ عزوجل اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ......عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه علی المنبر یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول انما الاعمال بالنیات وانمالامرئ مانوی فمن کانت هجرته الی دنیا یصیبها أو الی امرأة ینکحها فهجرته الی ماهاجر الیه

(ا) ترجمہ اور تشریح سپرد قلم کریں۔

جواب: ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ پر ابتداء وحی کی کیفیت، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔ اے رسول معظم! بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی نازل فرمائی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی (نازل) فرمائی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ اعمال کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے عمل کا ثمرہ وہی ہوگا جس کی اس نے نیت کی، سو جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہو جس کو وہ حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف ہو، جس سے وہ نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف (شمار) ہوگی جس کی طرف ہجرت کرنے کی اس نے نیت کی تھی۔

تشریح:

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی سُنت ہے، لہٰذا سیدنا محمد ﷺ پر وحی نازل کرنا کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے۔

امام بخاری نے "بدء الوحی" کا لفظ فرمایا ہے "بدء" کے دو معنی ہیں ظہور اور ابتداء

امام بخاری کا اس کتاب میں یہ طریقہ ہے کہ باب کا عنوان ذکر کرنے کے بعد اس عنوان کے مناسب قرآن مجید کی کوئی آیت ذکر کرتے ہیں یا پھر کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں یا کسی صحابی یا تابعی یا کسی امام کا قول ذکر کرتے ہیں، یہاں باب کے عنوان میں چونکہ وحی کا لفظ تھا، اس لیے امام بخاری نے اس آیت کو ذکر کیا، جس میں وحی کا ذکر ہے۔

اِس حدیث کا پہلا جملہ ہے اعمال کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے، اور دوسرا جملہ ہے، ہر شخص کے عمل کا ثمرہ وہی ہوگا جس کی اس نے نیت کی ہے پہلے جملہ میں اس پر تنبیہ ہے کہ اعمال پر ثواب اور عذاب کا مدار ان اعمال کی نیت پر ہے، دوسرے جملہ میں اس پر تنبیہ ہے کہ اعمال میں مقدار کا تعین ان کی نیات سے ہوتا ہے، مثلاً مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانا ایک عمل ہے اگر اس میں انسان کئی کاموں کی نیت کرلے تو اس کو کئی کاموں کا ثواب ملے گا، مثلاً وہ یہ نیت کرکے کہ راستے میں اس کو جو مسلمان ملے گا وہ اس کو سلام کرے گا اگر اس نے پہلے سلام کرلیا تو اس کے سلام کا جواب دے گا اگر کوئی ضرورت مند سائل ملا تو اپنی حیثیت کے مطابق اس کا سوال پورا کرے گا نیکی کا حکم دے گا بُرائی سے روکے گا، مسجد میں پہلے دایاں پیر داخل کرے گا اور یہ دُعا پڑھے گا۔

"اللھم افتح لی ابواب رحمتكَ"

وغیرھا، تو اگر وہ ایک عمل میں متعدد نیک کاموں کی نیت کرے گا تو اس ایک عمل میں اس کو متعدد نیک کاموں کا ثواب ملے گا۔

(۲) باب اور حدیث شریف میں مناسبت ہے یا نہیں؟ واضح کریں، نیز اس حدیث شریف کو یہاں ذکر کرنے کی وجہ تحریر کریں۔

جواب: حدیث کے عنوان کی حدیث کے ساتھ مطابقت کی وجوہ

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے "بدء الوحی" یعنی وحی کی ابتداء اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس عنوان کے تحت امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی ہے، اس میں وحی

کی ابتداء کا ذکر نہیں ہے۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

(۱) "بدء" کا معنی ابتداء بھی ہے اور ظہور اور غلبہ بھی ہے وحی کی ابتداء کا ذکر اس باب کی تیسری حدیث میں ہے اور یہ حدیث آپ نے مدینہ منورہ میں ارشاد فرمائی تھی اور وحی کا ظہور اور غلبہ مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔

(۲) اِس حدیث میں فرمایا: اعمال کا مدار نیات پر ہے یعنی ہر کام میں حسن نیت اور اخلاص ہونا چاہیے اور اس حدیث کو وارد کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے اپنی اس "الجامع الصحیح المسند" کو حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ مدون کیا ہے۔

(۳) اِس حدیث میں ہجرت کا ذکر ہے اور نبی ﷺ نے یہ حدیث ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں بیان فرمائی۔

(۴) یہ حدیث رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں منبر پر خطبہ میں ارشاد فرمائی اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو منبر پر خطبہ میں بیان کیا اور جب یہ حدیث منبر پر خطبہ بن سکتی ہے تو کتاب کے شروع میں بھی خطبہ بن سکتی ہے، سو امام بخاری نے یہ چاہا کہ اپنی کتاب میں اپنے الفاظ پر مشتمل خطبہ لکھنے کی بجائے حدیث صحیح کی اس کتاب میں حدیث صحیح کو ہی بہ طور خطبہ وارد کیا جائے اسی وجہ سے امام بخاری نے اپنی اس کتاب میں الگ خطبہ نہیں لکھا۔

(۳) وحی کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کرنے کے بعد وحی کی کوئی چار صورتیں قلمبند کریں۔

جواب: وحی کا لغوی معنی

امام بخاری نے دوسرا لفظ جو ذکر کیا ہے وہ "وحی" ہے علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ نے وحی کا لغوی معنی اس طرح بیان کیا ہے۔ اشارہ کرنا، لکھنا، لکھا ہوا، پیغام پہنچانا، کلام خفی، ہر وہ چیز جس کو تم اپنے غیر کی طرف پہنچاؤ یہ اس لفظ کا اصل معنی ہے، پھر یہ الہام کے معنی میں منحصر ہوگیا (تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۸۵، المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ)

وحی کا شرعی معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ لکھتے ہیں۔

اصطلاح میں وحی ان کلمات الٰہیہ کو کہتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کی طرف القاء فرماتا ہے یہ القاء یا تو اس فرشتے کے واسطے سے ہوتا ہے، جو دکھائی دے اور اس کا کلام سنائی دے جیسا کہ حضرت جبریل کا کسی خاص صورت میں اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچانا یا بغیر مشاہدہ کے اللہ کا کلام سنائی دے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا کلام سنا یا نبی کے دل میں کوئی بات ڈال دی جائے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ جبریل نے یہ بات میرے دل میں ڈالی۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۶۸، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں

هو كلام الله المنزل على نبى من انبيائه

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

"یہ وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کے کسی نبی پر نازل کیا گیا ہو۔

وحی کی صورتیں

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے وحی کی حسب ذیل اقسام اور صورتیں بیان کی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام قدیم کو سننا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اور ہمارے نبی ﷺ کا کلام قدیم سننا، جیسا کہ حدیث صحیحہ میں ہے

فرشتے کے واسطہ سے وحی کا نازل ہونا دل میں کسی معنی کا القاء کیا جانا

صلصلۃ الجرس (گھنٹی کی آواز) کی صورت میں وحی کا نازل ہونا۔

حضرت جبرائیل کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں آکر بات کریں، جیسے ایک اعرابی کی شکل میں آئے۔ حضرت جبرائیل اپنی اصلی شکل میں آئیں جیسے حضرت جبرائیل [illegible] پَروں کے ساتھ آئے، جن سے یاقوت اور موتی جھڑ رہے تھے۔

حضرت جبرائیل کسی معروف آدمی کی شکل میں آئیں، جیسے حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آئے۔

وحی اسرافیل جیسا کہ "مسند احمد" میں ہے کہ تین سال حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ موکل رہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۷۸۔۷۹ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

سوال 2: **عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهٖ**

(۱) حدیث شریف پر اعراب اوپر لگا دیا گیا

(۲) ہبہ کا لغوی و اصطلاحی معنی تحریر کریں نیز بتائیں کہ کیا ہبہ میں رجوع کرنا حرام ہے؟ اپنا مؤقف تفصیل کے ساتھ بیان کریں۔

جواب: ان کا جواب تنظیم گائید صفحہ ۱۰۳ پر ملاحظہ کریں۔

سوال3:

جواب: **عن محمد بن جبير بن مطعم عن ابيه رضى الله عنه تعالىٰ قال قال رسول الله ﷺ لى خمسة اسماءٍ انا محمد وانا احمد وانا الماحى الذى يمحو الله بى الكفرو دانا العاشر الذى يحشر الناس علىٰ قدمى وانا العاقب.**

ترجمہ: محمد بن جبر بن مطعم از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میرے پانچ نام ہیں میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور میں ماحی ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں میرے قدموں میں لوگوں کو جمع کیا جائے اور میں عاقب ہوں۔

تشریح

پانچ ناموں پر اقتصار کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے میرے پانچ نام ہیں اس جگہ یہ سوال ہے کہ آپ نے پانچ

ناموں پر کیوں اقتصار فرمایا ہے حالانکہ آپ کے اسماء پانچ سے زیادہ ہیں امام ابوبکر بن العربی نے شرح الترمذی میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسم ہیں اسی طرح رسول اللہ کے بھی ایک ہزار اسم ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ عدد میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔ اس لیے پانچ اسماء کے ذکر کرنے سے زیادہ اسماء کی نفی نہیں ہوتی۔

مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں رسول الرحمت ہوں اور میں رسول الملحمۃ ہوں میں ہتھیاروں کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں آرات زراعت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا گیا اور کتاب الشفاء میں ہے کہ میں قثم ہوں یعنی کامل جامع ہوں قرآن مجید، انجیل اور تورات، زبور میں بھی آپ کے بہت سے نام ہیں۔ ابن دحیہ نے کہا۔

''آپ کے اسماءِ صفات تین سو سے زائد ہیں۔''

(۲) نبی کریم ﷺ کے مذکور پانچوں اسماء گرامی کے معانی ومفاہیم سپرد قلم کریں۔

محمد ﷺ کے معانی اور مفہوم

محمد کے معانی جس کی بے حد حمد اور تعریف کی گئی ہو اور تعریف ہمیشہ حسن اور کمال پر کی جاتی اور جس میں نقص اور عیب ہو اس کی مذمت کی جاتی ہے اسی لیے کفارِ قریش آپ کو محمد کی بجائے مذمم کہتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلقاً محمد فرمایا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ میں کسی وجہ سے نقص اور عیب نہیں ہے اگر آپ میں کسی وجہ سے بھی نقص اور عیب ہوتا تو آپ مطلقاً محمد نہ ہوتے اور جب آپ مطلقاً محمد ہیں تو آپ میں کسی وجہ سے بھی نقص اور عیب نہیں ہے۔

احمد ﷺ کے معانی ومفہوم

احمد کے معانی ہے تمام حمد کرنے والوں سے زیادہ حمد کرنے والے

حاشر وماحی ﷺ کے معانی ومفہوم

اس حدیث مذکور میں ہے کہ میں ماحی ﷺ ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹائے گا، یعنی جزیرہ عرب سے یا اکثر ملکوں سے کفر کو زائل کردے گا اس سے مراد یہ ہے کہ

تمام شہروں میں کفر کو ذلیل اور رسوا کر دے گا زائد ہے نیز فرمایا اور میں حاشر ہوں اللہ میرے قدموں میں لوگوں کو جمع کرے گا یعنی میرے بعد کیونکہ آپ ان سے پہلے میدان حشر میں آئیں گے کیونکہ آپ کے بعد کوئی بھی نہیں ہے۔

عاقب ﷺ کے معانی ومفہوم

آپ نے فرمایا کہ میں عاقب ہوں یعنی میں انبیاء کے بعد آنے والا ہوں اور ان کا خاتم ہوں امام مسلم کی روایت میں ہے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ امام ترمذی کی روایت میں عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

سوال 4: (ا) صحیح بخاری کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے کوئی دو معجزات تحریر کریں۔

نبی ﷺ کا غیب کی خبریں دینا اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۱. عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ قال لاتقوم الساعة حتی تقاتلوا قومًا نعالهم الشعُرو حتی تقاتلوا الترك صغار الاعين حمر الوجوه ذلف الانوف كان وجوههم المجان المطرقة.

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرام ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم کے ساتھ جنگ نہ کرلو جو بالوں والے جُوتے پہنے گی اور جب تک تم ترکوں سے جنگ نہ کرلو جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ چہرے سرخ ہوں گے ناک چھوٹی اور چپٹی ہوگی گویا ان کے چہرے تہ بہ تہ ڈھال کی طرح ہوں گے۔

نوٹ: اسی حدیث میں نبی ﷺ نے غیب کی خبر دی ہے جو مستقبل میں ہونا تھا اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۲۔ آپ ﷺ کی برکت سے کم پانی کے زیادہ ہونے کا معجزہ

حدثنی محمد بن بشار حدثنا ابن ابی عدی عن سعید عن قتادہ عن انس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال اتی النبی ﷺ باناءٍ وهو بالزوراءِ فوضع يده فی الاناءِ فجعل الماءُ ينبع من بين اصابعه فتوضا القوم قال قتادة قلت

لانس کم کنتم قال ثلاث مائة اوزھاءَ ثلاث مائةٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ "مجھے محمد بن بشار" نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مقام زوراء (مدینہ) کے بازار میں نبی کریم ﷺ کے پاس ایک برتن لائے گا آپ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے (چشمہ کی طرح) پانی ابل کر نکلنے لگا، سو تمام لوگوں نے وضو کرلیا۔ قتادہ نے کہا میں نے حضرت انس سے پوچھا: آپ لوگ کتنی تعداد میں تھے انہوں نے کہا ہم لوگ تین سو تھے یا تین سو کے لگ بھگ تھے۔

جز نمبر ۴ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مناقب پر بخاری شریف میں مذکور احادیث مبارکہ میں سے کوئی دو احادیث تحریر کریں۔

۱. وقال النبی ﷺ من یحفر بئرَ رومة فَلَهُ الجنه فحفرھا عثمان وقال من جهز جیش العسرة فلہٗ الجنة فجهزه عثمان

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو رومہ کا کنواں کھودے گا تو اس کو جنت ملے گی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو کھودا تھا اور آپ نے فرمایا: جس نے تنگی کے لشکر میں سامان مہیا کیا تو اس کے لیے جنت ہے پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا سامان مہیا کیا۔ حدیث صحیح بخاری (۲۷۷۸)

۲. ان انساً رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدثھم قال صعد النبی ﷺ احداً ومعه ابوبکر وعمر وعثمان فرجف وقال اسکن احداظنه ضربه برجلہٖ فلیس علیك الانبی وصدیق وشھیدان

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی نبی ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے اور ان کے ساتھ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم تھے تو وہ پہاڑ لرزنے لگا آپ نے فرمایا: اے احد پرسکون ہوجا! اور میرا گمان ہے آپ نے اس پر اپنا پیر مارا (فرمایا) تجھ پر تو ایک نبی اور صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

سالانہ پرچہ عالمیہ سال دوم 2016ء

پرچہ نمبر 2: صحیح المسلم

نوٹ: سوال نمبر ا لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال 1. عن انس بن مالك قال قال رسول اللّٰه ﷺ لا یؤمن احد کم حتی اکون أحب الیه من ولده ووالده والناس اجمعین

ا۔ حدیث شریف کا ترجمہ کریں

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد اس کے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

2۔ حدیث پاک میں محبت سے مراد محبت طبعی ہے یا اختیاری؟ اپنا موقف بیان کرنے کے بعد وجہ ضرور تحریر کریں؟

جواب: ایک سوال یہ ہے کہ محبت ایک غیر اختیاری چیز ہے اور غیر اختیاری چیز کا انسان مکلف نہیں ہوتا تو رسول اللہ کی محبت کا مکلف کرنا کس طرح ٹھیک ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ محبت دو قسم کی ہیں۔ ایک محبت طبعی اور دوسری محبت عقلی محبت طبعی غیر اختیاری ہوتی ہے جیسے ماں باپ، اولاد اور مال و دولت کی محبت اور محبت عقلی اختیاری ہوتی ہے اور محبت عقلی سے مراد یہ ہے کہ عقل محبوب چیز کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے اور رسول اللہ سے اسی قسم کی محبت کرنا فرض ہے یعنی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی ذات، اپنے ماں باپ دیگر اقرباء اور مال و دولت کو رسول اللہ پر قربان کردے جیسا کہ جنگ بدر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے اور حضرت ابوحذیفہ نے اپنے باپ کے خلاف مبارزت کی اور حضرت عمر نے اپنے ماموں کو قتل کردیا رسول اللہ کی خاطر صحابہ کرام اپنے

وطن، اقربا، مکانوں اور مال و دولت کو چھوڑ کر بے سروسامانی کی حالت میں ہجرت کر کے مدینہ آ گئے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت ابوبکر نے سارا مال رسول اللہ کے قدموں میں لاکر رکھ دیا اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔

ولو انا کتبنا علیھم ان قتلوا انفسکم (النساء:٦٦)

اور اگر ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو تو صدیق اکبر نے کہا حضور اگر حکم دیں تو میں ابھی اپنی گردن کاٹ دوں۔

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ ایمان کامل کے لیے رسول اللہ کی محبت فرض ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ کی محبت مطلقاً فرض ہے، جس شخص میں رسول اللہ کی محبت مطلقاً نہ ہو وہ مطلقاً نہ ہوگا اور جس شخص میں کمال محبت نہ ہو وہ مومن کامل نہیں ہوگا۔

٣۔ خط کشیدہ سے مراد کمال ایمان کی نفی ہے یا اصل ایمان کی؟ تفصیلاً جواب دیں۔

جواب: یعنی اسلام ظاہری اعمال (مثلاً نماز پڑھنے روزہ رکھنے زکوۃ دینے وغیرہ) کا نام ہے اور ایمان نام ہے اعتقادِ باطن کا یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کو دل سے ماننے کا نام ایمان ہے اور اسلام و ایمان کے مجموعہ کا نام دین ہے اور وہ جو عقائد کتابوں میں مذکور ہے کہ اسلام و ایمان دونوں ایک ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مومن مسلمان ہے اور ہر مسلمان مومن ہے اور ان دونوں میں سے کسی ایک کی نفی مسلمان سے نہیں کر سکتے اور حقیقت میں اسلام ایمان کا نتیجہ اور اس کی فرع ہے علمائے کرام کے کلام اس مسئلہ میں بہت ہیں لیکن تحقیق یہی ہے جو بیان کیا گیا۔

یعنی تمام انبیائے کرام پر ایمان لانا واجب ہے (اس طرح پر کہ کسی کے درمیان) اصل نبوت میں تفریق نہ کرے اور تعظیم و توقیر کرنا نیز نقص کے عیب سے ان خیالات کی بارگاہ عزت کو پاک سمجھنا اور قبل نبوت و بعد نبوت چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے انہیں معصوم جاننا واجب ہے یہی قول مختار ہے اور قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرف عصیاں کی نسبت کی گئی اور عتاب فرمایا گیا تو وہ ان کی شان قرب کی بلندی پر مبنی ہے اور

مالک کو حق پہنچتا ہے کہ اولیٰ اور افضل کے ترک پر اگرچہ وہ گناہ کی حد تک نہ پہنچے ہوں ان پر اپنے بندہ کو جو چاہیے کہے اور عتاب فرمائے۔ دوسرے کی مجال نہیں کہ کچھ کہہ سکے اور اس مقام پر ایک معیار ادب ہے، جس کی رعایت ضروری ہے اور یہ کہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے، بعض انبیا کرام پر جو کہ بارگاہ الٰہی کے مقرب ہیں اور آنحضرت ﷺ تمام فضائل وکمالات بشری کے جامع اور سب میں راسخ و کامل ہیں۔

یعنی مومن کامل کے ایمان کی نشانی یہ ہے کہ مومن کے نزدیک رسول خدا تمام چیزوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب و معظم ہوں۔ اس حدیث میں حضور ﷺ کے زیادہ محبوب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حقوق کی ادائیگی میں حضور کو اونچا مانے اس طرح کہ حضور کے لائے ہوئے دین کو تسلیم کرے، رسول اللہ کی سنتوں کی پیروی کرے حضور ﷺ کی تعظیم وادب بجالائے اور ہر شخص اور ہر چیز یعنی اپنی ذات اپنی اولاد اپنے ماں باپ اپنے عزیز و اقارب اور اپنے مال و اسباب پر حضور ﷺ کی رضا و خوشی کو مقدم رکھے جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی ہر پیاری چیز یہاں تک کہ اپنی جان کے چلے جانے پر بھی راضی رہے لیکن رسول اللہ کے حق کو دبتا ہوا گوارا نہ کرے۔

سوال2: **عن ابن عمر أن رجلا سال رسول اللّٰہ ﷺ مایلبس المحرم من الثیاب فقال رسول اللّٰہ لا تلبسوا القمیص ولا العمائم ولا السراویلات ولا البرانس ولا الخفاف الا احد لا یجد النعلین فیلبس الخفین ولیقطعھا اسفل من الکعبین ولا تلبسوا من الثیاب شیئا مسہ الزعفران ولا الورس**

ا۔ حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ سے سوال کیا کہ محرم کس قسم کا لباس پہنے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قمیص نہ پہنو، پگڑیاں نہ باندھو، شلواریں نہ پہنو، ٹوپیاں نہ اوڑھو اور نہ موزے پہنو الا یہ کہ کسی شخص کو جوتی میسر نہ ہو تو وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے اور ایسا لباس بالکل نہ پہنو جس میں ورس

یازعفران کارنگ یاخوشبوہو۔"

2۔حج کالغوی اوراصطلاحی معنی بیان کرنے کے بعدحج کی اقسام مع تعریفات سپردکریں۔

جواب:حج کالغوی معنی

حج کالغوی معنی کسی معظم چیز کاارادہ کرنا ہے۔

حج کااصطلاحی معنی

حج کے مہینوں میں مخصوص مقامات یعنی کعبۃ اللہ اورعرفات کے مخصوص افعال یعنی حج کااحرام باندھناطواف کرنامیدان عرفات میں ٹھہرناوغیرہ کے ساتھ زیارت کرناحج ہے۔

حج کی اقسام

حج کی تین قسمیں ہیں۔

افراد،قران،تمتع

حج افراد

افرادکامطلب یہ ہے کہ صرف حج کی نیت سے احرام باندھنااس کوحج افراد کہتے ہیں۔

حج قران

اگرحج اورعمرے دونوں کی نیت ایک ساتھ کی جائے تووہ قران حج ہے۔

حج تمتع

اگرصرف عمرے کی نیت سے احرام باندھے پھرمکہ مکرمہ جاکرعمرہ اداکرنے کے بعد احرام کھول دےاورحج کے ایام میں حج کرےتووہ تمتع ہے۔

ان سب میں افضل حج قران پھرحج تمتع اورپھرحج افراد ہے۔

سوال3:باب بیان عددعمرالنبی ﷺ وزمانھن

ا۔حج اورعمرہ کی فضیلت میں کوئی دواحادیث مبارکہ تحریرکریں۔

جواب:احادیث مبارکہ

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله ﷺ قال العمرة الی العمرة كفارة لمابينهما والحج المبرور ليس له جزاءٌ الاالجنة

ترجمہ:"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک عمرہ کے بعددوسراعمرہ ان کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہےاورحج مبرور کی جزاجنت ہی ہے۔"

احادیث مبارکہ

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من اتی هذاالبيت فلم يرفث ولم يفسق رجع كماولدته امه

ترجمہ:"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بیت اللہ آئے اور بے ہودہ باتیں کرے نہ گناہ کرے تووہ اس حال میں لوٹے گا جیسے وہ اپنی ماں سے ابھی پیدا ہوا ہو۔"

۲۔رسول اللہ ﷺ نے کل کتنے عمرے فرمائے؟نیز آپ نے وہ عمرے کس کس مہینے اور سال میں کیے؟

جواب:نبی کریم ﷺ نے کل چارمرتبہ عمرہ کے لئے احرام باندھا سب سے پہلے دوشنبہ یکم ذیقعدہ ۶ھ میں لیکن مشرکین مکہ کے روکنے کی وجہ سے آپ یہ عمرہ ادانہ فرماسکے اورصلح حدیبیہ کاواقعہ پیش آیا۔چنانچہ آپ کوھدی نحرکرکےاورحلق کراکرحلال ہوناپڑا۔

دوسراذیقعدہ ۷ھ میں عمرۃ القضا کے موقعہ پرتیسراعمرہ آپ نے غزوہ حنین اورطائف کے مال غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہوکرفرمایااس کے لیے آپ نے ۱۸ذیقعدہ ۸ھ کورات کے وقت جعرانہ سے احرام باندھا۔چوتھاعمرہ آپ نے ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے ساتھ کیا۔چنانچہ بروزشنبہ ۲۵ذیقعدہ کوآپ احرام باندھ کرمدینہ سے روانہ ہوئے اور۴ذی الحجہ یکم شنبہ کے دن آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اورعمرہ کوحج کے ساتھ ملاکرقران کیا۔

سوال4: عن ابن عمر قال فرق رسول الله ﷺ بين اخوى بنی العجلان

وقال: اللّٰہ یعلم ان احد کما کاذب فھل منکماتائب

ا۔حدیث مبارکہ کاترجمہ وتشریح سپردقلم کریں۔

ترجمہ: حضرت ابن عمررضی اللہعنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنوعجلان کے آدمی اوراس کی بیوی میں تفریق کردی اورفرمایااللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک کاذب ہے پس کیاتم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے۔

تشریح

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ امام مالک امام شافعی اوران کے موافقین کا یہ نظریہ ہے کہ نفس لعان سے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق ہوجاتی ہے۔امام مالک اوران کے اکثر اصحاب کاقول یہ ہے کہ عورت کے لعان سے فارغ ہونے کے بعدتفریق ہوجاتی ہےاورامام شافعی اوران کے اکثراصحاب کاقول یہ ہے کہ مرد کے لعان سے فارغ ہوتے ہی تفریق ہوجاتی ہے۔

سحنون بلکہ لعان کے بعد قاضی کے تفریق کرنے سے تفریق ہوتی ہےاورامام احمد بن حنبل کے اس مسئلہ میں دوقول ہیں ایک میں احناف کے ساتھ ہیں اوردوسرے میں شوافع کے۔

علامہ ابوالحسن مرداوی حنبلی لکھتے ہیں کہ وجیز میں لکھا ہے کہ امام احمد کامذہب یہ ہے کہ نفس العان سے تفریق ہوجاتی ہےاورمحررنظم رعائیتین حاوی صغیرفروع وغیرہ کتب حنابلہ میں اسی قول کو مقدم ہےاورامام احمد بن حنبل کادوسراقول یہ ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی جب تک کہ حاکم تفریق نہ کرے خرقی کا یہی مختار ہے۔قاضی،شریف ابوالخطاب اورابن البناوغیرہ ہم فقہاء حنابلہ نے اسی قول کواختیار کیا ہے۔ہدایہ،مذہب،مسبوک،الذہب اوردوسری کتب حنابلہ میں بھی اسی قول کواختیار کیا ہےاورانتصار میں لکھا ہے کہ عام اصحاب حنابلہ کا بھی یہی مختار ہے۔

2۔ اگرشوہر لعان اورقاضی کی تفریق کے بعداپنے آپ کوجھٹلادے تودوبارہ اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے یانہیں اپناموقف تفصیلاً تحریر کریں۔

جواب: پرچہ سالانہ ۲۰۱۵ ص نمبر۱۳۰پردیکھیں

سالانہ پرچہ عالمیہ سال دوم 2016ء

پرچہ نمبر3: جامع الترمذی

نوٹ: پہلاسوال لازمی ہے باقی میں سے دوسوال حل کریں۔

سوال نمبر۱: عن ھشام بن زید قال سمعت انسا تقول انفجنا ارنبابمرالظھران فسعی اصحاب رسول اللّٰہ خلفھا فادرکتھا فاخذتھا فاتیت بھاأباطلحۃ فذبحھا بمروۃ فبعث معی بفخذھا أوبورکھا الی النبی ﷺ فاکلہ فقلت اکلہ قال قبلہ

1۔ حدیث شریف کاترجمہ کریں۔

جواب: ہشام بن زید سے روایت ہے کہ سنا ہے انس کوفرماتے ہوئے ہم ایک جگہ سے جارہے تھےہم نے مرالظہر ان کے مقام پرایک خرگوش کاپیچھا کیالوگ دوڑےاورتھک گئے پھرمیں دوڑاحتیٰ کہ میں نے اس کوپکڑلیااوراس کوحضرت ابوطلحہ کے پاس لایاانھوں نے اس کوذبح کیااس کی سرین اوردورانیں رسول کی خدمت میں بھیجیں میں ان کولےکررسول کی خدمت میں حاضرہواتوآپ نے ان کوقبول کرلیا۔

2۔ خط کشیدہ عبارت کی وضاحت کریں۔

انفجنا من الانفاج بالنون والفاولحیم وھوالتھیج والاثارۃ چنانچہ بولتے ہیں **نفج الازنب اذثاروعدا** اوربعض حضرات نےفرمایا کہ انفاج کے معنی اقشعر اوراس کے معنی کاخلاصہ بھڑکانااورڈراکر بھاگنے پرمجبورکرنا۔مرالظہر ان مربفتح المیم وتشدید الراءالظہر ان بفتح المعجمہ بلفظ تثنیۃ الظہر یہ جگہ مکہ اورمدینہ کےدرمیان ایک پُرانارراستہ قریب مکہ سے شمالی جانب تقریباًسولہ میل کے فاصلہ پرواقع ہےاورایک انخلستانی علاقہ ہے جہاں بہت تھوڑی آبادی بھی ہے مکہ میں تازہ سبزیاں اورنباتاتی اشیاءیہیں سے پہنچائی جاتی ہیں مکہ کے لوگ یہاں تفریح کے لیے بھی آتے ہیں آج کل اس جگہ کووادی فاطمہ بھی کہتے ہیں

لیکن یہ نسبت حضرت فاطمہ زہرا کی طرف نہیں ہے مگر بلکہ سوڈیڑھ سو سال پہلے ترکی عہد کی فاطمہ نامی ایک مالدار خاتون کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

3۔ خرگوش کا گوشت کھانے کے بارے میں اختلاف ائمہ مع الدلائل تحریر کریں۔

جواب:

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں

امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور تمام علماء کے نزدیک خرگوش حلال ہے، البتہ حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما اور ابن ابی لیلیٰ اس کو مکروہ کہتے ہیں جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے اور دیگر کتب احادیث میں بھی اس قسم کی احادیث ہیں اور اس کی ممانعت میں کوئی حدیث نہیں ہے۔

سوال 2: عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ کل مسکر خمرو کل مسکرحرام ومن شرب الخمر فی الدنیا فمات وھوید منھا لم یشربھا کافی الأخرة

1۔ حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔

جواب: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس شخص نے دنیا میں خمر (شراب) پی اور مر گیا درآں حالیکہ وہ شراب کا عادی تھا اور اس نے توبہ نہیں کی تو وہ آخرت میں شراب نہیں پیئے گا۔

2۔ مذکورہ مسئلہ میں امام حنیفہ اور باقی ائمہ رحمہم اللہ کا مذہب بیان کریں نیز امام ابوحنیفہ کی دلیل بھی تحریر کریں۔

جواب: امام ابوحنیفہ کے نزدیک چار قسم کی شراب حرام ہے۔

ا۔خمر ۲۔طلاء باذق ۳۔سکر ۴۔نقیع الزبیب

1۔خمر کی تعریف

انگور کا کچا شیرہ جو سڑ کر جھاگ چھوڑ دے۔

2۔طلاء باذق کی تعریف

انگور کا پکا ہوا شیرہ جو پکنے کے بعد دو تہائی سے کم اڑ جائے اور نشہ آور ہو۔

3۔سکر کے تعریف

جس کچے پانی میں تازہ کھجوریں ڈالی ہو، وہ پانی سڑ کر جھاگ چھوڑ دے اور اس کی مٹھاس چلی جائے۔

4۔نقیع الزبیب

جس کچے پانی میں کشمش کو ڈالا گیا ہو، وہ پانی سڑ کر جھاگ چھوڑ دے اور اس کی مٹھاس چلی جائے۔

ان میں خمر حرام قطعی ہے اور باقی تین حرام ظنی ہیں خمر کا ایک قطرہ بھی پینا حرام اور حد کا موجب ہے اور باقی تین شرابیں اگر بقدر نشہ پی جائیں تو حرام اور حد کی موجب ہے اور اس سے کم مقدار میں حرام اور نجس نہیں ہے۔

باقی ائمہ کا مذہب

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب مطلقاً حرام ہے خواہ اس کی مقدار کثیر ہو یا قلیل ہو اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر تو مطلقا حرام ہے اور خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات جس مقدار میں نشہ آور ہوں اس مقدار میں حرام ہے اور اس سے کم مقدار میں حرام ہیں نہ نجس اور ان کا پینا حلال ہے امام ابوحنیفہ کا استدلال ان احادیث سے ہے امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں۔

ابوحنیفة عن ابی عون محمد الثقفی عن عبداللّٰہ بن شداد عن ابن عباس عنه قال حرمت الخمر قلیلھا و کثیرھا والسکرمن کل شراب. ا۔ھ

ترجمہ: امام ابوحنیفہ، ابوعون اور عبداللہ بن شداد کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ خمر کو (مطلقاً) حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا۔

امام ابی شیبہ روایت کرتے ہیں

حدثنا ابوبکر قال حدثنا محمد بن بشر قال حدثنا مسعر عن ابی عون ابن شداد قال: قال ابن عباس: حرمت الخمر بعينها قليلها و كثيرها والسكر من كل شراب.۲؎

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خمر کو مطلقاً حرام کیا گیا ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔

سوال 3: عن ابی سعید الخدری ان النبی ﷺ نهی عن النفخ فی الشراب فقال رجل القذاة اراها فی الاناء فقال اهرقها فقال فانی لاأروی من نفس واحد قال فابن القدح اذن عن فيك

1۔ حدیث شریف کا ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب: ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ آپ نے مشروب شے میں پھونک مارنے سے منع کیا پس ایک شخص نے پوچھا کہ اگر برتن میں تنکے کو بھی دیکھا ہو تو پھر میں کیا کروں تو آپ نے فرمایا اس برتن کو ٹیڑھا کر کے گرادوں اس نے پوچھا کہ میں ایک سانس میں سیراب نہیں ہوتا ہوں تو آپ نے فرمایا تو برتن منہ سے الگ کر کے دوبارہ پی لے۔

تشریح

نبی کریم نے فرمایا ہے کہ پینے والی شے میں پھونک نہیں مارنی چاہیے اگرچہ وہ دودھ ہے یا کوئی اور چیز یعنی ہر پینے والی مشروبات میں پھونک نہیں مارنی چاہیے اور اگر کوئی تنکہ وغیرہ نظر آئے تو اسے ٹیڑھا کر کے گرادو کسی شخص نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ میں ایک سانس سے سیراب نہیں ہوتا تو آپ نے فرمایا کہ تو منہ سے ہٹا کر تین سانس میں پیا کرو۔

2۔ پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے سے ممانعت کی وجہ سپرد قلم کریں۔

جواب:

اس باب میں مصنف نے یہ ادب بیان فرمایا ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں

پھونک نہ ماری جائے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام ہیں کیونکہ پھونک مارتے وقت بسا اوقات تھوک وغیرہ مشروب میں گرنے کا اندیشہ ہے جس سے خود کو بھی گھن ہوسکتی ہے اور دوسرے ساتھی کو بھی گھن ہوسکتی ہے نیز اطبا فرماتے ہیں کہ پھونک کے ذریعے خراب بخارات منہ سے نکل کر مشروب میں مضرت پیدا کر سکتے ہیں جس سے امراض پیدا ہونے کا اندیشہ ہے چنانچہ جدید اطبا اس کے بارے میں سختی سے ممانعت کرتے ہیں کہ پھونک کے ذریعے زہریلے بخارات نکلتے ہیں وہ ایسے جراثیم پر مشتمل ہوتے ہیں جو انتہائی نقصان دہ ہیں نیز پھونک مارنے سے ٹھنڈے پانی کی برودت بھی ختم ہونے کا احتمال ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اگر کھانا گرم ہو تو صبر کرے اور اگر کوئی کوڑا کرکٹ وغیرہ مشروب شئی میں ہو تو اس کو چمچے وغیرہ سے نکال دے آپ ﷺ نے جو گرا کر نکالنے کا حکم فرمایا وہ تو آخری درجہ ہے جب کہ کوئی شئی اس تنکے کو نکالنے کے لیے نہ ہو۔

سوال4: عن ابی حجیفة قال قالوا یارسول الله نرك قدشبت قال شیبتی هودواخواتها

1۔ حدیث شریف کا ترجمہ لکھیں اور تشریح قلمبند کریں۔

جواب: ترجمہ: ابی جحیفہ سے روایت ہے فرمایا عرض کیا یا رسول اللہ ہم دیکھتے ہیں آپ کو کہ آپ بوڑھے ہوگئے ہیں فرمایا مجھے بوڑھا کر دیا سورۃ ہود نے اور اس جیسی دوسری سورتوں نے۔

تشریح

ابی جحیفہ سے روایت ہے ہم نے رسول ﷺ سے پوچھا کہ آپ بوڑھے ہوگئے ہیں رسول نے فرمایا ہاں ہم نے عرض کیا آپ کو کس چیز نے بوڑھا کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے تو ہم نے عرض کیا کہ سورہ ہود نے آپ کو بوڑھا کیا ہے یا انبیاء کے قصص اور ان کے امتوں کی حلاکت کی وجہ سے آپ بوڑھے ہوگئے ہیں تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ آپ کو کائنات میں سب سے زیادہ اللہ کا خوف تھا۔

2۔ تشییب بوڑھا کرنے کی نسبت مذکورہ سورتوں کی طرف کرنے کی وجہ سپرد قلم کریں۔

جواب: حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! آپ بوڑھے ہوگئے فرمایا: **مجھے ھود، الواقعہ، المرسلات عم تساء لون اور اذاالشمس کورت** نے بوڑھا کردیا۔

امام بیہقی نے شعیب الایمان میں حضرت ابوعلی السری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھ کر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ سے روایت کیا گیا ہے کہ سورہ ھود نے آپ کو بوڑھا کردیا ہے آپ نے فرمایا ہاں میں نے عرض لیا سورہ ھود کی کسی چیز نے آپ کو بوڑھا کردیا؟ کیا انبیاء علیہم السلام کے قصص اوران کی امتوں کی ہلاکت نے؟ آپ نے فرمایا نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے **فاستقم کماامرت** ''سوآپ اسی طرح قائم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے خوف کی شدت سے انسان بوڑھا ہوجاتا ہے قرآن مجید میں ہے۔

یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا

''وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کردے گا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد ﷺ کو کائنات میں سے سب سے زیادہ اللہ کا خوف تھا۔

سالانہ پرچہ عالمیہ سال دوم 2016ء

پرچہ نمبر 4: السنن ابی داوٗد

نوٹ: سوال نمبر 1 لازمی ہے باقی میں سے کوئی دوسوال حل کریں۔

سوال 1: **حدثنی نافع عن عبیداللہ یعنی ابن عمر عن رسول اللہ ﷺ قال ماحق امرئی مسلم له شئ یوصی فیه یبیت لیلتین الاووصیته مکتوبة عنده**

(ا) حدیث شریف کا ترجمہ کریں نیز بتائیں کہ خط کشیدہ الفاظ ترکیب میں کیا واقعہ ہورہے ہیں؟ وضاحت کریں۔

ترجمہ: نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان مرد کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کے پاس کوئی قابل وصیت چیز ہو کہ وہ دوراتیں بھی گزارے مگر اس کے پاس لکھی ہوئی وصیت ہونی چاہیے۔

تشریح

''مسلم'' امری کی صفت واقع ہورہا ہے۔

(۲) وصیت واجب ہے یا مستحب؟ اس بارے میں اگر فقہاء کا اختلاف ہو تو تحریر کریں۔

بعض موقع پر وصیت واجب ہے جبکہ اس کے ذمہ قرض ہو یا امانات ہوں یا کوئی حق واجب ہو خواہ وہ حق اللہ (اللہ کا حق) یا حق العبد (بندے کا حق) ہو خواہ حق وارث ہو یا حق غیر وارث ہو اور اگر کوئی، جب نہ ہو تو وصیت واجب نہیں جمہور علماء سفیان ثوریؒ ائمہ اربعہ شعبی نخعی بھی اس کے قائل ہیں داؤد ظاہری فرماتے ہیں وہ اقرباء جو اس کی میراث کے حقدار

نہ ہوں ان کے لیے ہر صورت وصیت واجب ہے ابن جریر، مسروق، قتادہؒ طاوس بھی اسی
کے قائل ہیں داؤد ظاہری وغیرہ نے آیت شریفہ کتب علیکم اذاحضر احدکم
الموت ان ترك خیرالوصیة الآیة. سے استدلال کیا ہے نیز انھوں نے آپ ﷺ
کافرمان ماحق امرءٍ مسلم یبیت لیلتین وله شئ یوصی منه الاوصیته
مکتوبة عنده سے استدلال کیا ہے۔

جمہور فرماتے ہیں کہ یہ آیت حکماً منسوخ ہے میراث کا حکم نازل ہونے سے پہلے
وصیت واجب تھی منسوخ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں وصیت للوالدین کا ذکر
ہے اور اب وصیت للوالدین بالاجماع منسوخ ہے نیز آپ ﷺ نے فرمایا لاوصیة
لوارث حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ یہی روایت مسلم میں ہے جس کے الفاظ ماحق امرءٍ
مسلم له شئ یریدان یوصی منه وارد ہے اس کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ یہ حکم
اس شخص کے لئے ہے جو وصیت کا ارادہ کرے اگر وصیت واجب ہوتی تو ارادہ کے ساتھ
مقید نہ ہوتی غیر وارث کے لئے وصیت مستحب ہے تا کہ اس کا ثواب اس کو مل جائے نیز
وصیت ناجائز اور مکروہ بھی ہوتی ہے مثلاً

کوئی وصیت کرے ایسے امور کی جو شرعاً ناجائز ہوں۔

مطلق وصیت کے وجوب وعدم وجوب کے بارے میں تفصیل گزر چکی ہے۔ جس کا
حاصل یہ ہے کہ واجبات کے حق میں وصیت واجب اور غیر واجبات کے بارے میں غیر
واجب و مستحب ہے مذکورہ روایت کا تعلق یا تو واجبات سے ہے یہ کہا جائے روایت کے
الفاظ استحباب پر دال ہے کیونکہ روایت میں للمسلم فرمایا جو صیغہ ندب ہے علی المسلم نہیں فرمایا
ہے جو صیغہ وجوب ہے چنانچہ امام شافعی نے فرمایا روایت کے معنی یہ کہ حزم واحتیاط مسلمان
کے حق میں یہ ہے کہ وصیت مکتوب ہونی چاہیے اور اس بارے میں اس کو جلدی کرنی

چاہیے۔

**سوال2: عن ابی هریره قال قال رسول الله من حلف وقال فی حلفه
واللات فلیقل لا اِله الا الله ومن قال لصاحبه تعال اقامرك فلیتصدق
بشیء**

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی لات کی قسم کھائے
اسے چاہیے کہ کہے لااله الا الله (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اور جو شخص اپنے ساتھی کو
کہے کہ آؤ جوا کھیلیں اسے چاہیے کہ وہ کچھ صدقہ کرے۔

(۲) حدیث پاک میں امر (فلیقل اور فلیتصدق) وجوب کیلئے ہیں یا استحباب
کیلئے؟ وضاحت کریں۔

جواب: حدیث پاک میں فلیقل اور فلیتصدق امر استحباب کیلئے ہے وقال فی حلفه
واللات فلیقل لااله الا الله یحتمل ان یکون معناه ○ان یکون معناه ○ انه
سبق علی لسانه فلیتدار که بکلمته التوحید له صورة الکفر والافان کان
علی قصد التعظیم فوکفروار تداد یجب العود عنه بالدخول فی الاسلام

**سوال3: باب فی النهی عن القتال فی الفتنة عن الأحنف بن قیس قال
خرجت وأنا اریدیعنی فی القتال فلقینی ابوبکرة فقال ارجع فانی سمعت
رسول الله یقول اذاتواجد المسلمان بسیفیهما فالقاتلُ والمقتولُ فی
النارقال یارسول الله هذاالقاتل فمابال المقتول قال انه اراد قتل صاحبه.**

(۱) حدیثِ مبارکہ کا ترجمہ کریں۔

جواب: فساد کے وقت لڑنے کی ممانعت

احنف بن قیس کا بیان ہے کہ میں لڑائی میں شامل ہونے کی غرض سے نکلا تو مجھے حضرت ابوبکرۃ مل گئے انھوں نے فرمایا کہ لوٹ جاؤ کیونکہ میں نے رسول کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو مسلمان تلواریں لے کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائے گے عرض کیا یارسول اللہ وہ تو قاتل ہے لیکن مقتول کیوں؟ فرمایا کہ اس نے اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

2۔فتنہ کا لغوی واصطلاحی معنی تحریر کریں، نیز بتائیں کہ باغیوں کے خلاف جنگ میں شرکت کے حوالے سے یہ حدیث جمہور کے مذہب کے خلاف ہے یا نہیں؟

جواب: جب مسلمانوں کے دوگروہ آپس میں ٹکرا رہے ہوں یا ایک دوسرے کے خلاف انتقامی کاروائیوں کی تیاری میں مشغول ہو تو ایسے وقت کسی کی حمایت یا مخالفت میں زبان کھولنا یا اس کی حمایت یا مخالفت میں تلوار چلانا زیادہ اہمیت رکھتا ہے فساد کے مواقع پر حتیٰ الامکان زبان کو قابو میں رکھنا اور بیان بازی میں اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ ایسے وقت کے چند الفاظ حالات کو خراب سے خراب تر اور سنگین کرسکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

جز2 فتنہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کریں

جواب: فتنہ کا لغوی معنی: آزمائش، گمراہی، کفر (المنجد)

اصطلاحی معنی: وہ چیز جس کے ذریعے انسان کا اچھا اور بُرا حال معلوم ہو جائے۔

سوال4:عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال المراء فی القرآن کفر حدیث مبارکہ کا ترجمہ وتشریح کریں۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قرآن مجید میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔

تشریح: سنت کے مخالفین کی یہ نشانی بیان ہوئی جو اصطلاح شرع میں بدعت ہے کہ بدعتی اور گمراہ گر قرآن مجید کی متشابہ آیات کو من مانے مفہوم اور مطالب کے قالب میں ڈھال کر بے خبر لوگوں کو دھوکا دیتے اور اپنی علامگی کا سکہ جمایا کرتے ہیں یہ بیماری آج خوب زوروں پر ہے بلکہ اِن سے تجاوز کر کے محکمات کے مفہوم میں اہل حق سے اختلاف کر کے فروع سے لے کر اصول تک میں زور شور سے دھاندلی کررہے ہیں عقیدہ توحید ورسالت کے خانہ ساز مفہوم گھڑ کر ایک مدت سے اہل سنت وجماعت کو بے دھڑک مشرک ٹھہرایا جارہا ہے اور اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں جھگڑا کرنا کفر ہے اور اسی طرح قرآن کی اُن آیتوں کو جو کفار کے متعلق نازل ہوئی تھیں انھیں مسلمانوں پر چسپاں کرتے انہیں کافر اور مشرک کہا جاتا ہے۔

جز نمبر۲: خط کشیدہ کی تاویل کے بارے میں کم از کم دو اقوال تحریر کریں۔

جواب:قوله المراء فی القرآن کفر کی تاویل میں دو اقوال

۱. قال الخطابی اختلف فی تاويله فقيل معنى المراء الشك فيه وقيل بل هوالجدال المشكك فيه

۲. وتاوله بعضهم على المراء فی قراته دون تاويله ومعانيه يقرأها وتوعديم بالكفر عليها ليتهواعن المراء فيه والتكذيب به اذكان القرآن منزلا علىٰ سبعة احرف وكلها قرآن منزل، يجوز قراته ويجب الايمان به

۳. وقال بعضهم

انماجاء هذافی الجدال بالقرآن من الاى التی فيها ذكرالقدر ونحوه علىٰ مذهب اهل الكلام والجدال وعلى معنى مايجرى [illegible] الخوض بينهم

فیها دون ما کان منها فی الاحکام وابواب التحلیل والتحریم فان الصحابة قدتنازعوا فیما بینهم وتحاجوابها عنداختلافهم فی الاحکام ولم یتحرجوا من التناظر بهاوفیها

وقد قال تعالیٰ فان تنازعتم فی شئ فردوه الی الله والرسول

سالانہ پرچہ عالمیہ سال دوم 2016ء

پرچہ نمبر 5: سنن نسائی وابن ماجہ

نوٹ: دونوں قسموں سے کوئی دو، دوسوال حل کریں۔

القسم الاوّل...... سنن نسائی

سوال1: عن سهل بن سعد قال انافی القوم اذقالت امراة قدوهبت نفسی بك یارسول الله ﷺ فرأ فیّ رأیك فقال رجل فقال فقال زوجنیها فقال اذهب فاطلب ولوخاتمامن حدید فذهب فلم یجدشیئا ولاخاتما من حدید فقال رسول الله ﷺ امعك من سور القرآن شئ قال نعم قال فزوجه بمامعه من سور القرآن.

(ا) حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔

جواب:

”حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی یارسول اللہ ﷺ میں اپنے آپ کو آپ کے حوالے کرتی ہوں رسول اللہ نے اس کی طرف دیکھا آپ نے نظر اُٹھا کر دیکھا بعدازاں آپ نے سر نیچے کرلیا جب عورت نے دیکھا کہ آپ نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی اسی دوران آپ کے صحابہ کرام میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ اگر آپ اِس عورت کو نہیں چاہتے تو آپ اِس کا نکاح مجھ سے کرادیجئے۔آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ ہے اس نے عرض کیا اللہ کی قسم میرے پاس کچھ نہیں ہے

آپ نے فرمایا: دیکھو اگر تمہیں لوہے کی انگوٹھی بھی ملے تو وہ بھی لے آؤ۔ وہ گیا اور واپس آ کر کہنے لگا: یارسول اللہ! مجھے لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی، تاہم میرا یہ تہبند حاضر ہے اور میں اسے آدھا دے دوں گا اور آپ نے پوچھا یہ تمہاری چادر کا کیا کرے گی اگر تو پہنے تو اس کے لیے کچھ نہیں اگر وہ پہنے گی تو ننگا رہے گا وہ آدمی دیر تک بیٹھا رہا بعدازاں اُٹھ کر چلا اور رسول اللہ نے اُس کی طرف دیکھا۔ آپ نے حکم فرمایا وہ بلایا گیا جب وہ آیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ سورتیں زبانی سنا سکتے ہو اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا: میں نے اس عورت کو تمہاری مِلک میں اس قرآن مجید کے بدلے کر دیا جو تمہیں یاد ہے۔"

(۲) خط کشیدہ چیزیں نکاح میں مہر بن سکتی ہیں یا نہیں؟ احناف کا مذہب مع الدلائل تحریر کریں۔

جواب: امام شافعی کے نزدیک

امام شافعی رحمۃ اللہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تعلیم قرآن اور اسلام کو مہر بنا سکتے ہیں جبکہ امام اعظم کا موقف یہ ہے کہ مہر کے لیے مال متقوم ہونا شرط ہے دلیل میں فرمانِ الٰہی عزوجل پیش کرتے ہیں۔

"اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ" (النساء:۲۴)

کہ یہ تم اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو۔

اِس آیت میں مال کو مہر کے لیے شرط قرار دیا گیا ہے۔ بالا بماع اسلام، تعلیم قرآن سبب نکاح تو بن سکتے ہیں مہر نکاح نہیں بن سکتے کیونکہ یہ مال نہیں ہیں ایسی عورت جس کا مہر تعلیم قرآن مقرر ہو تو اس کو مہر مثلی دینا پڑے گا

سوال2: عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا حَرَّمَتْهُ الْوِلَادَةُ حَرَّمَهُ الرَّضَاعُ

(۱) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

جواب: ترجمہ: "حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ پیدائش کے وقت جتنے رشتے

حرام ہو جاتے ہیں اتنے ہی رشتے دودھ پینے کے باعث حرام ہو جاتے ہیں (مطلب یہ کہ رضاعت اور ولادت کا حکم نکاح کے حرام ہونے میں ایک ہی ہے)۔"

(۲) رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت کے بارے میں اختلاف ائمہ تحریر کریں۔

جواب: پرچہ نمبر ۲۰۱۵ء ص ۱۲۷ پر ملاحظہ کریں۔

سوال3: عن البراء قال ما رأيت احدا احسن فى حلة حمراء من رسول الله ﷺ وجمته تضرب منكبيه

(۱) حدیث پاک کا ترجمہ کریں۔

ترجمہ: "حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو حسین وجمیل نہیں دیکھا۔ خصوصاً جب آپ سرخ لباس زیب تن فرماتے اور آپ کے بال کندھوں تک ہوتے۔"

(۲) جُمَّةٌ، لِمَّةٌ اور ذوائب کی تشریح وتوضیح قلمبند کریں۔

جواب: جُمَّةٌ

جُمَّةٌ اُن بالوں کو کہتے ہیں جو کندھوں کے نزدیک ہوں جیسے حضور ﷺ کے بال مبارک کندھوں تک تھے۔

لِمَّةٌ

لِمَّةٌ اُن بالوں کو کہتے ہیں جو کندھوں کے نزدیک ہوتے ہیں جیسے

قال حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ قَالَ مَارَاَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَرَاَيْتُ لَهُ لِمَّةً تَضْرِبُ قَرِيْبًا مِنْ مَنْكِبَيْهِ

"حضرت براء کا بیان ہے کہ میں نے کسی شخص کو نئے لباس میں رسول اللہ سے بڑھ کر حسین جمیل نہیں دیکھا، آپ کے بال مبارک کندھوں کے نزدیک تھے۔

ذَوَابَتَيْنِ

ذوابتین وہ بال ہیں جن سے سر پر دو چوٹی ہوتی ہیں۔

وَاِنَّ زَيْدًا لَصَاحِبُ ذُوَابَتَيْنِ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ

"حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے سر پر دو چوٹیاں تھیں اور وہ بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔"

القسم الثانی ...... سنن ابن ماجہ

سوال 4: حدثنا ازھربن مروان ثناالحارث بن نبھان ثناعاصم بن بھدلة عن مصعب بن سعد عن ابيه قال قال رسول الله ﷺ خياركم من تعلم القرآن وعلمه قال وأخذ بيدي فاقعدني مقعدي هذا أقرئ.

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کر کے خط کشیدہ "قال" اور "اَخذ" کے فاعل کی نشاندہی کریں۔

جواب: ترجمہ

"ازہر بن مروان حارث بن نبہان، عاصم بن بہدلہ مصعب بن سعد سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں عاصم کہتے ہیں مصعب نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اس مقام پر بٹھایا اور فرمایا یہ سب سے بڑے قاری ہیں۔

قال کے فاعل کی نشاندہی

قال کا فاعل حضرت عاصم رضی اللہ عنہ ہیں۔

اخذ کے فاعل کی نشاندہی

اخذ کا فاعل حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ ہے۔

(۲) حدیث کی تشریح و توضیح اس انداز سے کریں کہ قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے کے افضل ہونے کی وجہ معلوم ہو جائے۔

جواب:

قرآن سیکھنے سکھانے میں بہت وسعت ہے۔ بچوں کو قرآن کے ہجے روزانہ سکھانا،

قاریوں کا تجوید سکھنا سکھانا علماء کا قرآنی احکام بذریعہ حدیث وفقہ سیکھنا سکھانا، صوفیائے کرام کا اسرار ورموز قرآن بسلسلہ طریقت سیکھنا سکھانا سب قرآن ہی کی تعلیم ہے صرف الفاظ قرآن کی تعلیم مراد نہیں۔ لہٰذا یہ حدیث فقہاء کے اس فرمان کے خلاف نہیں کہ فقہ سیکھنا تلاوت قرآن سے افضل ہے کیونکہ فقہ احکام قرآن ہے اور تلاوت میں الفاظ قرآن چونکہ کلام اللہ تمام کلاموں سے افضل ہے لہٰذا اس کی تعلیم تمام کاموں سے افضل ہے کیونکہ یہ کلام اللہ ہے اسرار قرآن الفاظ قرآن سے افضل ہیں کہ الفاظ قرآن کا نزول حضور ﷺ کے کان مبارک پر ہوا اور اسرار واحکام کا نزول حضور انور ﷺ کے دل پر ہوا۔ تلاوت سے علم فقہ افضل رب تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (۲،۹۷)

تو اس جبریل نے تو تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے قرآن اتارا۔ (کنزالایمان)

عمل بالقرآن علم قرآن کے بعد ہے لہٰذا علم عامل سے افضل ہے آدم علیہ والصلوٰۃ السلام عالم تھے فرشتے عامل مگر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل ومسجود ہے۔

ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "قرآن سیکھو اور اسے پڑھو اور راتوں کو اس کے ذریعہ جاگتے رہو کیوں کہ قرآن کی مثال اور اس شخص کی مثال جو قرآن حاصل کر کے اُس کے ساتھ قیام کرے اس مشک کی طرح ہے۔ جس میں مشک بھری ہو جس کی خوشبو ہر جگہ پھیلتی ہو اور اس شخص کی مثال جو قرآن کی تعلیم حاصل کرتا ہو لیکن رات بھر پڑ کر سوتا رہتا ہو اس مشک کی طرح ہے جس میں مشک بھر کر اس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔"

ابو ذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابو ذر صبح کے وقت کتاب اللہ کی ایک آیت کا سیکھنا تمہارے سو رکعت نماز (نفل) پڑھنے سے بہتر ہے صبح کے وقت علم کا کوئی باب سیکھا کر پھر خود اس پر عمل نہ کر سکو یا کر سکو تو وہ تمہارے لیے ایک ہزار رکعت نماز (نفلی) پڑھنے سے بہتر ہے نافع بن عبدالحارث کا بیان ہے کہ وہ عسفان میں حضرت عمر

سوال6: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ وتشریح سپرد قلم کریں۔

جواب: ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا مومن کے لیے (بمنزلہ) قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔''

(۲) دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت کیوں ہے؟ اس کی وجوہات تحریر کریں۔

جواب: دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت کی (وجوہات)

''قید خانہ'' کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی شخص قید خانہ میں بند ہو تو وہاں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے اور طرح طرح کی مشقتیں جھیلتا ہے اسی طرح مومن کے لیے یہ دنیا بھی گویا ایک قید خانہ ہے جہاں اس کو محنت و مشقت اور مصائب و شدائد کا سامنا کرنا پڑتا ہے منکرات اور منہیات (ممنوع اور خلاف شرع امور) سے اپنے آپ کو بچانا پڑتا ہے نفس کی آزادی اور بے راہ روی کو ختم کرنا پڑتا ہے اور طاعات و عبادات کی مشقتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں یا یہ کہ مومن اس دنیا کو ایک ایسی جگہ محسوس کرتا ہے جہاں تنگی و گھٹن ہوتی ہے اور جہاں بود و باش اختیار کرنے کو وہ پسند نہیں کرتا چنانچہ وہ ہر وقت یہی خواہش رکھتا ہے کہ وہ اس تنگ و تاریک جہاں سے نکل جائے اور عالم ملکوت کی وسعتوں کو اپنی جولا نگاہ بنائے۔

دنیا کافر کے لیے جنت

اس کا مطلب یہ ہے کہ کافر چونکہ اپنا مقصد زندگی کا حصول سمجھتا ہے اس لیے وہ اپنی تمام تر سعی و کوشش اور اپنی تمام تر جد و جہد دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں کو حاصل کرنے میں

صرف کرتا ہے اور پھر وہ دنیا کی لذت و شہوات میں اس طرح مشغول و منہمک ہو جاتا ہے کہ اس کے لیے یہ دنیا ایک عشرت کدہ بن جاتی ہے۔ جہاں سے نکلنا اس کو گوارا نہیں ہوتا۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ حدیث سے مراد یہ ہے کہ مومن کو آخرت میں جو اجر و ثواب ملے گا اور اس کو وہاں کی جن نعمتوں اور راحتوں سے نوازا جائے گا ان کی بہ نسبت یہ دنیا اس کے حق میں گویا قید خانہ ہے اور کافر کو آخرت میں جس دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا اس کے مقابلہ میں یہ دنیا اس کے حق میں گویا جنت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ مومن کو آخرت میں جو نعمتیں ملنے والی ہوں گی وہ اس دنیا کی نعمتوں اور راحتوں و آسائشوں سے کہیں زیادہ بہتر اور کہیں زیادہ اعلیٰ ہوں گی اسی طرح کافر اس دنیا میں خواہ کتنی ہی مصیبتیں اور آفتیں جھیلے اور کتنے ہی شدائد کا سامنا کرے مگر آخرت میں اس کا حال اس دنیا کے حال سے بھی بدتر ہوگا۔

سالانہ پرچہ عالمیہ سال دوم 2016ء

پرچہ نمبر6: شرح معانی الآثار

نوٹ: سوال نمبر 1 لازمی ہے باقی میں سے کوئی دوسوال حل کریں۔

سوال 1: عن سالم عن ابیہ قال رسول اللہ ﷺ اذاافتتح الصلوٰۃ یرفع یدیہ حتی یحاذی منکبیہ واذا اراد أن یرکع وبعدما یرفع بین السجدتین.

جزا: حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغوں کی وضاحت کریں۔

جواب: ترجمہ: حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو میں نے دیکھا آپ نماز شروع کرتے وقت ہاتھوں کو کاندھوں کے برابر اُٹھاتے رکوع کرتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت بھی ہاتھ اُٹھاتے دوسجدوں کے درمیان ہاتھ نہ اُٹھاتے۔

خط کشیدہ صیغوں کی وضاحت

حتی یحاذی

صیغہ واحد مذکر غائب فعل مثبت معروف ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق برباعی بے ہمزہ وصل ناقص یائی باب مفاعلہ۔

أن یرکع

صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع مثبت معروف ان ناصبہ ثلاثی مجرد باب فتح یفتح۔

جز۲۔ رکوع میں جاتے وقت اور اُٹھتے وقت رفع یدین کے بارے میں اختلاف ائمہ مع الدلائل تحریر کریں۔

جواب: اختلاف ائمہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کی طرح رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرے کیونکہ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ تکبیر تحریمہ میں اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔ علامہ یحیٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے استحباب پر تمام امت کا اجماع ہے اور تکبیر تحریمہ کے ماسوا میں اختلاف ہے۔ امام شافعی امام محمد اور جمہور فقہاء صحابہ نے یہ کہا ہے کہ رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے۔ امام مالک سے بھی ایک یہی روایت ہے۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ تشہد اول سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ اس سلسلہ میں حضرت ابن عمر سے صحیح بخاری میں حدیث ہے۔ اور سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں حضرت ابوحمید ساعدی سے روایت ہے ابوبکر بن منذر ابوعلی طبری اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے ماسوا میں رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ نماز کے کسی رکن میں بھی رفع یدین واجب نہیں ہے البتہ داؤد ظاہری سے روایت ہے یہ حکایت ہے کہ تکبیر تحریمہ میں رفع یدین واجب ہے۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ رفع یدین کے محل میں اختلاف ہے امام مالک سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ رفع یدین تکبیر تحریمہ کے ساتھ مختص ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع سے پہلے اور

رکوع کے بعد بھی رفع یدین ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔

علامہ المرغیانی حنفی لکھتے ہیں:

صرف تکبیرۃ الاولی میں رفع یدین کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے تکبیرۃ الافتتاح تکبیرۃ القنوت تکبیرات العیدین اور چار حج کے مواقع ہیں۔ تکبیرہ عرفات تکبیرۃ اکبرتین تکبیرۃ الصفاوالمروہ اور تکبیرۃ الاستلام اور جن احادیث میں رکوع اور رکوع کے بعد رفع یدین مذکور ہے وہ ابتداء پر محمول ہے اسی طرح حضرت ابن الزبیرہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ مکہ میں اکٹھے ہوئے اوزاعی نے کہا آپ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے اس کا کیا سبب ہے۔ امام حنیفہ نے فرمایا کیونکہ اس مسئلہ میں نبی کریم ﷺ سے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں ہے۔ امام اوزاعی نے کہا کیسے نہیں ہے۔ زہری نے سالم سے انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ افتتاح نماز کے وقت رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا مجھے حماد نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ اور اسود سے انھوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر بالکل رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ امام اوزاعی نے کہا میں آپ کو از زہری از سالم از عبد سالم سے زیادہ فقیہ ہیں۔

رفع یدین کو نبی کریم ﷺ نے پہلے کیا اور پھر ترک فرما دیا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کیا تو ہم نے رفع یدین کیا اور کبھی آپ نے اس کو ترک فرمادیا عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہا میں سے کوئی شخص بھی تکبیر تحریمہ

کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔

سوال 2: عن نافع أن ابن عمر كان يسلم بين الركعة والركعتين في الوتر حتى يامر ببعض حاجته.

جز1: حدیث شریف پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں۔

اعراب:

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوَتْرِ حَتّٰى يَأْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهٖ.

ترجمہ: حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وتروں میں ایک اور دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیرا کرتے تھے حتی کہ بعض کاموں کا حکم بھی دیتے تھے۔

جز2۔ وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام ہے یا نہیں۔ اس بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف مع الدلائل قلمبند کریں۔

جواب: صفحہ نمبر ۱۷۸ پرچہ نمبر ۲۰۱۵ء میں دیکھیں۔

سوال3: قَالَ ابو جعفر اختلف الناس في الاقراء التي تجب على المرأة اذا طلقت فقال قوم هي الحيض فقال اخرون هي الاطهار

عبارت کا ترجمہ کریں نیز تشریح کرتے ہوئے اختلاف ائمہ سپرد قلم کریں۔

ترجمہ: لوگوں نے اختلاف کیا ہے قروء کے بارے میں جب بندہ اپنی عورت کو قروء میں طلاق دیتا ہے بعض کہتے ہیں حیض ہے بعض کہتے ہیں طہر ہے۔

اختلاف آئمہ:

جواب: سالانہ 2014ء، صفحہ نمبر 92 پر دیکھیں۔

مذکورہ مسئلہ میں نظر طحاوی تحریر کریں۔

جواب: امام طحاوی کے نزدیک عدت حیض نہیں طہر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق دینے کی

عدت کا ایک معنی (وقت یا زمانہ) ہے جس کا تعلق مردوں سے ہے اور دوسرا معنی طلاق کے بعد ٹھہرنے کی عدت ہے جس کا تعلق عورتوں سے ہے اس آیت میں مردوں کے طلاق دینے کی عدت کا بیان ہے اور یہ طہر ہے اور "والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء" میں جس عدت کو بیان کیا ہے وہ عورتوں کی عدت ہے جس سے مراد حیض ہے۔

سوال 4: اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے **انت طالق لیلۃ القدر** کہے تو طلاق کب واقع ہو گی اس بارے میں فقہا کے اقوال نقل کریں۔

جواب: پرچہ ۲۰۱۴ء، صفحہ ۹۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

جز 2 مکرہ کے تعریف کرتے ہوئے اس کی طلاق واقع ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں احناف کا مذہب تحریر کریں۔

جواب: پرچہ سالانہ ۲۰۱۵ء، صفحہ ۱۸۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔